

# تایخ غلاف کعبہ

یعنی

جامہ کعبہ و محل مصری کے تفضیلی حالات و تاریخی واقعات

مؤلفہ  
علی شہیر صد مہاشیکور حید آباد کن

مؤلفہ تایخ مزارات حرمین تایخ حج اسود و حجاز کے فنگی سیاح و مترجم سفرنامہ (برکھارٹ)

و مصنف نظم شبیر و محاکہ قطعات ابن مقین و سعدی

(۵۰۰)

بار دوم

قیمت

تقدیر و طلبہ

۲۸۵۷

(۵۰۰)

۱۳۱۱ھ

بھٹن

تایخ

# غلاف کعبہ

یعنی

جامہ کعبہ و محل مصری کے تفصیلی حالات و تاریخی واقعات

مؤلفہ

علی شبیر صدر ماسٹریٹ حیدر آباد دکن

مؤلفہ تایخ مزارات بحرین و تایخ حجر اسود و حجاز کے فنگلی سیاح و ترجمہ سفرنامہ (برکھارٹ)  
و مصنف نظم شبیر و محاکمہ قطعات ابن سین و سعدی

منسلک مسعود دکن پریس گلزار حوض کالی کمان حیدر آباد

رمضان ۱۳۲۹ھ

باز دہم

# نذر

جس خلوص و عقیدت سے خدامِ حرم کعبے کو لباس  
پہناتے رہے ہیں اُسی تعظیم و احترام کے ساتھ میں بھی اس  
حقیرِ بالیف "علافِ کعبہ" کو بصد ادب کعبہ مکرم و  
قبلہ منظر حضرت بیت اللہ پر نذر پڑاتا ہوں

خادمِ کعبہ

شبنم

# فہرست سائن تالیف خلافت کعبہ

صفحہ نمبر	عنوان مضمون	جلد	صفحہ نمبر	عنوان مضمون	جلد
۱۵	خلفائے راشدین کے زمانے میں خلافت	۳	۰	نذر	۱
۱۶	قرآنی کی جہولین بطور خلافت کعبہ	۴	۰	دوسرا چیلنج ثانی	۲
۱۷	تیسری فصل	۱	۱	سبب تالیف	۳
۱۷	خلافت نبی اسیر میں خلافت کعبہ	۱		باب اول	
۱۸	عبداللہ ابن زبیر کا خلافت کعبہ	۲		خلافت کعبہ	
۱۹	چوتھی فصل	۱		فصل اول	
۱۹	اموات عباسیہ میں خلافت کعبہ	۱		زمانہ جاہلیت کے خلافت	
۲۰	خلیفہ مجددی کا خلافت کعبہ	الف	۵	خلافت کعبہ کی ایجاد	۱
۲۰	ہارون الرشید کا خلافت کعبہ	ب	۷	خلافت پہنچانے کی غرض	۲
۲۰	مامون الرشید کا خلافت کعبہ	ج	۱۰	زمانہ جاہلیت میں کعبے کا خلافت	۳
۲۱	خلیفہ جعفر متوکل علی اللہ کا خلافت کعبہ	د	۹	کعبے کو سب سے پہلے کس نے خلافت پہنچایا	۴
۲۱	خلیفہ تقی لاهر اللہ کا خلافت کعبہ	۵	۱۱	زمانہ جاہلیت میں نذر کے خلافت	۵
۲۲	ناصر الدین اللہ کا خلافت کعبہ	و	۱۱	زمانہ جاہلیت میں خلافت ڈالنے کی تیاری	۶
۲۳	عہد عباسی میں بعض سلاطین و امراء کے خلافت	۲	۱۲	زمانہ جاہلیت کے کتبہ خلافت	۷
۲۳	فصل پنجم	الف	۱۲	زمانہ قریش میں خلافت کی آتشزدگی	۸
۲۴	ابوالسرا کا خلافت کعبہ	ب	۱۲	دوسری فصل	
۲۵	علی بن محمد بعلیجی کا خلافت کعبہ	ج	۱۳	آغاز اسلام میں خلافت کعبہ	
۲۶	محمود سکستان کا خلافت کعبہ	د	۱۳	اسلام نے خلافت کعبہ کو کیوں جائز رکھا	۱
۲۶	ابولضر استر آبادی کا خلافت کعبہ	۵	۱۴	خلافت کعبہ حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں	۲



د	ابوالقاسم راشت کا خلافت کعبہ	۲۶	۴	خلافت کعبہ کا سفر قاہرہ سے تکے تک
ز	منصور بن ربیع کا خلافت کعبہ	۲۷	الف	تیرہویں صدی ہجری کی مترلین
ح	ملک الحجاب کا خلافت کعبہ	۲۸	ب	زمانہ حال کی مترلین
ط	سلطان شامیر خمر کا خلافت کعبہ	۲۹	۵	خلافت کعبہ کا ورود کے میں
ی	ابن تغیر امر او سلاطین کے خلافت	۳۰	۶	خلافت کعبہ کے مصارف
۳	خلافت کعبہ کی نوٹ	۳۱		دسویں فصل
	پانچویں فصل	۳۲		دبایونکی سلی فتح حاکم حجاز اور ان کا خلافت
	قرامطہ اور خلافت کعبہ	۳۳		گیارہویں فصل
	جھٹی فصل	۳۴		ترکوں کا حجاز پر دوبارہ قبضہ سفر خلافت کی دوبارہ
	مصر کے اسماعیلی غلام کا خلافت کعبہ	۳۵		بارہویں فصل
	ساتویں فصل	۳۶		شریف مکہ کا خلافت کعبہ
۱	سلاطین الیوینیہ مصر کا خلافت کعبہ	۳۷		تیرہویں فصل
۲	پانچویں جھٹی صدی میں خلافت کعبہ کا سفر	۳۸	۱	موجودہ زمانہ میں سلاطین مصر کا خلافت کعبہ
	آٹھویں فصل	۳۹	۲	مصر و حجاز کا تنازعہ خلافت کعبہ کی واپسی
۱	حکوک سلاطین مصر کا خلافت کعبہ	۴۰		چودھویں فصل
	نویں فصل	۴۱	۱	حجاز پر اہل نجد کا دوبارہ قبضہ
۱	خلافت کعبہ سلاطین عثمانیہ کے زمانے میں	۴۲		مصر سے خلافت کی دوبارہ آمد و موقوفی
۲	خلافت کعبہ کے اجراء اور کتبہ	۴۳	۲	سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ابن سعود کا خلافت
الف	مصل خلافت	۴۴	۳	سلطان ابن سعود کے حکم سے مصری خلافت کے
ب	مزام	۴۵		منولنے پر کے میں تیار کی
ج	رنگ کات یعنی داسے	۴۶		پندرہویں فصل
د	برقع کعبہ	۴۷		پرانا خلافت
۳	خلافت کعبہ کا مصر میں جلوس روانگی	۴۸	۱	پرانے خلافت کی حالت
الف	تیرہویں صدی ہجری میں خلافت کعبہ کا جلوس	۴۹	۲	خلافت کعبہ اور حرم کے کبوتر
ب	موجودہ زمانے میں خلافت کعبہ کا جلوس	۵۰	۳	کعبے سے پرانے خلافت کی علیحدگی

۱۱۳	امیر الحاج	الف	۸۸	غسل کعبہ	الف
۱۱۴	امیر الصرہ	ب	۸۹	حرمان کعبہ	ب
۱۱۵	سید سالار فرخ محل	ج	۹۰	غلاف کعبہ کی تقسیم و فروخت	۴- الف
"	محل کے عام ملازمین	د	۹۱	مصنوعی غلاف کعبہ	ب
"	محل کی تحنیف شدہ حضرات	۵	۹۲	غلاف کعبہ کی تقسیم و فروخت کی نسبت علماء کی رائے	۵
۱۱۶	محل مصری کے مصارف	۲	۹۳	غلاف کعبہ الجدر تبرک	۶
۱۲۰	محل کے اونٹ کا ندیہ	۳	۹۴	غلاف کعبہ کے پیش بہا کرے حیدر آباد میں	۷
۱۲۱	چوتھی فصل روانگی محل کا جلوس قاہرہ میں			سولہویں فصل نیا غلاف کعبہ	
"	جلوس محل کی ایجاد	الف	۹۹	کعبے پر نیا غلاف چڑھانا	۱
۱۲۲	محل کے ایک قدیم جلوس کا منظر	ب	۱۰۰	نئے غلاف کی حفاظت	۲- الف
۱۲۴	زمانہ حال کا جلوس محل	ج	۱۰۱	نئے غلاف کے بعد کعبے کی خوشنمائی	ب
"	۱۲۱۵ء میں جلوس محل کا نظارہ	د	۱۰۲	کعبے کی خوشنمائی کی نسبت ایک نوچنی کا خیال	ج
	پانچویں فصل محل کا سفر			سترہویں فصل کعبہ کا اندرونی غلاف	
۱۲۶	قاہرہ سے سوئز تک	الف	۱۰۳	باب دوم محل مصری	
۱۲۷	جدے میں محل کا درود	ب		یہاں فصل محل کی ایجاد	
"	محل مصری کے میں	ج		دوسری فصل محل مصری کا تعلق غلاف کعبہ سے	
۱۲۹	منٹے اور عرفات میں محل	د		محل مصری کی وضع قطع	۲- الف
۱۳۰	کے میں روانگی محل کا جلد	۵		میسری فصل محل مصری کے ملازمین و مصارف	ب
"	کے سے مدینے	و	۱۱۰		
۱۳۸	مدینہ منورہ میں محل مصری	ز	۱۱۱		
۱۳۶	مدینے سے محل کی واپسی	ح			
"	مدینے سے قاہرہ تک محل کی منزل میں	ط			
	چھٹی فصل		۱۱۳		

	نویں فصل مختلف حادثات کے محل			۱۳۲	محل کی واپسی پر قابض ہوئے ساتویں فصل	
۱۴۹	عراقی محل	۱	۱۳۵		محل کی قطعہ فصل آٹھویں فصل	
۱۵۰	محل بینی	۲			محل کے حادثات	
۱۵۱	بجڑی محل	۳	۱۳۷		محل کی غرقابی	۱
۱۵۲	طب کا محل	۴	۱۳۸		محل مصری کا نذر آتش ہونا	۲
۱۵۳	حیدر آباد کا فرضی محل	۵	۱۳۹		شریف مکہ حسین کی بھجوا فرمائش محل کی واپسی	۳
۱۵۴	سوڈان کا محل	۶			اہل نجد اور ہمدانیاں محل مصری کا تصادم	۴
۱۵۵	محل شامی	۷				

# فہرست تصاویر تاریخ غلاف کعبہ

نمبر سلسلہ	صراحت تصویر	صفحہ
۱	حرم بیت اللہ میں حاجیوں کا ہجوم۔ کعبہ اپنے سیاہ غلاف میں۔	۱
۲	غلاف کعبہ کا ایک ٹکڑا۔	۲۵
۳	حزام۔ یعنی غلاف کعبہ کے مشرقی و مغربی جانب کے سنہری کتبے۔	۴۷
۴	” غلاف کعبہ کے شمالی و جنوبی جانب کے سنہری کتبے اور رُوکہ دائرہ۔	۴۹
۵	پردہ باب کعبہ جسے برقع کہتے ہیں۔	۵۳
۶	غلاف کعبہ و احرام کعبہ۔	۸۹
۷	غلاف مقام ابراہیم۔	۹۶
۸	محل مصری اور اُس کے عمدہ دار۔	۱۱۴
۹	روانگی محل کا جلوس قاہرہ میں۔	۱۲۴
۱۰	مکے میں محل مصری کی زیارت۔	۱۲۸

# فہرستِ مآخذِ تاریخِ خلافتِ کعبہ

اس تالیف میں اگرچہ اپنے شہادت کے علاوہ کچھ بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی لیکن یہاں اُن چند کتابوں کے نام تحریر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جن سے بطور خاص مدد لیکر اسے یا جن کا اس تالیف میں عائد کیا گیا ہے۔

- ۱۔ اخبارِ مکہ۔ (عربی) مؤلفہ ابی الولید محمد عبد اللہ الازرقی مطبوعہ جرمنی۔ یہ تیسری صدی ہجری کی تالیف ہے۔
- ۲۔ تاریخِ مکہ۔ (عربی) مؤلفہ ابی عبد اللہ محمد بن اسحاق فاکہی۔ مطبوعہ جرمنی۔ یہ بھی تیسری صدی ہجری کی تالیف ہے۔
- ۳۔ شفاء الغرام یا اخبار الیہد الحرام۔ (عربی) مؤلفہ تقی الدین بن محمد فاسی۔ مطبوعہ جرمنی تالیف ۸۴۹ھ۔
- ۴۔ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام۔ (عربی) مؤلفہ قطب الدین مکی۔ تالیف ۸۵۰ھ۔ مطبوعہ مصر۔
- ۵۔ جامع الماطیفات۔ (عربی) مؤلفہ جمال الدین محمد بن حارث اللہ (ابن ظہیر) تالیف ۸۱۹ھ۔ مطبوعہ مصر۔
- ۶۔ مراۃ المحرمین۔ (عربی) تالیف ۸۳۲ھ۔ مطبوعہ مصر۔ مؤلفہ جنرل ابراہیم رفعت پاشا۔ یہ ضخیم جلدوں میں بالتصویر شائع ہوئی ہے۔ مجھے اس سے بہت مدد ملی۔ بعض تصویریں بھی اس سے لی ہیں۔
- ۷۔ سفر نامہ محمد ابن جلیسر۔ (عربی) تالیف ۸۵۰ھ۔ ترجمہ اردو مطبوعہ رام پور۔
- ۸۔ سفر نامہ برکھارٹ۔ (انگریزی) تالیف ۱۸۱۲ء۔ یورپ کے مشہور سیاح عرب ابراہیم ابن حمید اللہ عرف برکھارٹ کا سفر نامہ حجاز۔ اس کا ترجمہ خاکسار شبیر نے اردو میں کیا ہے جس کی ایک جلد مطبع تاج حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے۔
- ۹۔ مآثرِ امی حبیب شی آشور۔ (موجودہ مصری) (انگریزی) مؤلفہ اڈورڈ ویلیام لین تالیف ۸۳۵ھ۔
- ۱۰۔ سفر نامہ برٹن۔ (انگریزی) یورپ کے مشہور سیاح برٹن کا سفر نامہ حجاز۔ تالیف ۱۸۵۳ء۔

# دیباچہ طبع ثانی

اللہم صل علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ الطیبین

اس فقیر کی تاریخ غلات کعبہ اب سے سات برس قبل ۱۹۲۳ء میں اولاً حیدرآباد کے مشہور ادبی رسالے لسان الملک میں شائع ہوئی تھی۔ رسالہ مذکور کے فاضل ایڈیٹر مولوی سید محمد ضامن صاحب نے اس کے متعلق اس وقت یہہ ریمارک کیا تھا۔

ہمارے قدیم کرم فرما مولوی علی شہید صاحب ادبی دنیا میں کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اس سے کلیتہً بے نیاز ہیں کہ ہم ان کا تعارف ناظرین کرام سے کریں۔ آپ کے تاریخی مضامین بالغ نظری اور تلاش دور رس کا عمدہ نمونہ ہوتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون مولوی صاحب نے خاص لسان الملک کے لئے نہایت محنت و تلاش سے مرتب فرمائے تاریخی تحقیقات کی داد دی اور اس کے لئے ہم مولوی صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

جب یہ تالیف شائع ہوئی تو سندھ وستان کے بعض دوسرے اہل علم نے بھی اظہار پسندیدگی فرما کر اسے بے بیضا عمت کی ہمت افزائی فرمائی۔ حجاز میں بھی اس کی خاص شہرت ہو گئی یہاں تک کہ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن آل فیصل ابن سعود ملک الحجاز و نجد کے حکم سے اس کا ترجمہ عربی میں ہوا اور اس کا اقتباس اس جلسے میں پڑھا گیا جو کہ مغلطہ میں غلات کعبہ تیار رکھنے کی تقریب میں بتاریخ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ بمقام مکہ منعقد ہوا تھا۔

اگرچہ یہ کتاب پہلے بھی حیثیت مجموعی مکمل سمجھی گئی تھی مگر گزشتہ سات سال میں غلاف کعبہ کی نسبت جو کچھ معلومات مجھے حاصل ہوئیں اور تاریخ غلاف کعبہ میں جو کچھ انقلابات ہوئے اُن کے لحاظ سے ضرورت اس کی تھی کہ اس پر نظر ثانی کر کے اس کو کامل تر بنا دیا جائے۔ الحمد للہ۔ خدا نے میرا یہ ارادہ بھی پورا کر دیا۔ اب یہ تالیف پہلے سے دو چند ضخیم ہو گئی۔ اس میں غلاف کعبہ و محل مصری کی ضروری تصویروں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ اس طرح مشتاقانِ جال کعبہ کے لئے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا کرنے کا سامان ہو گیا۔ یہ کتاب اپنی نوعیت میں اس صنوع پر پہلی کتاب ہے۔ اس کے ملاحظہ کے بعد غلاف کعبہ کے متعلق کسی کتاب کے دیکھنے کی حاجت باقی نہیں رہ سکتی۔ اس کی صحت کی نسبت صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ اس میں وہی لکھا ہے جو صحیح میں ہے۔

الف۔ معتبر کتابوں میں پڑھا۔

ب۔ معتبر لوگوں سے سنا

ج۔ چشمِ عبرت سے دیکھا

میرا یہ اعتقاد ہے کہ مجھے اپنی ہر یقینیت کی نسبت نہ کو جواب دینا ہے۔ زیادہ حدادیت۔

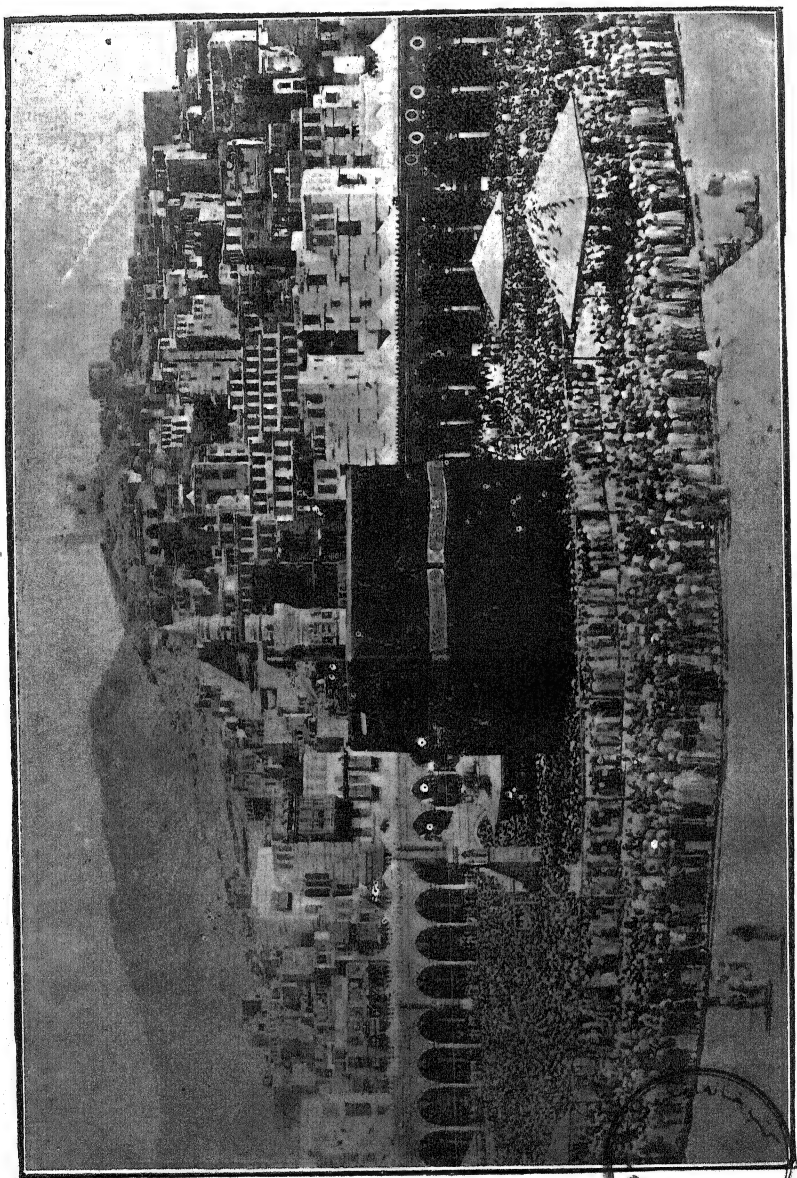
فقیر الی اللہ

شبیر

صدرِ نظم ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

یکم ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ

حرم بیت اللہ میں حاجتوں کا ہاجوم - کعبہ اپنے سیاہ غلاف میں





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# سبب تائیب

کے میں وہ محل مصری کا منظر دلفریب  
وہ غلاف پاک کعبہ پر ہجوم عاشقانِ شہید

ہر مسلمان کا دل طائر قبلہ نما کی طرح مکہ معظمہ و کعبہ مطہرہ کی جانب فطری طور پر مائل ہے۔ وہاں کے شجر و حجر میں ایک ایسی مقناطیسی قوت موجود ہے جو ہمیشہ ہمارے قلوب کو جذب کرتی رہتی ہے۔ مسلمانوں کو ہوش سنبھالتے ہی جب وہ نماز سیکھ لیتے ہیں یا اس سے بھی قبل جب وہ اپنے بڑوں کو کعبہ کی طرف منکر کے نماز پڑھتے دیکھتے ہیں کعبہ کے نام سے واقفیت اور کعبہ سے ایک خاص محبت ہو جاتی ہے اس گنہگار کے یہ اشعار جو کسی وقت غلبہ شوق میں زبان سے نکلے ہیں مسلمان اُن کو بالفاظِ آمیز سرگرم نہیں کہہ سکتے۔

سبزہ غلطاں مرے پاؤں میں بچھنے لگا } آ رہے ہیں یادِ حوائے عربِ یک روان  
نکبتِ بادِ بہاری سے مراد دل بھر گیا } ہے کد ہر بادِ سموم اور عالمِ فصلِ غزان  
دہنِ دل کھینچتے ہیں دشتِ بظما کے ببول } پنجہ فارغِ میلان میں بھنسا ہے دستِ دہان  
حقیقت یہ ہے کہ مکہ ہمارا اصلی مرجع اور کعبہ ہمارا حقیقی مرکز ہے وہاں کی بجز زمین خشک پہاڑ اور بے آب و گیاہ گھاٹیوں میں ہم کو وہ دلکش منظر دکھائی دیتے ہیں جو دنیا کے خوشناتین ملکاتِ زرخیز ترین خطے اور شاداب ترین مقام میں نظر نہیں آتے۔ مکہ کے درو و یوار بلکہ وہاں کا ایک ایک

۱۔ یہ اس درویش کے قصیدہ اشتیاقِ حرم میں کے اشعار ہیں جن کا مطلع یہ ہے۔  
آئے ہیں شرب سے واپس مابین کے کاموان بے رشک میرے دل میں کیا کیا لے رہے ہیں گیان

ہماری مذہبی و قومی تاریخوں کے ایسے ورق ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جن کے مطالعہ سے تصورات کا ایک دلکش مرقع اور تخیلات کا ایک گلزار پُر بہار پیش نظر ہوتا ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جس کی ایک مٹی بھی بہر خاک انگریزی کے مشہور شاعر لوگ فیلو کی قوت تخیل میں ایک لہر پیدا کر دی تھی اور شیشہ ساعت یعنی ریت گھڑی کو دیکھ کر وہ کہنے لگا تھا۔

”کیا عجب ہے کہ فرزندان بیتوب جب وہ کنعان سے یوسف کو بیچنے کے لیے تھرلے جا رہے تھے اس خاک پر سے گزرے ہوں۔ ممکن ہے اس پر سے فرعون کی ستہری گاڑیاں سوئی کا نقاب کرتے وقت دوڑی ہوں۔ شاید گردہ بنی اسرائیل کو لیکر منہ نہ دے سکی اس پر سے چلے ہوں کیا تب ہے کہ کے کے مشتاق ماجیوں کے بے شمار قافلے اس ریت سے تھک گئے ہوں؟“

جب ایک عیسائی اُس ارض مقدس کی خاک سے اس قدر متاثر ہوا تو ہم مسلمانوں کے دلوں میں اُس کے ذرہ ذرہ سے خیالات کا کیا کیا متوج و تامل نہ ہوتا ہو گا؟ اور حضرت ابراہیم و اسماعیل کے مبارک عہد اور جناب سرور کائنات کے زمانہ خیر القرون سے لیکر اب تک کیا کیا واقعات اور کیا کیا داستانیں ہم پر آمیئہ ہو جاتی ہوں گی؟ اللہ اکبر ہے

درو دیوار بطحا سے مجھے لاکھوں سال ہیں میرے کام آئے گا ہر ذرہ ال حاجت الہی ہو کر ایسے دلکش مقام اور ایسی دلغزین میں گئے چپے چپے کے حالات اگر تحریر کئے جاتے اور خانہ کعبہ کی ایک ایک اینٹ کے سوانح و واقعات پر اگر کتابیں لکھی جاتیں تو غالباً مسلمانوں کے خشتیاں امتدادی کی تسکین ہو جاتی مگر حیرت ہے کہ سوائے ایک خلاصہ تواریخ مکہ اور کوئی تاریخ مکہ معظمہ کی اردو میں نہیں لکھی گئی فارسی میں بھی کوئی مستقل تاریخ خاص مکہ معظمہ کی نہیں ہے۔ البتہ عربی میں اس قسم کی کئی تاریخیں لکھی گئی ہیں جن میں ازرقی کی تاریخ اخبار مکہ اور قطب الدین کی تاریخ الاعلام باعلام بیت اللہ الاحرام نہایت سہ ہنری لوگ فیلو ۱۸۰۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۵۳ء میں فوت ہوا۔ اس کی نظم ”سینہ ان این اور گلاس“ یعنی ”میری شیشہ ساعت“ کے بعض اشعار کا خلاصہ اس مقام پر لکھا گیا ہے۔

یہ کتاب ۱۸۵۳ء میں خزانہ مراجع الدین محمد بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی لکھی گئی تھی ایسی عبارت نفی ترجمہ کے طور پر ہے اور تاریخ قطب الدین وغیرہ کا مکمل خلاصہ نہایت ہی اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے اس کا حجم (۶۰) صفحے ہے اس کے مولف مولوی فخر الدین حسین دہلوی ہیں۔  
 ۱۔ ابی الولید محمد بن عبدلکریم ازرقی کی کتاب اخبار کا سب سے پہلی تاریخ مکہ ہے اس میں مکہ مکرمہ کے حالات درج ہیں۔  
 ۲۔ قطب الدین کی تاریخ مکہ الاعلام باعلام بیت الاحرام نہایت مستند کتاب ہے اس میں ۱۹۰۹ء تک کے حالات درج ہیں۔

مشہور ہیں مگر یہ دونوں کتابیں بھی تقریباً نایاب ہیں اور بجز خاص کتب خانوں کے ہندوستان کے کسی کتب فروش کے ہاں نہیں ملیں اگر یورپ والے اُن کو طبع ذکر آئے تو شاید یہ بھی عنقا ہو جائیں کیا غضب جس ملک میں آٹھ کروڑ مسلمان رہتے ہوں وہاں اُن کے مقدس ترین شہر کے تاریخی حالات کے متعلق جامع ایک کتاب بھی نہیں ملتی اس تالیف کے چار برس بعد خدیو عباس علمی پاشا کا سفر نامہ حجاز کا اردو ترجمہ و اقتباس مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے تاریخ حجازی الشریفین کے نام سے شائع کیا ہے اگرچہ سفر حرمین الشریفین کے بہت سے سفر نامے اردو میں لکھے گئے ہیں مگر اُن سے مکہ معظمہ کے تاریخی حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔

اس درویش کو زمانہ طفولیت سے مکہ معظمہ و بیت اللہ کے حالات معلوم کرنے کا ایک خاص شوق رہا ہے اور ایک نامعلوم کتب خانہ کے دل کو ہمیشہ کعبہ کی طرف کھینچتی رہتی ہے جس کا سبب علاوہ وجوہ تذکرہ کے شاید یہ بھی ہو کہ

ہے حجازی خاک سے شبیر میری بھی سرشت : دل کو کھینچے کیوں لہجہ کے بکولوں کی ہوا  
میں نے اسی شوق تحقیقات کے دوران میں غلاف کعبہ کے متعلق بعضی حالات و واقعات گزشتہ و حالیہ معلوم کرنے چاہئے مگر عربی فارسی اردو انگریزی کی کوئی کتاب ایسی نظر سے نہیں گذری جس سے میری سیری ہو جاتی البتہ مختلف ذرائع و تاریخ و سفر نامہ جات اور دیگر علوم و فنون کی تقریباً ایک کتابوں کی الٹ پلٹ کے بعد غلاف کعبہ کے متعلق مجھے اس قدر حالات معلوم ہو گئے کہ اُن کو اگر ایک جگہ کر دیا جائے تو شناسا قان ہویم کعبہ کے لئے باعث تفریح ہو سکتے ہیں چنانچہ اسی خیال سے اُن کو مرتب کر دیا گیا یہ ظاہر یہ چھوٹی سی تالیف ایک معمولی مضمون کی حیثیت رکھتی ہے مگر اس کی تیاری میں مجھ کو محنت شاقہ اٹھانی پڑی بعض اوقات پان یا نو صفحے کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد کچھ بھی حاصل نہیں ہوا یا کوئی ایک آدھ بات مفید مطلب ہاتھ آئی جو کہ مدن کا براہِ آرون کا مصداق تھی لہٰذا یہ اس درویش کی ایک غزل کا قطع ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

کے کہاں ملے عقیق اور وہ بکولوں کی ہوا : چلے دان ینگین بڑا میں کہا میں جو لو کی ہوا۔

مطلوع عقیق مدینہ منورہ سے دو کوس جنوب مغرب کی طرف لگے کی مرکز ہوا ہے یہ مقام بہت کثرت پر فضا ہے احادیث میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے آنحضرتؐ اسکو مادی مبارک فرمایا ہے آپ لکھنؤ افوری کیلئے یہاں تشریف لایا کرتے تھے بعض شرا نے عینے اس ادبی کی تعریف میں شکر لکھے ہیں۔

سب سے زیادہ مایوسی مجھے ہندوستان کے اُن نامور سیاحوں کے سفر نامے دیکھ کر ہوئی کبھی نہ سفر کیا مگر غلاف کعبہ کی تیاری اور روانگی اور جلوس کسوتہ کعبہ و جلوس محل مصری کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا حالانکہ یہ دونوں جلوس مصر کے بڑے میلے اور دینی و دنیوی تقاریب ہیں مجھے امید تھی کہ ان کتابوں میں یہ مفید مطلب بہت سے مضامین مباحثہ آجائیں گے مگر

تشنہ بودم ز دم تیغ تو آیم داوند صیغہ و ز جواب لب لعل تو جوابہ داوند  
غلاف کعبہ کی گزشتہ تاریخ کے متعلق مجھے سب سے زیادہ مدد ذرتی کی اخبار کہ او قطب الدین کی کتاب تاریخ الاعوام  
میں موجودہ حالات برکھارٹ اور برٹن کے انگریزی سفر ناموں اور ولیم اور ڈالین کی انگریزی کتاب  
موجودہ مصری کسے کسی قدر وضاحت کے ساتھ معلوم ہو سکے مسلمان سیاحان حجاز نے اپنے سفر ناموں  
میں عموماً کوئی قلمی کو کام فرما کر کسوتہ کعبہ کے ضمن میں دو چار سطر یا صفحے دو صفحے پر گفتگو کی ہے بعض نے کچھ  
بھی نہ لکھا تاہم جن بزرگواروں کے سفر ناموں سے میں نے کچھ اخذ کیا اُن میں قابل ذکر سفر نامہ ناصر بن  
سفر نامہ ابن بطوطہ سفر نامہ ابن جبیر۔ حاجی عبد الرحیم صاحب عہدہ دارحکمہ ہند و بستان بنگلہ  
کا سفر نامہ عربین الشریفین اور ڈاکٹر حاجی نور حسین صاحب صابر کا سفر نامہ نیک الحجاج ہے میں نے اس  
تالیف میں حتی الامکان ہر ایک واقعہ نہایت تحقیق سے لکھا ہے پھر بھی اگر کوئی مہویا غلطی ہو تو ناظرین  
کرام براہ مہربانی مجھے اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کر دی جائے صاحبان علم اور  
حاجیاں بیت اللہ سے میری استدعا ہے کہ غلاف کعبہ کی نسبت اگر ان کو کوئی ایسے حالات معلوم ہوں جو  
اس مضمون میں درج کرنے سے رہ گئے ہیں تو ازراہ الطاف بزرگانہ اُن سے آگاہی بخشیں تاکہ مجھ کو آئندہ نام  
نامی آئندہ تحریر کر دے جائیں۔

خادم کعبہ

شیر

ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ

۱۔ سفر نامہ مولوی علی لغمانی سفر نامہ خواجہ غلام اشرفی حرم سفر نامہ حافظ علی الرحمن الشری سفر نامہ مولوی حاجی عبد الرحیم شگلوری سفر نامہ  
مولوی خواجہ حسن نظامی وغیرہ وغیرہ۔ ۲۔ ابوالیمامین عبد اللہ عرف جان لؤس برکھارٹ جسے اہل یورپ علی سیاحوں کا بادشاہ کہتے ہیں  
سوشل رائیڈ کا باشندہ تھا اس نے یورپ و شام و حجاز کا سفر کیا ہے اور ہر جگہ کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں لکھنؤ میں مسلمانوں کا نہیں  
بنا کر حجاز گیا اور یہاں کے حالات بہت ہی شرح و بسط سے درج کئے اس کا سفر نامہ حجاز مسلمانوں میں دو جلدوں میں انگریزی میں شائع  
ہوا تھا جس کا اردو ترجمہ ۱۲ درویش نے کیا ہے جو تاج پریس حیدرآباد میں شائع ہو چکا ہے برکھارٹ کی تصنیفات میں کتاب دیون اوڈامبرو کے  
حالات بھی بہت مشہور ہیں۔ ۳۔ کیپٹن مسافر ٹیڈرک ریچارڈ برٹن جو عبد اللہ نا کے نام سے مشہور ہیں حجاز گیا اس کا سفر نامہ ملٹن  
شائع ہوا ہے اس نے عربین الشریفین کے حالات بڑے تفصیل سے لکھے ہیں ۴۔ ولیم اور ڈالین نے کئی برس تاجروں میں رہ کر اہل مصر کے  
موجودہ رواج و معاشرت پر ایک کتاب انگریزی میں مولفین انجینئرز (موجودہ مصری) کے عنوان سے ۱۸۶۵ء میں شائع کی ہے:

# بَابِ اَوَّلُ

غِلَاظِ عَجَبِ

## فصل اول

### زمانہ جاہلیت کے غلاظ

(۱) غلاظ کعبہ کی ایجاد

عبادت و معاشرت کے متعلق بہت سی رسمیں مختلف ملکوں کے مختلف مذاہب میں اس قدر ملتی جلتی ہیں کہ ان کے موجد کا پتہ لگانا سخت دشوار ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت آدم کا مختصر کنبد کسی ایک ہی مقام پر رہتا تھا اس وقت جو رسمیں رائج ہو گئیں وہ اس منتشر و متفرق ہو جانے کے بعد بھی اولاد آدم کے ساتھ ساتھ نہاروں کو اس کے فاصلہ پر پہنچ گئیں مثلاً جانوروں کی قربانی کی رسم دنیا کے تمام سچے اور جھوٹے مذاہب اور جہذب و غیر جہذب اقوام سب میں پائی جاتی ہے۔ قبروں پر غلاظ ڈالنے کا دستور بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتا ہے۔ مصر کے بت پرست اہرام مصری کو جو شاہان مصر کی قبریں ہیں سر سے پاؤں تک چمکتی جھلکتی نستی ٹلس

۱۔ یہ مصر کے قدیم نیار ہیں جن کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ پانچ ہزار سال قبل تعمیر ہوئے تھے ان کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہے۔ یہ مصر کے قدیم بادشاہوں کے مقبرے ہیں جن کی لاشیں مسالا لگا کر ان میں محفوظ کی گئی تھیں بہت سے اہرام کھنڈر ان کی لاشیں لندن و پیرس و مسطینہ کے عجائب خانوں میں پہنچادی گئیں ہیں (بقیہ سلسلہ حاشیہ صفحہ ۶ پر)

اُڑایا کرتے تھے۔ یہودیوں کی قبروں پر غلاف ڈالنے کا دستور بھی سالیہائے وراز سے چلا آ رہا ہے  
موا اناریم کے اس شغریں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ازبرون چوں گور کا فریر حیل  
وزدرون تہر خداے عز و حیل

کعبہ زمانہ قدیم میں مختلف اہل مذاہب کا عبادت گاہ رہا ہے۔ یہودی، بت پرست، صابی، پارسی اور  
مہد سب آستانہ کعبہ پر جمیں عہدیت رکھتے تھے۔ نیتیں مانتے تھے اور نذریں چڑھاتے تھے اس لئے  
اس بات کا پتہ لگانا دشوار ہے کہ غلاف کعبہ کی ایجاد کا سہرا کس کے سر ہے۔ تاریخ جامع اللطیف  
میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل نے کعبہ پر غلاف ڈالا تھا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو غلاف کعبہ

بقیہ صفحہ (۵) اب صرف (۷) اہرام رکھے ہیں شلٹ مغربی کی شکل میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ سب سے بڑے اہرام کا ہر ضلع چار کعبوں  
(۲۰۰) فٹ ہے جو تدریجاً اوپر کی جانب گھٹنا چلا گیا ہے۔ اس کی بلندی (۴۵۱) فٹ ہے اس کی (۲۰۱) منزلیں ہیں۔ لوگ اس کے اوپر  
تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان میناروں میں ہزار ہزار سن کے پتھر ایسی صفائی سے جوڑے گئے ہیں کہ ان کے جوڑ میں کوئی ٹانگ نہیں دیکھ  
ہو سکتی۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں عربوں کو فن تعمیر و تزیین میں یدِ طولیٰ حاصل تھا ان میناروں پر کچھ کتبے بھی ہیں  
اور بعض کے نیچے تھہر مانے ہیں جو شلٹ کی مدد سے دیکھے جاسکتے ہیں یہ اہرام تباہ ہوئے کوئی دس میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اور بدلیہ  
شراسوے ان کو دیکھنے کے لئے سیکڑوں سیاح روزانہ آتے جاتے ہیں۔

سب سے بڑے لوگ ان کو خدا پرست کہتے ہیں۔ بعض ستارہ پرست۔ حضرت یحییٰ کی تعلیم کے خیال سے بعض ان کو حضرت یحییٰ کی  
امت کہتے ہیں۔ مگر ان کے عمل سے زیادہ تر ان کا ستارہ پرست ہونا ثابت ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی ان کا ذکر  
آیا ہے جس سے اس کا پتہ لگتا ہے کہ یہ کہ لوگ خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ لوگ عواقب میں  
پائے جاتے ہیں۔ بہت سے صابی بنیاد میں سکونت رکھتے ہیں اور زرگری کا پیشہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے عقائد کو بے حد  
چھپاتے ہیں۔ ان کی عبادت کے خاص دن مقرر ہیں اور دریا، بے وقار کے کنارے ماضی عبادت گاہیں بنا کر پیش  
کرتے ہیں۔ بہرِ مشیت محمدی ان کا مذہب عیسائیت، ستارہ پرستی اور توحید کا محور ہے۔ میں نے ان کے حالات  
میں ایک بڑا مضمون لکھا ہے جو سن ۱۹ء میں حیدرآباد کے مشہور ادبی رسالہ افریقہ میں ”ایک ستارہ پرست قوم“ کے  
نام سے شائع ہوا تھا۔

موجود شخص ایک موجد ہی نہیں بلکہ ایک پیغمبر ہے مگر اس کے ساتھ یہ امر تشہر رہتا ہے کہ آیا اس سے قبل بھی عبادت گاہوں پر غلاف ڈالے جاتے تھے یا نہیں کبھی پر سب سے پہلے غلاف ڈالنے والا عام طور پر عین کا بادشاہ تیج اسد جمیری تسلیم کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔ یہ یہودی مذہب کے کھتا تھا بعض روایات سے اس کا موجد ہونا بھی ثابت ہے۔ بعض نے اس کو ستارہ پرست یعنی صابئی خیال کیا ہے۔ اس کا مذہب کچھ بھی ہو مگر یہ سوال باقی رہتا ہے کہ آیا یہ پہلا غلاف تھا جو خدا کے گھر پر ڈالا گیا یا اس سے پیشتر بھی عبادت خانوں اور بت خانوں پر غلاف ڈالے جا کر تے تھے۔

## (۲) غلاف پنہائی کی غرض

کبھی پر غلاف ڈالنے کی غرض بنظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی نفیس چیز یا کوئی تبرک انسان کے ہاتھ لگ جاتا ہے تو وہ اسے سات پردوں میں اس طرح چھپا کر رکھتا ہے کہ ہوانہ نگے یہی وجہ ہے کہ تبرکات اور خوشنما چیزوں کو گرد و غبار سے محفوظ رکھنے کے لئے طرح طرح کے صندوقوں۔ غلافوں اور کیسوں میں رکھا جاتا ہے۔ بیت اللہ کو بھی جو ایک زبردست واجب التحفظ عبادت گاہ تھی غالباً خارجی اثرات ہوا۔ خاک۔ پانی۔ دھوپ وغیرہ سے بچانے کے لئے اور ظاہری زیب و زینت کے واسطے غلاف لباس یا کسوۃ پہناتے تھے۔ اس بات کا ہم کو پتہ نہیں لگا کہ زمانہ جاہلیت کے بت پرست عرب کبھی کو بت یا ایسی جاندار شے تصور کرتے ہوں جس کو انسان کی طرح لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔

## (۳) زمانہ جاہلیت میں کعبہ کا غلاف

مقریزی کہتا ہے کہ ابتداءً کبے کا لباس ٹاٹ اور چمڑے کا بنایا جاتا تھا۔ اسد جمیری اور

سہ تیج شاہان مین کا لقب تھا۔ حمیر مین سے متسل ایک غلام کا نام ہے جو بادشاہ مین و حمیر پر حکمران رہتا تھا اس کو تیج کہتے تھے۔ تیج کے کنوی مسخر پیر دکھانے والوں کے ہیں اور یہ جمع تاج کی ہے۔

سہ ابتدائی زمانہ میں انسانوں کا لباس بھی چمڑے کا ہو کر رہتا تھا۔ توریت میں ہے کہ حضرت آدم کو سب سے پہلا لباس انجیر کے پتوں کا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد چمڑے کا لباس عنایت ہوا۔

دوسرے شاہان میں کے غلافوں کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے جو عموماً موٹے کپڑے کے ہوتے تھے اُن کو ٹاٹ بنو کر کیا جاسکتا ہے چمڑے کا غلاف بھی ہوتا تھا قطب الدین تائیک مکہ میں لکھتے ہیں کہ قبل ظہور سرور عالم اطراف و جوانب کے امرا کعبے کو بردیمانی اور منط کے جو ایک نفیس کپڑا ہوتا تھا غلاف اڑھایا کرتے تھے اور مختلف قسم کے ہدیے اور تحفے کعبے کے لئے بھیجا کرتے تھے جن میں غلاف کعبہ بھی ہوا کرتا تھا۔ ازرتی کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کعبے کو مختلف قسم کے کپڑوں کا لباس پہنانے تھے اور قربانی کے جانوروں پر کملوں۔ چادروں اور مین کے کپڑوں کی جھولیں ڈالتے تھے جو کعبے پر چڑھا دی جاتی تھیں اور اُن کے علاوہ اور بھی ریشمی اور ادنی کپڑے ہدیے کے طور پر بھیجتے تھے جو کعبے پر لٹکا دیے جاتے تھے۔ اس کے بعد جو بچ رہتے تھے وہ کعبے کے خزان میں رکھ چھوڑتے تھے جب لباس کعبہ میں کوئی چیز پرانی ہو جاتی تھی یا پھلے باقی رہتی تو اس کی جگہ پیوند لگادیتے تھے مگر اُن پھٹی پرانی چیزوں میں سے کوئی چیز علیحدہ نہیں کرتے تھے۔ قریش مکہ سبز و زرد رخت کا شقائق کا چمڑے کا مین کی باریدار چادروں کا جن کو جرات تھے اور کمل کی قسم کے ایک کپڑے کا جسے مارق العراقیہ کھا کرتے تھے اور مناٹ کا جو تو شکن بنانے کے کام آتا تھا غلاف اڑھایا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے کپڑوں کے جو نام بتائے گئے ہیں اُن سے ظاہر ہے کہ وہ عموماً موٹے ہو کرتے تھے اور کعبے کے غلاف کے لئے موٹا کپڑا ہی موزون ہو سکتا ہے۔ بار ایک کپڑا ہوا اور مینہ کی وجہ سے ملک نہیں سکتا۔

ابو الفرج اصفہانی کتاب اغانی میں لکھتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش چندہ کر کے سال میں ایک بار کعبے کو پوشش پہناتے تھے اور یہ طریقہ قصی کے زمانہ سے چلا آ رہا تھا یہاں تک کہ بحرین ابو جہل نے تجارت سے بہت دولت پیدا کر لی تھی ایک سال وہ اور ایک سال قریش غلاف پہنانے لگے۔

۱۰۰ خز ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے۔ ۱۰۱ شقائق جسے شفق کی ایک قسم کا باریک کپڑا ہوتا تھا۔ ۱۰۲ جرات ہے جو کپڑا ہے منط کی ۱۰۳ منط جیسے منط کی ۱۰۴ منط بن کلاب کے کا بادشاہ اور کعبے کا متولی تھا قصی کے معنی وطن سے بچہ ہے ہونے کے ہیں بحرین میں یہ گھر سے نکل گیا تھا اس وجہ سے اس کا یہ نام پڑ گیا۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد جب وہ کوہنہ آیا تو اس کی قوم نے اس کو پہچان کر بڑی عزت کی۔ اس نے کلید بردار کعبے سے خانہ کعبہ کی کنجی مشکیزہ شراب کے برے میں حاصل کی تھی اس طرح کعبے کا متولی ہو گیا۔ اور سکے کا بادشاہ بن گیا حضرت ابراہیم کی تعمیر کے بعد تیسری مرتبہ خانہ کعبہ کی تعمیر اسی نے کی تھی۔



اسی وجہ سے قریش اس کو العدل کہنے لگے تھے یعنی غلاف پہنانے میں وہ اکیلا تمام قریش کی برابری کیا کرتا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اس کا نام اس کی صفات کی مناسبت سے عبداللہ رکھا تھا۔ اور اس کی اولاد بنو العدل کہلانے لگی تھی۔ قریش اپنے غلاف میں عطر بھی لگایا کرتے تھے۔

## (۴) کعبے کو سب سے پہلے کس نے غلاف پہنایا

جار اللہ ملی لکھتے ہیں کہ کعبہ تیار کر چکے تھے بعد حضرت اسماعیل نے غلاف ڈالا اور یہ سب سے پہلا غلاف تھا جو کعبے پر ڈالا گیا۔ (جامع اللطیف صفحہ ۱۰۵) لیکن عام طور پر مورخین مکہ جس روایت پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے کعبہ پر غلاف ڈالا اور اس کے دروازہ کے کواڑ اور قفل کھنچی بنوائی وہ عین کا بادشاہ تیج ابو کرب اسعد حمیری تھا۔ اس نے خواب دیکھا تھا کہ وہ کعبے کو غلاف پہناتا ہے۔ اس خواب کی تعبیر پر وہ غلاف لیکر کے پہونچا۔ مگر جب اہل مکہ اس کے استقبال کے لئے نہ گئے اور اس کی تعظیم نہ کی تو اس نے یہ خیال کر کے کہ اس کے والوں کا سارا غرور اس کعبے کی وجہ سے اس کو ڈھا دینا چاہئے۔ چنانچہ اس نے کعبے کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس اثناء میں وہ ایسا سخت بیمار ہو گیا کہ طبیب اس کے علاج سے عاجز آگئے۔ آخر کسی پیر جہان دیدہ نے یا بقول ازرقی ابن اہل کتاب نے جو اس کے ساتھ تھے اے آگاہ کیا کہ تیری بیماری کا اصلی سبب تیری وہ نیت ہے جو کعبے کو ڈھا دینے کے لئے تو نے کی ہے اگر تو اس ارادے سے باز آ جائے تو تیری بیماری ختم ہو جائی گی جب اسعد نے اپنے خیال سے توبہ کی وہ اچھا ہو گیا اور کعبے کو بیش قیمت لباس پہنایا۔ یہ واقعہ ہجرت ۳۱ شہیناد و سوسود و سوبرس قبل کا ہے۔ ازرقی نے اس بارے میں اسعد حمیری کے حسب ذیل اشارے لکھے ہیں:-

اللہ ملاء معضدا و برودا  
وجعلنا لبابہ قلبدا  
وسجدنا عند المقام سجودا  
ورفضنا لواءنا مسعودا

وكونا البیت الذی حسم  
واقمتنا من الشهر عشرأ  
ثم طقنا البیت سبعأ  
وغير جئنا منه نؤم سہیلا

سلسلہ ابن اشعار کا یہ ہے کہ ہم نے اس مکان کو جسے اللہ تعالیٰ نے بزرگی دی ہے پینٹ کا لباس پہنایا اور چادرین اڑھائیں۔ ہم یہاں دس روز میقم رہے اور ہم نے اس کے دروازے کیلئے کنبی بنائی۔ پھر ہم نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس سجدہ کیا۔ ہم یہاں ستارے کو اپنا رہنا بنا کر یہاں سے روانہ ہوئے اور اپنے جہنڈے کو ہم نے لپیٹا ہوا بند کیا۔

مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے بھی اپنی کتاب تاریخ عربین میں جو عباس طلمی پاشا حدیث مصر کے سفر نامہ حجاز کا ترجمہ ہے اشعار مذکورہ تھوڑے سے رد و بدل کے ساتھ لکھے ہیں۔ مثلاً دوسرے شعر کے دوسرے مصرعوں ”لبابہ“ کی بجائے انہوں نے ”لبا“ تحریر فرمایا ہے اور اس مصرعہ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ”ہم نے اپنے واسطے اس کے لئے کنبی بنائی“ اس فقیر کے خیال میں اس جگہ ”لبا“ زیادہ مناسب تھا جس کے اعتبار سے ترجمہ یہ ہو گا کہ ”ہم نے اس کے دروازے کے لئے کنبی بنائی“۔

تاریخوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسعد حمیری اور اس کے جانشین سال کے سال کہتے کو غلات اڑھاتے رہے اور اس مقصد کے لئے کبھی حنیف، معافر، ملا، وصال، عصب، مسوح، الطاع، بردو، وغیرہ کپڑے استعمال کرتے رہے۔

ازرقی نے اسعد حمیری کے ہمراہیوں کو اہل کتاب لکھا ہے اور بعض دوسرے مورخ کہتے ہیں کہ میں نے بادشاہوں میں سب سے پہلے اسعد حمیری نے یہودی مذہب اختیار کیا تھا اس لحاظ سے قیاس ہوتا ہے کہ اسعد بھی یہودی تھا اس کے ساتھ ازرقی کا بیان ہے کہ اسعد حمیری کو بڑا کنبی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موجد تھا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا تھا جیسا کہ اس کے پہلے شعر سے ظاہر ہے مگر بار اللہ کہتے ہیں کہ آخر شعر اس کے ستارہ پرست ہونے پر دلالت کرتا ہے اس فقیر کے خیال میں وہ شعر اس کی ستارہ پرستی کا کافی ثبوت نہیں ہے۔ عرب اب تک ستاروں کے شمارے رستہ چلتے ہیں اور قطب نما کا کام وہ ستاروں ہی سے لیتے ہیں پس اسعد حمیری نے یہیل ستارے کو جواپنا امام کہا ہے اس سے مراد رہنا یا رستہ بتانے والا ہے۔

۱۔ سونا کپڑا ۲۔ مرصع معافر کا بنا ہوا کپڑا ۳۔ باریک کپڑا ۴۔ صید کی جھنڈی کا داری دار سرخ کپڑا ۵۔ مین کارنگین کپڑا ۶۔ سج کی جھنڈی ۷۔ بانوں کا سونا کپڑا ۸۔ نعل کی جھنڈی ۹۔ چڑے کا لباس ۱۰۔

برو و جمع ہے بردکی۔ داری دار چادرین ۱۱۔

## ۵) زمانہ جاہلیت میں نذر کے غلاف

جاہلیت بلکہ آغاز اسلام میں بھی کعبے کو پورا لباس پہنانے کے علاوہ بعض اشخاص نذیرین مان کر قربانی کے جانوروں کی جھولین بھی کعبے پر ڈالاکرتے تھے اور چڑے کے لباس یعنی پوشیتوں اور تکیوں وغیرہ سے بھی کعبے کو آراستہ کیا کرتے تھے۔ تاریخ ازرقی میں عمرو بن اکھم السہمی سے مروی ہے کہ اُس کی مان نے نذرانی تھی کہ وہ بیت اللہ کے نزدیک ایک اونٹ کی قربانی کرے گی اور اس اونٹ کو بھیسر کے بالوں کے کپڑے اور اونٹ کے بالوں کے کپڑے کے دو ٹکڑوں سے سجائیگی چنانچہ اس نے اونٹ ذبح کیا اور اس کی جھول کے دونوں ٹکڑے کعبے پر ڈالے اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میں تشریف فرما تھے ابھی ہجرت نہیں فرمائی تھی راوی کہتا ہے کہ اس نے اسی روز کعبے کو دیکھا کہ اُس پر مختلف قسم کے کپڑوں کے ٹکڑے چرمی بیچھوئے ہوئے لباس اور تکیے موجود تھے۔

## ۶) زمانہ جاہلیت میں غلاف والے کی تاریخ

ازرقی کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کعبے کو عاشورے کے دن غلاف پہنایا کرتے تھے یعنی مکہ معظمہ سے حاجیوں کے چلے جانے کے بعد تاکہ حاجی نئے غلاف کو چھو کر اور چوم کر خراب نہ کریں جب نبی ہاشم کعبے کے متولی ہوئے تو آئینہ ذیجہ کو کعبے پر دیبا کی قمیص اور عاشورے کے دن ازار لٹکا لگے غلاف کا اوپر کا حصہ قمیص کہلاتا ہے اور نیچے کا حصہ ازار۔ ازرقی نے ایک حدیث بھی بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عاشورہ کے دن اعمال لمبہ کئے جاتے ہیں۔ کعبے پر غلاف ڈالا جاتا ہے اس دن کاروزہ اگرچہ فرض نہیں ہے مگر جو چاہے روزہ رکھ سکتا ہے۔

سہ حجاز میں اب بھی کئی بلور راکش و زیبائش استعمال کئے جاتے ہیں ایک اوسط درجہ کے حجازی کے دیوان خانے میں جگہ جگہ تیکڑے رکھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جو لوگ دیوار سے لٹکا لگا کر بیٹھتے ہیں ان کے علاوہ بیچ میں بیٹھے والوں کے لئے بھی ادھر ادھر کی کئی کئی کچھوٹے بڑے، دبیز، پتلے رکھے رہتے ہیں:

## (۷) زمانہ جاہلیت کے کہنہ غلاف

زمانہ جاہلیت میں عرب کبھے کے غلافوں کو اتارتے بھی نہ تھے پہٹی پرانی کسوٹیں بھی نئی کسوٹوں کے ساتھ لٹکی رہا کرتی تھیں۔ مگر ہم کو اس بات کا پتہ نہ لگا کہ آخر ان پر لائے غلافوں کا کیا حشر ہوا کرتا تھا۔ ممکن ہے یہ دھجیاں ہوا میں اڑتی اور مینہ کے پانی میں بہتی پھرتی ہوں یا منسل و قلابخ عرب ان کو بھی اپنی تن پوشی کے کام میں لے آتے ہوں۔

## (۸) زمانہ قریش میں غلاف کی تشددگی

آنحضرت کے جدا مجد حضرت عبد المطلب کے زمانہ تولیت میں ایک عورت غلاف کعبہ کو غو کی دھجی دے رہی تھی جس سے غلاف کعبہ جل گیا اور اس سے کبھے کی دیواروں اور چیمہ کو بھی نقصان پہونچا۔ قریش نے چندہ کر کے کعبہ تعمیر کیا اس تعمیر میں آنحضرت بھی شریک تھے اور حجر اسود کے نصب کرنے کے مطلق قحط قبائل میں جو فساد اس وقت برپا ہوا تھا وہ آنحضرت کے مکہ نامہ فیصلہ ہی سے فرو ہوا تھا۔ اس وقت آنحضرت کا سن مبارک بہ اختلاف روایت پندرہ یا پچیس سال کا تھا۔  
(توضیحا ملاحظہ ہو اس فقیر کی کتاب تاریخ حجر اسود)

# دوسری فصل

## آغاز اسلام میں غلاف کعبہ

### (۱) اسلام نے غلاف کعبہ کو کیوں جائز رکھا

اگر غلاف کعبہ کا موجد حضرت اسماعیل یا ایک موجد یہودی تبع اسعد عمیری بادشاہ بین کو تسلیم کیا جائے تو یہ رسم مشرکانہ تصور نہیں کی جاسکتی۔ اگر اس کا موجد عرب کے بت پرستوں کو تصور کیا جائے تو بھی اس میں کئی قسم کا شرک مضمر نہیں ہے۔ کعبہ کو عرب کے بت پرست بھی بت نہیں سمجھتے تھے اسلام سے پیشتر بھی دین ابراہیمی کے اصول سے کعبہ کی تعلیم کی جاتی تھی جو توحید پر مبنی تھی مگر امتداد زمانہ کے باعث مناسک حج کے ساتھ کفر و شرک کی رسمیں بھی مل گئی تھیں۔ کعبے میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہونے لگا تھا۔

جب آفتاب رسالت چمکا۔ کعبہ کے بت و عداوت گئے اور درو دیوار سے صدا اے  
 لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَكَ مَا يَشْرِكُونَ سُبْحَانِي دینے لگی تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
 کفر کی ان تمام رسموں کو جو مخرب اخلاق تھیں یا جن سے ایمان میں خلل آتا تھا قطع کر دیا اور صرف  
 ایسی رسموں کو جن سے مذہب و اخلاق پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا تھا بدستور قائم رکھا۔ چنانچہ خلاف کعبہ  
 اسوت کعبہ بھی انہیں رسموں میں سے ہے جو اگر چہ زمانہ جاہلیت کے عربوں میں بھی رائج تھی مگر جائز  
 و مباح سمجھی گئی۔ چونکہ کعبہ مکرر سب سے پہلا عبادت خانہ ہے جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے  
 زمین کے پردہ پر بنایا گیا ہے اس لئے بانی اسلام نے بھی آرائش و زیبائش کے واسطے صرف کعبہ ہی پر  
 غلاف ڈالنے کو جائز قرار دیا۔ کسی دوسری مسجد یاں تک کہ اپنی مسجد واقع مدینہ منورہ کے لئے بھی

اس کو مناسبت نہ سمجھا۔

یہ ملحوظ رہے کہ غلاف پہناتے سے نہ تو کعبہ کی پیش منقصود ہے اور نہ غلاف کی اور مسلمان ہر  
غلاف کعبہ کو تبرک سمجھ کر آنکھوں سے لگاتے ہیں اس سے دراصل رب کعبہ کی تعظیم مقصود ہوتی ہے غلاف  
کعبہ کو عزیز سمجھنا حقیقت میں خالصہ محبت کرنا ہے۔ غلاف کو حاجت روائیال نہیں کیا جاتا اور نہ اس کے  
ریشم کی چمک یا اس کے سنہری کام کی وجہ سے اس کو چومنے کے قابل سمجھتے ہیں۔

جابر کعبہ را کہ می بوسند      او نہ از کرم پیلہ نامی شد  
با عزیزے نشست روز چند      لاجرم ہجوا اگر امی شد  
اس بارے میں علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ:

ثُمَّ هَذَا التَّعْبَادُ لِلْكَعْبَةِ وَتَحْسِينُهَا - فَالْأَوَّلُ الْكُفْرُ عَلَى مَذْهَبِ الْأَسْلَامِ وَالثَّانِي

أَمْرٌ لَا بَأْسَ فِيهِ :

یعنی یہ دیکھنا چاہئے کہ کعبے پر غلاف کس نیت سے ڈالا جاتا ہے آیا کعبے کی پیش کے لئے یا اس کی  
آرائش کے لئے ؟ اگر عبادت و پیش کی نیت سے ڈالا جاتا ہے تو مذہب اسلام کی رو سے کفر ہے  
اور اگر زینت کے واسطے کعبے کو غلاف پہناتے ہیں تو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ پس یہ ہر مسلمان  
جانتا ہے کہ کعبے کو لباس پہنا نا محض اس کی زینت و آرائش کے خیال سے ہے نہ کہ اس کی  
عبادت کے واسطے۔

## (۲) غلاف کعبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام میں

عام مورخ یہ کہتے ہیں کہ سیدہ ہجری میں جب مکہ منقطع فتح ہو گیا اور فناء کعبہ بلا شرکت  
غیر مسلمانوں کا معبرہ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے پر مین کے دلہن دار باریک کپڑے کا جسے جرہ  
کہتے تھے غلاف ڈالا۔ سر سید احمد خاں مرحوم کو اس روایت سے اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں :-

اگرچہ کتابوں میں روایتیں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کے بعد انوکھ سیدتی  
وغیرہ خاندان نے کعبے پر غلاف پہنا دیا مگر ہم کو جہاں تک شبہ ہے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

فضل کی نسبت شبہ ہے کیونکہ جو روایتیں اس باب میں ہیں وہ درجہ ثبوت کو نہیں پہنچیں بایں ہر  
ان کے تسلیم کر لینے میں کچھ زیادہ بحث نہیں ہے۔“

خطبات احمدیہ مطبوعہ دہلی پر ستمبر ۱۹۳۹ء

آنحضرت صلعم کے زمانہ میں حسب دستور قدیم عاشورہ کے دن غلاف ڈالا کرتے تھے۔

## ۱۳) غلافِ راشدین کے زمانہ میں غلاف

حضرت ابو بکرؓ نے بھی بیت المال سے جرہائی کا غلاف چڑھایا تھا حضرت عمرؓ اپنے عہد  
خلافت میں موضع قبطنیہ واقع مصر کے بنے ہوئے سن کے کپڑے کا جسے قباطی کہتے تھے غلاف ڈالنے لگے۔  
حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں سال میں دو بار کبے پر غلاف ڈالا جاتا تھا ایک مرتبہ جازو  
میں اور ایک مرتبہ گرمی میں گرمیوں میں عہد سن کے کپڑے کا جوڑا چڑھایا جاتا تھا اور جازو میں  
دوبارہ کبے کا ایک ازار اور برقع کے پہنائی جاتی تھی۔ غلاف کعبہ کا بالائی حصہ تھیں کہلاتا ہے  
اور نیچے کا حصہ ازار۔ باب کعبہ کے پردے کو برقع کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل آگے آئے گی۔

حضرت عمرؓ پر سال ایک نیا غلاف ڈاکر پرانا غلاف حاجیوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے حضرت  
عثمانؓ نے بھی کچھ دن تک یہی عمل جاری رکھا لیکن ایک مرتبہ غلاف کعبہ کا ٹکڑا کسی ناپاک عورت  
پاس دیکھ کر اس خیال سے کہ ہر کس و ناکس کو غلاف تقسیم کر دینے سے غلاف کی بے حرمتی ہوتی ہے  
غلاف کے دفن کر دینے کا حکم دیا لیکن ام المومنین حضرت عائشہؓ کے اس فتویٰ پر کہ:

”غلاف جب کبے سے علحدہ کر دیا گیا تو ہر پاک و ناپاک اس کو چھو سکتا ہے اور دفن کر دینے سے:

بہتر یہ ہے کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت غریب حاجیوں میں تقسیم کر دی جائے۔“

(الاعلام باعلام بیت اللہ الحوام عربی مطبوعہ مکہ معظمہ)

حضرت عثمانؓ نے غلاف کا دفن کر دینا موقوف کر دیا اور اس کو فروخت کر کے قیمت

غریبوں میں تقسیم ہونے لگی۔ اگلے زمانہ میں کبے سے اس کے پرانے غلاف علحدہ بھی نہیں کئے جاتے  
تھے حضرت عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے صرف دو پرانی کسوٹیں باقی رکھ کر تمام غلاف علحدہ کرادیے

اس کے بعد پرانے خلاف تھوڑے تھوڑے غلطیوں سے جانے لگے۔ تاہم بالائتزام قدیم غلافون کو اتارا نہ جاتا تھا۔ از رتی کتاب ہے کہ سنہ ہجری سے سنہ ہجری تک یعنی تینتالیس برس میں جو غلاف کہے پر ڈالے گئے ان کی تعداد (۱۷۰) تھی۔ غالباً یہ تعداد سالہ غلافون کی نہ ہوگی بلکہ اس میں وہ پارچے جو کبھی پرچہ لٹے جاتے تھے اور قربانی کے جانوروں کی جھولیں بھی شامل ہونگی جن کا ذکر آگے کیا جاتا ہے۔

## (۴) قربانی کی جھولیں خلاف کتبہ

تاریخ از رتی میں ہے کہ عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ عرقیہ کے دن لوگ حبیب اور اصحاب نے تو قربانی کے جانوروں پر قبالی اور دوسری قسم کے کپڑے ڈالتے اور قربانی کے دن وہ کپڑے غلافوں کے کپڑے شیبہ بن عثمان کلید بردار کعبہ کے پاس کبے پر ڈالنے کے لئے بھیج دیا کرتے۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ وہ اپنے

سے عبداللہ حضرت عمر کے فرزند ہیں۔ اہل سنت کی کتاب احادیث میں دو ہزار سے زائد حدیثیں ان سے روایت کی گئی ہیں۔ اس سے اس حجاج بن یوسف کے اثناف کے شخص نے انکو نہر آلودہ خیرے بھی کیا تھا جس سے یہ جان برہنہ کے اوپر ہی برس کا عمر میں مقام مکہ منظرہ وفات پائی ہے۔ سنہ ۷۰ یعنی وفات میں قیام کا دن جو ان کے زمانہ ہے۔ وفات مکہ منظرہ سے انکو اس ایک بار چھوٹا کو باجی اسکے داس میں اور اس بہادر پیراں آفتاب کے بعد سے سب تک قیام کر کے توبہ واستغفار کرتے رہے ہیں۔ جل وفات پر غلبہ بھی ہوتا ہے جو کوئی سارا بے تن بچے شریعہ کو کر سہ سہ ہوتا ہے۔ اسے احرام کٹوانی معنی حرم میں داخل ہونے کے میں شرعی اصطلاح میں ان دو چادروں کو کہتے ہیں جو جدو دردم میں داخل ہونے سے قبل حاجی ایک بڑا تہمت باندھ لیتے ہیں اور ایک اور باندھ لیتے ہیں۔ اول یعنی حلال خیرین مثلاً سے ہوئے کپڑے، عطر و حجاب، ٹوپی، عمار وغیرہ اپنے احرام قرار دیتے ہیں۔ حج کے بعد احرام کو لایا جاتا ہے۔ غرض اس سے اپنے نفس پر قابو حاصل کرنا اور ایرون غریبوں میں مساوات قائم کرنا ہے تاکہ سب ایک حالت میں نکلے سر خدا کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی سزا منی مانگیں۔

سنہ قربانی کا دن بالخصوص دسویں ذی الحجہ اور یوں تو بارہویں تک کہ جتنی بھی ہے۔ قربانی مقام منظرہ میں کی جاتی ہے۔ جبکہ منظرہ چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ حاجی بیان دسویں سے بارہویں تک کہ جتنی بھی ہے۔ قربانی کو قربانی کے بعد لواتے ہیں۔ مکہ منظرہ آکر پھر منظرہ پہلے جاتے ہیں۔

سنہ آخرت سے فریخ کہ مکہ کے بعد کبھی کبھی چوبیسہ عیش کے لئے عثمان بن ملوک کے سپرد فرمائی تھی۔ ان کے فرزند شیبہ بن عثمان نے بھی جو امیر معاویہ کے زمانہ میں کلید بردار کعبہ تھے۔ کہتے ہیں کہ اب تک انہیں کی اولادیں چلی آ رہی ہے۔ یہ لوگ بنی شیبہ کہلاتے ہیں۔ مختصراً ان کو شیبہ بھی کہتے ہیں۔



# تیسری فصل

## (۱) خلافت بنی امیہ میں غلاف کعبہ

خاندان بنی امیہ کے پہلے خلیفہ امیر معاویہ نے اولاً کئی سال تک قباطی اور مصری سن کے کپڑے کا غلاف بھیجا بعد میں بُردیا بنی کا۔ ان کے زمانہ میں عموماً سال میں دو غلاف چڑھائے جاتے تھے ایک عاشورہ کے دن یعنی دسویں محرم کو دیا کا۔ دوسرا ۲۹ رمضان کو قباطی کا۔ قطب الدین مکی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ نے دیا کا قباطی اور سین کی دلمہ ریدار چادرون کی کسوٹ بھیج کر شیبہ بن عثمان کلید بردار کعبہ کو حکم دیا کہ کعبہ کا پرانا غلاف اتار کر اُس کی دیواروں کو عطر وغیرہ سے معطر کرے اور پھر نیا غلاف ڈالے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

امیر معاویہ کے بعد یزید نے اپنے عہد حکومت میں دیا کا غلاف ڈالا تھا۔ اس کے بعد دوسرے خلفائے بنی امیہ کے زمانہ میں دو غلاف ڈالے جاتے تھے ایک دسویں محرم کو دوسرا ۲۹ رمضان کو اور اُس زمانہ میں یہ بھی دستور تھا کہ ترویہ کے دن یعنی ۸ ذی الحجہ کو اس خیال سے کہ سب لوگ عرفات پہلے جاتے ہیں۔ غلاف کو کوئی پہاڑ نہ لے اہل غلاف نکال کر سفید کپڑے کا سادہ غلاف ڈال دیا جاتا تھا۔ پھر دسویں ذی الحجہ کو اہل غلاف اڑا دیتے تھے۔ اس کے بعد غلاف کا اوپر کا حصہ جسے قمیص کہتے ہیں اور نیچے کا حصہ جو ازار کہلاتا ہے دونوں سی دے جاتے تھے۔ دیا کا غلاف آخر رمضان تک

۱۔ امیر بن عبد اللہ بن مسعود کے پرداد حضرت ہاشم کا بھتیجا تھا اسکی اولاد بنی امیہ کہلاتی ہے۔ اس خاندان میں ۱۱۰ سال سے ۱۱۱ سال تک (۹) برس خلافت رہی اور کل ۱۴۸ خلیفہ یا بادشاہ ہوئے۔ اُن کا پای تخت دمشق تھا۔

۲۔ نوین ذی الحجہ کو میلان عرفات یا جبل عرفات پر حاجیوں کا قیام حج کا بڑا ارکان ہے جس کے لئے اہل نوین ذی الحجہ کو تمام حاجی اور ہر گز کے مکران روانہ ہو جاتے ہیں اور اُن کے گردان پر مکر صبح دس گیارہ بجے تک غلات پہنچ جاتے ہیں بعض حاجی منہ نہیں بغیر لہرے جو آہوین تیار ہی کو عرفات پہلے جاتے ہیں مگر سنت منہ کا قیام ہے۔ ان تاریخوں میں چونکہ مکہ تقریباً غلی ہو جاتا ہے اس وجہ سے غلابیت اللہ کی کافی حفاظت نہیں ہو سکتی

رہتا تھا۔ پھر عید کے لئے ۹ رمضان کو قباطی کا غلاف ڈالتے تھے عبد الملک بن مروان جو ۶۶۱ ہجری سے  
۶۸۰ ہجری تک حکمران رہا۔ دیا کا غلاف ڈالا کرتا تھا خلافت نبی امیہ میں کبھی نابھہ وقت کے علاوہ  
دوسرے لوگ بھی نذر ماکر غلاف ڈالا کرتے تھے۔

## (۲) عبد اللہ ابن سیر کا غلاف کعبہ

۶۱۳ء میں یزید نے مکہ فتح کر لئے اور عبد اللہ بن سیر کو مطیع کرنے کے لئے عیین بن نیر کی  
ماتحتی میں ایک فوج کے بھیجی عبد اللہ بیت اللہ میں پناہ گزین ہوئے جس نے کوہ اوفیس پر متحقیق  
الغضب کی جس سے پتھر اور پتی ہوئی رال کعبے تک پہنچی اور کعبے کی لکڑیاں اور غلاف تل گیا۔ یزید کے  
مرنے کی خبر سنکر جب عیین واپس ہو گیا تو عبد اللہ بن سیر نے بنیاد ابراہیم علیہ السلام پر از سر نو کعبہ تعمیر کیا  
اور جب یہ عمارت بنکر تیار ہو گئی تو ۲ رجب کو مشک و عنبر سے کعبے کی دیواروں کو اندریا بہر سے لپیٹ کر  
دیا کا غلاف ڈالا۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے انہیں نے کعبے پر دیا کا غلاف ڈالا تھا۔

ابو عبد اللہ کے والد سیر حضرت سلیمان کے چھوٹی زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ اسماء بنت ابوبکرؓ اور خالہ بنت عائشہؓ تھیں۔ سیر کو  
کر بلا کے بعد یہ مدینے سے مکہ منظر پہلے گئے تھے اور اہل تجار وین و عراق نے ان کو ذبیحہ تسلیم کر لیا تھا۔ یزید کے مرنے کے بعد جب طاعت  
آل مروان میں منتقل ہوئی تو عبد الملک بن مروان کو ان پر مسد ہوا میں کی وجہ یہ تھی کہ اہل شام جو حج کے لئے آیا کرتے تھے وہ اکثر  
عبد اللہ بن سیر کی معیت کر لیا کرتے تھے۔ اس لئے اس نے شامیوں کے لئے حج کی ممانعت کر دی اور اس کی تلافی کے لئے دمشق کی اسوی  
میں کعبے کا جواب تعمیر کیا جس کے طواف کے فضائل طواف کعبہ کے مثل بیان کئے گئے۔ بالآخر جب اس سے بھی غرض پوری طرح مائل نہ ہوئی  
تو ۳۰ ہجری میں دمشق سے ایک فوج حجاج بن یوسف کی ماتحتی میں مکہ منظر بھیجی جس نے کعبے کا حواصہ کیا اور حجت اڑائی  
بعد عبد اللہ بن سیر بہتر برس کی عمر میں دس گیارہ برس کی پڑا آشوب خلافت کے بعد بڑی شجاعت کے ساتھ مدینہ ان جنگ  
میں مارے گئے پڑے

سلاہ ابوقیس مکہ خطبہ میں بیت اللہ سے متصل ایک پہاڑ ہے۔ بیت اللہ سے چوٹی تک کوئی ایک میل ہو گا۔ بیان سے فائدہ  
کعبہ کی چہیت پوری نظر آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ سجزہ شوق القمرا سی پہاڑ پر ہوا تھا۔ آج کل اس پہاڑ کی کیفیت ایک محلے کی سی ہے  
اس پر بہت سے مکان بنے ہوئے ہیں پڑے

# یوحیٰ مصل

## (۱) خلافت عباسیہ میں خلافت کعبہ

ملک حجاز بنی امیہ کے بعد بنی عباس کے زیر نگین آیا اور ۱۳۲ھ سے ۱۶۱ھ ہجری تک کوئی سوا پانویس ان کی حکومت عربیں الشریفین پر رہی۔ خلافت عباسیہ کا پایہ تخت بغداد تھا جب تک خلفائے عباسیہ کا اثر و اقتدار حجاز پر باقی رہا۔ یہ برابر خلافت بھیجتے رہے ان کے زوال و کمزوری کے زمانہ میں بعض بعض اوقات سلاطین مصر بھی خلافت بھیجتے تھے کبھی یمن سے بھی آجاتا تھا۔ اوائل سلطنت عباسی میں سال میں کئی کئی بار بھی کعبہ کو خلافت اڑایا جاتا تھا اور پرانے خلافت کو پابندی کے ساتھ سال کے سال کعبہ سے اتارتے بھی نہ تھے۔ چنانچہ ۱۶۱ھ ہجری میں ابو عبد اللہ محمد بن خلیفہ بغداد کو جب کلید برداران کعبہ نے اس کی اطلاع دی اور وہ خود حج کو آیا تو اس نے یہ حالت دیکھی کہ کعبہ پر خلافت کی اتنی تہہ چڑھ گئی ہیں کہ ان سے دیواروں کے گرنے کا خوف ہے۔ اس نے تمام پرانے خلافت کو نکال دینے کا حکم دیا کعبہ کی دیوار میں مشک و عنبر و گلاب سے لپی گئیں اور خوشبودار عرقوں کے شیشے دیواروں پر چھڑکے گئے۔ پھر تین خلافت ایک مصری کپڑ کا۔ دوسرا حریر کا۔ تیسرا اویسیا کا کعبہ پر ڈالے گئے۔

(الاعلام عربی مطبوعہ قاہرہ ص ۱۱۳)

## (الف) خلیفہ مہدی کا خلافت

فارسی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے مہدی عباسی کے زمانہ کا خلافت کعبہ کا ایک ٹکڑا دیکھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔

لے آنحضرت مسلم کے چچا حضرت عباس کی اولاد بنی عباس کھلاتے ہیں :

۱۵۸ھ مہدی کی حکومت ۱۵۸ھ ہجری سے ۱۶۱ھ ہجری تک رہی۔

ثم امر به عبد الله المهدي محمد امير المؤمنين عليه السلام محمد بن سليمان ان يصنع من طراز تنين كقوة الكلب  
على يد الخطاب بن مسلم عالم سنة تسع وخمسين ومائة

يعني خدا کے بندے امیر المؤمنین مہدی محمد نے اللہ اُس کی اصلاح فرمائے کھٹکے ہجری میں محمد بن سلمان  
کو حکم دیا کہ خطاب بن مسلم عامل کے ذریعہ سے شہر تنیس کی ساخت کا غلاف کعبہ تیار کر لایا جائے۔  
فاکھی کہتے ہیں کہ میں نے مہدی کے زمانہ کا ایک اور بھی ٹکڑا دیکھا تھا جس پر یہ عبارت لکھی تھی۔  
”بسم الله بركة من الله بعبد الله المهدي محمد امير المؤمنين اطال الله بقاءه مما امر به اسماعيل بن

ابراهيم ان يصنع من طراز تنين على يد الحكم بن عبيدة سنة اثنين وستين ومائة“

یعنی خدا کی برکت امیر المؤمنین مہدی محمد پر ہوا اور خدا اس کی عمر و راز کرے (اس کے زمانہ میں) اسماعیل بن  
ابراہیم نے سلسلہ ہجری میں حکم بن عبیدہ کو حکم دیا کہ تنیس کا بنا ہو غلاف ڈالا جائے تنیس مصر کا  
ایک قصبہ ہے جہاں کا کثیر اُس زمانہ میں مشہور تھا۔  
(رہلۃ الحجاز یہ عربی)

## (ب) ہارون الرشید کا غلاف کعبہ

فاکھی نے غلاف کا ایک ٹکڑا ہارون الرشید کے زمانہ کا بھی دیکھا تھا جس پر سب ذیل  
عبارت تھی۔

”بسم الله بركة من الله خليفته الرشيد عبد الله هارون امير المؤمنين اكرمه الله مما امر به الفضل بن  
بريج ان يعلى من طراز قوّة سنة اثنين ومائة“

یعنی بسم اللہ بندہ خدا امیر المؤمنین خلیفہ ہارون الرشید کو اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس کو معزز فرمائے  
سلسلہ ہجری میں اس نے فضل بن ربیع کو حکم دیا کہ قوۃ کے کپڑے کا غلاف بنایا جائے۔  
(رہلۃ الحجاز یہ قدوسی عباس حلی پاشا مطبوعہ مصر)

## (ج) مامون الرشید کا غلاف کعبہ

مامون الرشید خلیفہ بغداد کے زمانہ میں جس کی حکومت ۱۹۸ھ ہجری سے ۲۱۸ھ ہجری تک

۱۹۸ھ ہارون الرشید کا چھ حکومت ۲۱۸ھ ہجری سے ۲۳۸ھ ہجری تک: ۲۳۸ھ فضل بن ربیع اس زمانہ میں علاقہ مصر کا گورنر تھا  
۲۳۸ھ غالباً قوۃ یا تیس ایک ہی قصبہ کا نام ہے جو مصر میں اپنی صنعت پارچہ کے لئے مشہور تھا

بڑی سال میں تین بار غلاف ڈالا جاتا تھا۔ ایک آٹھویں ذی الحجہ کو سرخ اطلس کا۔ دوسرا یکم ربیع کو موضع قبطیہ واقع مصر کے بنے ہوئے کپڑے قباطی کا۔ اور ۹۲۰ م رمضان کو عید کے موقع پر سفید اطلس کا جب مامون کو یہ اطلاع ہوئی کہ سال میں تین دفعہ بدلنے کے باوجود بھی غلاف پہٹ جاتا ہے تو اس نے سرخ اطلس کی ایک قمیص اور ایک نئی ازار اور بڑا دی۔

(الاعلام عربی مطبوعہ قاہرہ صفحہ ۳۶۱)

فاسی کہتے ہیں کہ میں نے قباطی مصر کا ایک ٹکڑا وسط کعبہ میں دیکھا اس پر باریک سیاہ خط میں یہ عبارت لکھی تھی :-

”تمنا امرء امیر المؤمنین المامون سنۃ ست وایئین“

یعنی امیر المؤمنین مامون نے ۲۶۶ ہجری میں اس کی تیاری کا حکم دیا۔

### (۷) خلیفہ جعفر متوکل علی اللہ کا غلاف

جعفر متوکل خلیفہ بعد از جس کا زمانہ ۲۳۲ ہجری سے ۲۴۷ ہجری تک ہے ہلال ماہ ربیع قبل کہے پر سرخ اطلس کی ازار ڈالا کرتا تھا جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ مابجوں کے چھوٹنے سے وہ خراب ہو جاتی ہے تو اس ازار کے علاوہ دو ازاریں اور بڑا دیں اور قباطی کی قمیص پر سرخ اطلس کا حاشیہ لگا کر اس کو فرش تک پہنچا دیا۔ آخر میں ہر دو مہینے کے بعد غلاف صیغنے لگا۔ اس طرح سال میں چھ غلاف پڑنے لگے۔ یہ عمل ۲۳۷ ہجری تک جاری رہا۔ جب خدام نے دیکھا کہ ازار ثانی کی ضرورت نہیں ہے تو انہوں نے اس کو کعبے کے صندوق میں رکھ دیا اور خلیفہ کو لکھا کہ صرف ایک زار مع حاشیہ و قمیص کے کافی ہے۔ اس کے بعد سے صرف ایک ازار آنے لگی اور تیسرے مہینے کعبے پر ڈالی جاتی تھی۔

(ازرقی و الاعلام وغیرہ)

### (۸) خلیفہ معتضی الامر اللہ کا غلاف کعبہ

تیسری صدی ہجری کے وسط سے چھٹی صدی ہجری کے وسط تک ہم کو خلفائے عباسیہ کے غلافوں کی کیفیت نہیں معلوم ہوئی لیکن اس عرض مدت میں عباسی خلفائے بغداد کی سلطنت

بہت صحیفہ ربی اور تیسری صدی کے وسط میں ان کے حریف مصر کے خلفائے بنی فاطمہ بھی پیدا ہوئے تھے اس وجہ سے پابندی کے ساتھ بغداد سے خلافت کعبہ کی روانگی عمل میں نہیں آتی تھی، غرض کہ اس زمانہ میں کبھی مصر سے اور کبھی بغداد سے خلافت آتا رہا اور اندازہ یہ ہوتا ہے کہ ۳۶۳ھ سے ۳۶۶ھ تک مصر سے ہی خلافت کعبہ آیا اس کے بعد پھر بغداد سے آئے لگا۔

فارسی کا مشہور شاعر ملک الشعراء افضل الدین خاقانی جس کی وفات ۵۹۰ھ یا ۵۹۱ھ میں ہوئی خلیفہ متقی لاهر الدہ کے زمانہ میں جو ۵۸۲ھ ہجری سے ۵۸۵ھ ہجری تک ہے حج کو گیا تھا اس وقت غالباً طیفہ مذکور نے ہی خلافت ڈالا تھا۔ اس کا رنگ سرخ تھا جیسا کہ خاقانی کے اس شعر سے ظاہر ہے جو اُس نے اپنی مثنوی تحت العراقین میں کعبہ کو مخاطب کر کے کہا ہے۔

دارندہ ہاشمی شکاری

بس بابر رو میسان چہ داری

عباسیوں کا جو ہاشمی تھے سیاہ بانا تھا اور رویوں کا سرخ۔

## (۹) ناصر لدین اللہ کا خلافت کعبہ

ناصر لدین اللہ خلیفہ بغداد جس کا عہد سلطنت ۵۸۵ھ ہجری سے ۵۹۲ھ ہجری تک ہے ابتدا میں سبز خلافت سمجھا کرتا تھا اس کے بعد سیاہ خلافت بھی لینے لگا۔ ابن جبیر نے ۵۸۹ھ ہجری میں حج کیا تھا اُس وقت بغداد پر ناصر لدین اللہ حکمران تھا۔ اس کے خلافت کی تفصیل ابن جبیر نے یہہ کی ہے۔

یہ خلافت بہت سبز تھا اور اس پر سرخ خطوط تھے مقام ابراہیم کی سامنے والی دیوار کے

۱۔ ان کا ذکر ایک علیحدہ فصل میں کیا گیا ہے نہ ۲۔ حضرت ہاشم انحضرت کے پرداد اور عباس عم رسول کے دادا تھے ۳۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے کعبہ تعمیر کیا تھا اور اس پتھر سے سیرٹی کا کام لیتے تھے۔ اس پر حضرت ابراہیم کے دو لبون قدموں کے نشان ہیں اور کعبہ کے دروازے سے چندہ میس گز کے فاصلہ پر ہے ایک قبے میں خطوط ہیں مقام ابراہیم محلے کا کام دیتا ہے۔ حاجی اس کے متعلق کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں جب بیت اللہ میں دوسرے محلے تھے استنبی ایک مصلیٰ تھا۔

پردے پر جس میں کعبہ کا دروازہ نصب ہے بحکم اللہ کے بعد ان اول بیت وضع للناس لعلہم یرجعوا  
 چاروں پر دون پر خلیفہ کا نام اور اس کے حق میں دعائیں تحریر ہیں ان تحریروں کے گرد دوسرے  
 جلدولین ہیں ان میں سفید سفید دائرے ہیں دائروں کے اندر بار یک حرفوں میں آیات قرآنی  
 اور خلیفہ کے حق میں دعائیں تحریر ہیں۔ ان پر دون میں کتبہ شریف کا جمال ایسا نظر آتا ہے کہ یاد  
 کو سزا طس کا لباس پہنا دیا (سفرنامہ ابن جبیر ص ۱۵۵)

ابو عبد اللہ محمد الشریف اور یسی مشہور عالم جغرافیہ جس کی وفات تقریباً ۱۰۶۷ء ہجری میں ہوئی اپنی  
 کتاب نزعتہ المشتاق میں لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ میں سیاہ ریشی کپڑے کا غلاف ڈالا جاتا تھا اور  
 ہر سال خلیفہ بغداد اس کی تجدید کرتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ چھٹی صدی کے آخر میں بغداد ہی سے  
 غلاف آیا کرتا تھا اور ناصر لدین اللہ اول اسے بھیجتا تھا پھر سیاہ بھیجنے لگا تھا۔

## (۲) عہد عباسی میں بعض سلاطین و امراء کے غلاف

اسی زمانہ میں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کبھی کبھی عباسی خلفاء کے گورنر بھی یہ اجازت خلیفہ وقت  
 بہ نظر عقیدت کعبہ پر غلاف ڈال کرتے تھے کبھی دوسرے حاکمات کے سلاطین و امراء کعبہ کے لئے غلاف  
 بھیجا کرتے تھے بعض اوقات قزوین و سرکشی کے اہلکار کے لئے باغی دربار بھی غلاف بھیجا کرتے تھے۔ ذیل  
 میں تینوں قسم کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں:-

### (الف) فضل بن سهل اور طاهر بن حسن کا غلاف کعبہ

فاہری نے اپنی تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ بنیہ خانہ کعبہ کے رکن غربی کے متصل ایک غلاف

۱۔ پوری آیت یہ ہے۔ ۱۰۲ اول بیت وضع للناس الذی بیکلہ مبادکوا و صلی اللعالمین ۛ

یعنی پہلا گھر جو عبادت کی غرض سے لوگوں کے واسطے بنایا گیا اور جو اہل عالم کے لئے موجب برکت و ہدایت ہے۔ وہ کعبہ  
 میں ہے:-

دیکھا جس پر یہ عبارت لکھی تھی۔

”علاء بن ابی مرثدہ السمری بن الحکم وعبد العزیز بن وزیر الجردی بامر الفضل بن سهل ذی ریاستین طاهر بن الحسین سنہ سبعہ و تسعین و مائتہ“

یعنی فضل بن سهل ذی ریاستین (دو ریاستوں کے والی) اور طاهر بن حسین کے حکم سے ۱۹۷ء ہجری میں سمری بن حکم اور عبد العزیز بن وزیر الجردی نے اس کی تیاری کا حکم دیا۔

## (ب) ابو السرایا کا غلاف کتبہ

امون الرشید کے عہد میں ۱۹۹ء ہجری میں جب محمد بن ابراہیم طبا طبائے خروج کیا تو ان کی مدد کے لئے قبیلہ بنی شیبان کے ایک معزز سردار ابو السرایاؒ اہل کھڑا ہوا اور بہت سے علاقے فتح کر لئے۔ چند روز بعد حبیب یکا یک محمد کی وفات ہو گئی تو اس نے محمد بن حمید کو

سلطنت بن سہل خلیفہ امون الرشید کی طرف سے ہدان سے بت تک اور بحر فارس سے دلم و گرگان تک دو ریاستوں کا گورنر تھا اس وجہ سے اس کا خطاب ذی ریاستین تھا۔ ۱۹۷ء ہجری میں اس کو کسی نے تمام منس واقعہ عراق قتل کیا:

۱۹۷ء طاهر بن حسین خلیفہ امون الرشید کی جانب سے لے۔ ابواز۔ واسطہ مدائن و غیرہ پر حکم تھا۔ اس نے امون کو حصول سلطنت میں بڑی مدد دی تھی۔

۱۹۷ء محمد بن ابراہیم کا نسب یہ ہے۔ محمد بن ابراہیم بن اسامیل بن ابراہیم بن حسن شہنشاہ بن امام حسن بن علی بن ابی طالب ابراہیم کو طبا طبائے اس وجہ سے کہتے تھے کہ بچپن میں قتل تلاتے تھے اور ایک مرتبہ قبا کو طبا طبائے کہتا تھا جب سے ان کا نام طبا طبائے کیا ان کی اولاد والے سید طبا طبائی کہلاتے ہیں۔ محمد بن ابراہیم کا طریق زید یہ تھا۔

۱۹۷ء ابو لغد مورخ کا بیان ہے کہ محمد بن ابراہیم کو ابو السرایا نے ہی زہر دیا تھا وہ پوری طرح اس کے قابو میں نہ تھے اور یہ پاتا تھا کہ امام اس کے ماتحتوں میں کٹ پتلی بنا رہا ہے۔

۱۹۷ء زید شہید امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند تھے کہ بلا میں ایک برس کے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سال بعد چھ لڑکے لائے میں زمانہ شہام بن عبد الملک انہوں نے خروج کیا تھا تیس ہزار شیعیان کے جھنڈے لے آئے ہو گئے تھے کہ یہ معلوم کر کے کہ حضرت زید علیہ السلام نے شہادت دی تھی کہ تیس ہزار آدمی ان کا ساتھ ہو کر چلے گئے اور کوئی چھوٹا بچہ تک کل اور دوسرے جان نثار ان کے پہلو رہے۔ زید بڑی مردانگی سے ۱۹۷ء میں مدائن میں شہید ہوئے وقت شہادت ان کی عمر بائیس برس کی تھی ان کے پیرو زید کہلاتے ہیں حضرت زید کے بعد شہام کہے ہوئے مجاز و حسن خیر حاکم اب بھی بہت سے لوگ زید یہ طریق کے پابند ہیں۔



کو امیر بنایا اور کو خیمیں امام علی رضا علیہ السلام کے نام سے درم و دینار چلائے۔ زید بن موسیٰ کاظم کو بصرہ و اہواز کا گورنر مقرر کیا۔ ابراہیم بن موسیٰ کاظم کو مین کا اور حسین بن جن بن امام زین العابدین کو مکے کا والی بنایا انہوں نے کہے کے تمام پرانے غلاف نکال کر شنبہ کے دن یکم محرم سنہ ہجری کو اُون اور ریشم طے ہوئے کپڑے کے زرد و سفید دو غلاف کبے پر ڈالے اور ان دونوں کے درمیان حسب ذیل عبارت لکھی:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم صلی اللہ علی محمد و علی اہل بیتہ الطاہرین الاخیار امر ابو السرایا الاصغر الافضل  
دائماً علی محمد یعمل عندہ الکسوة لبیت اللہ الحوام“

یعنی خدا کا درود محمد پر اور اُن کے طیب و طاہر و نیک اہل بیت پر حسب الحکم ابو السرایا الاصغر اہل بیت اللہ پر غلاف ڈال کر لوگوں کو محمد لطباہانی کی بیعت کیلئے دعوت دی جاتی ہے۔

ابو السرایا کا دور دورہ کوئی دس مہینے رہا جب سنہ ہجری میں وہ نہروان کے قریب ایک بڑی لڑائی میں مارا گیا تو اہل حجاز نے محمد بن جعفر صادق کو امیر المؤمنین بنایا فتنہ و فساد فرو ہو جانے کے بعد مامون الرشید نے بھی ان کو بحال رکھا اور حسین نے جن کو حسین طالبی بھی کہتے ہیں انکی بیعت کر لی۔

## (ج) علی بن محمد اہل صلیحی کا غلاف

علی بن محمد اہل صلیحی جو زمانہ حاکم بامر اللہ مستنصر عبیدی میں والی مکہ و مین تھا اس نے بھی

۱۰ امام علی رضا علیہ السلام سلسلہ اثنا عشری کے اعتبار سے آٹھویں امام ہیں علیف مامون الرشید نے ان کو اپنا ولی عہد بھی مقرر کیا تھا مگر مامون الرشید سے قبل سنہ ہجری میں انکی شہادت واقع ہوئی اور طوس میں دفن ہوئے ۱۱ زید بن موسیٰ کاظم نے عباسیوں کے اس قدر مکان جلائے تھے کہ ان کا نام زید الناصر مشہور ہے۔ یہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند تھے جو سلسلہ اثنا عشری کے ساتویں امام ہیں ۱۲ ابراہیم بن موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مین میں عباسیوں کا قتل عام کرایا تھا اس وجہ سے ان کو ابراہیم مدار کہتے ہیں مدار کے معنی بہت قتل کرنے والے کے ہیں ۱۳

۱۴ حاکم بامر اللہ کا زمانہ سنہ ہجری سے سنہ ہجری تک ہے ۱۵

۱۶ مستنصر بامر اللہ سنہ ہجری سے سنہ ہجری تک مکران رہا ۱۷

۱۸ حضرت عبید اللہ صہدی کی اولاد میں ہونے سے ان سلاطین کو صہدی کہتے ہیں ۱۹

~~~~~

۴۵۵ء ہجری میں کعبہ پر سفید اطلس کا غلاف ڈالا تھا۔

### (د) محمود بن سبکتگین غزنوی کا غلاف کعبہ

محمود بن سبکتگین کو خلیفہ بغداد قادر باللہ سے بڑی عقیدت تھی ہمیشہ اس کی اطاعت کا اظہار کیا کرتا تھا اور تحفہ و زلفہ اس کے پاس بھیجا کرتا تھا خلیفہ نے اس کو سلطان کا لقب اور ابن المسلمۃ و یمن الدولہ کا خطاب بھی دیا تھا۔ محمود نے ۴۶۶ء ہجری میں زرد اطلس کا غلاف بچوایا تھا۔

### (ه) ابونصر استرابادی کا غلاف

استراباد کے کسی امیر یا رئیس ابونصر نے ۵۱۶ء ہجری میں ہندوستان کے سفید کپڑے کا غلاف پہنایا تھا۔ اس ابونصر کا ہم کو پتہ نہ لگا کہ یہ کون شخص تھا۔

### (و) ابوالقاسم رامتی کا غلاف کعبہ

شیخ ابوالقاسم رامتی جس کا رابطہ کے میں مشہور ہے اور ابن جبیر کے زمانہ تک جس کا بنوایا ہوا ایک معین بھی کعبہ میں موجود تھا۔ عجم کے کسی بادشاہ کا وزیر تھا قطب الدین کی نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کئی جگہ کیا ہے یہ بڑا بافیض شخص تھا اس نے ۵۳۲ء ہجری میں دہلی دار کبرے کا جسے جرات کہتے ہیں غلاف ڈالا تھا جس کی قیمت چار ہزار یا اٹھارہ ہزار دینار تھی۔  
(تاریخ کامل ابن اثیر)

### (ز) منصور بن زبج کا غلاف کعبہ

۶۱۳ء ہجری میں منصور بن زبج شیخ الحرم مکہ نے زمانہ خلیفہ ناصر الدین اللہ سیاحہ زنگ کے سوئی کپڑے کا غلاف کعبہ پر ڈالا تھا۔

لے کثرت شہرت کی وجہ سے محمود غزنوی سے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے تہذیب و تہاں کے طے اور فردوسی کا قصہ سب کو یاد ہے محمود کی سلطنت ۴۸۶ء ہجری سے ۵۱۵ء تک رہی۔

## (ح) ملک المجاہد کا غلاف کعبہ

سلسلہ ہجری میں ملک المجاہد علی بن موید سلطان مین نے جس کا زمانہ حکومت ۷۲۱ء سے ۷۶۴ء ہجری تک ہے ارادہ کیا تھا کہ سلطان مصر کے غلاف نکلا کر اپنا غلاف ڈالنے والی مکہ نے اس کی اطلاع سلطان مصر ملک الناصر نصیر الدین بن ناصر محمد کو کی اور اس غلاف کو ضبط کر لیا۔

## (ط) سلطان شاہ رخ مرزا کا غلاف کعبہ

امیر تیمور کے لڑکے سلطان شاہ رخ مرزا نے بھی جس کی سلطنت ۸۵۷ھ سے ۸۷۵ھ تک رہی۔ سلطان مصر سے اجازت لیکر ایک غلاف بھیجا تھا جو اُس کی وفات کے بعد ۸۵۷ھ ہجری میں مصری حاجیوں کے ساتھ مکہ بھیجا گیا۔

## (ی) بعض دیگر امراء و سلاطین کے غلاف

مذکورہ بالا سلاطین کے غلاف کے علاوہ بعض اور امراء و سلاطین بھی سفید و سرخ اطلال کے غلاف کعبے پر چڑھایا کرتے تھے۔  
(شفاء العظام)

## (۳) غلاف کعبہ کی لوٹ

اگرچہ بدوی عرب بھی ہمیشہ سے کعبے کی تعظیم کرتے آئے ہیں مگر کعبے کے حاجیوں کے ساتھ ان کا جو برتاؤ رہا ہے وہ مختلف بیان نہیں۔ غلاف کعبے کے کسی ٹکڑے کے کترنے یا احرام کعبہ کو پھاڑ کر لے جانے کے واقعات کبھی کبھی آج کل بھی سننے میں آتے رہتے ہیں مگر ۲۶ھ ہجری ۱۱۷۱ء میں اس مدت میں گیاہہ ملوک سلاطین مصر گذرے۔ ۵۵۷ھ میں حید شاہ رخ کا غلاف کعبے پہنچا۔ اس وقت مصر کا بادشاہ ملک الظاہر سیف الدین جعفر تھا۔

میں زمانہ خلیفہ بغداد معتد علی اللہ بدویوں نے پورا غلاف کعبہ لوٹ لیا تھا۔ اس کے بعد ۳۲۵ھ میں جب قرامطہ نے بصرہ کو گئی ابوطاہر کے پر حملہ کیا تھا تو اس وقت بھی خزانہ کعبہ و غلاف کعبہ کو لوٹ کر ابوطاہر نے اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ اس حملے کی تفصیل آگے درج کی جاتی ہے۔

۳۲۵ھ میں جب غلاف کعبہ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ابن سعود ملک حجاز و نجد نے پہلی مرتبہ کعبہ پر چڑھایا تھا تو اس وقت بھی یہ معلوم کون لوگ غلاف کا نیچے کا حصہ کوئی دو دو گز جہاں تک ہاتھ پہنچتا تھا کاٹ کر لے گئے تھے۔ اس کی تفصیل ہم نے سلطان ابن کے غلاف کے ضمن میں آگے بیان کی ہے۔

## پانچویں فصل

### قرامطہ اور غلاف کعبہ

غلاف جاسیہ کے ضعف سے کہ جہاں اور دوسرے اسباب ہیں ان کے منجملہ فرقہ قرامطہ کا ظہور بھی ہے۔ حمدان اشعث قرمطہ کے پیرو قمرطی کہلاتے ہیں۔ قمرطی کی جمع قرامطہ ہے۔ لفظ قمرطہ کے معنی میں مورخین کو بڑا اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے قمرطہ ایک موضع ہے۔ کوئی کہتا ہے قمرطہ کے معنی سرخ آنکھوں والا۔ بعض کہتے ہیں قمرطہ کے معنی قریب قریب پاؤں ڈال کر چلنے والا وغیرہ وغیرہ قرامطہ نے مسلمانوں میں فتنہ مچایا۔ اولاً یہ کوئے کے پڑوس میں ظاہر ہوئے پھر ان کی تعلیم بصرہ تک پہنچ گئی۔ بعض مورخ ان کو شیعوں کی ایک شاخ بتاتے ہیں مگر ان کے عقائد ان کو کفر و الحاد تک پہنچاتے تھے بہت سے بدوی و صحرائی جاہل ان کے زمرہ میں داخل ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں یہ ایک لاکھ ستر ہزار آدمیوں کا لشکر میدان میں لانے کے قابل ہو گئے اور انہوں نے اپنے شہر

سرفرخہ ابو سعید جنبالی کے تحت اس قدر طاقت حاصل کر لی کہ ۲۸۷ھ میں انہوں نے خلیفہ وقت  
مقتصد باللہ کی فوج کو شکست دیکر خالدیہ فتح کر لیا۔ ۳۰۰ھ ہجری میں ابو سعید کے قتل ہوئے پھر  
اس کا بھائی ابوطاہر سلیمان بن حسن قرامطہ کا امیر مقرر ہوا اس نے بصرہ فتح کیا اور جہاں  
تک ان کی دسترس پہنچی یہ لوگ آگ اور تلوار سے برباد کرتے چلے گئے۔ ان کے دباو سے  
زیادہ تر جاسیوں کے قافلہ ہی پر ہوتے تھے۔ جاسیوں کا خون انہوں نے مباح کر دیا تھا۔

۳۰۰ھ ہجری۔ سے حج کے رستے تقریباً بند ہو گئے تھے اور خصوصاً عراقی قافلہ بوقت  
ہو گیا تھا۔ خلافت کعبہ کی روانگی بند ہو گئی تھی یہاں تک کہ ۳۰۱ھ ہجری کے موسم حج میں ابوطاہر  
کے پرچہ لڑائی کی۔ ہر ذی الحجہ کو اپنے سواروں سمیت بیت اللہ میں داخل ہوا اور عین حرم میں قتل  
و قتل کیا۔ اہل خمر و مضافات کے تختیاں اس ہزار آدمی قتل کئے گئے۔ خاص حرم میں سات سو  
طواف کرنے والے مارے گئے۔ چاہے زعمز لاشوں سے پٹ گیا۔ بہت لوگ تسبیح پھیل کرتے  
ہوئے ہلاک ہوئے جس وقت قتل عام ہو رہا تھا ابوطاہر کعبہ کے سامنے کھڑا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

انا باللہ و باللہ انا

یخلق الخلق و افیہم انا

یعنی ہم خدا کے ساتھ ہیں اور خدا ہمارے ساتھ ہے وہ خلق کو پیدا کرتا ہے اور ہم فنا کرتے ہیں۔  
قطب الدین کی لکھتے ہیں کہ قرامطہ بیت اللہ میں قتل و غارت کے وقت یہ رجز پڑھ  
رہے تھے۔

فلو کان نہ البیت اللہ ربنا لصب علینا النار من فوقنا صبا

لانا مجننا حجتہ جاہلیتہ محللتہ لم یبق شرقا ولا غربا

وانا ترکنا بین زعمز و الصفا جنازہ لا یبقی سوی ربہا رباً

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ اگر یہ خدا کا گھر ہوتا تو ہمارے سردوں پر آگ برستی۔ ہم نے زمانہ

۳۰۰ھ مقتصد باللہ کا عہد حکومت ۳۰۰ھ ہجری سے ۳۰۱ھ ہجری تک رہا:

۳۰۰ھ تقی الدین فارسی کی تاریخ کہ شفاء العزم باخیار بلد الحرام میں مختلف ایسے سین کا حوالہ دیا ہے جب کہ عراقی قافلہ

حجاج روانہ نہیں ہوا:

جاہلیت کا ساج کیا یعنی طلال و حرام کی تمیز اٹھا دی اور مشرق و مغرب میں کسی کو باقی نہ چھوڑا  
 ہم نے زعفران و صفا کے درمیان ایسے نوگون کی لاشیں چھوڑی ہیں جو خدا کے سوا کسی کو نہیں پکار  
 رہے تھے۔ یعنی جن جن کو مسلمانوں ہی کو مارا۔

صاحب تاریخ مذاہب اسلام لکھتے ہیں کہ ابو طاہر کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا وہ  
 اس نے بیت اللہ میں پیا۔ حاجیوں کی لاشیں جو زعفران میں ڈالنے سے بچ گئی تھیں وہ بعد حرام  
 میں دفن کر دی گئیں۔ اس کے بعد ابو طاہر نے کعبے کا دروازہ اکھاڑ ڈالا اور ایک شخص کو میز پر  
 رخت یعنی کعبے کا پردہ نالہ اکھاڑے کے لئے چڑھایا مگر کسی کے تیرے وہ گر کر مر گیا پھر ایک  
 دوسرے کو چڑھایا اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس پر ابو طاہر نے کہا جانے دو عہدی ہو خود خود  
 اگر اس کا انتظام کر لین گے۔ ابو طاہر نے حاجیوں کا سامان کعبے کا خزانہ اور کعبے کا غلاف  
 لوٹ کر اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا اور مقام ابراہیم و حجر اسود کو لے جانا چاہا۔ خدا م کعبہ نے  
 مقام ابراہیم کو کہیں گہاٹی میں چھپا دیا تھا وہ نہ لے سکا مگر حجر اسود کو بتاریخ ۱۴ ذی الحجہ ۱۱۸۰  
 اتوار کے دن عصر کے وقت جعفر بن طلال معمار نے اکھاڑا۔ اس کی جگہ خالی رہ گئی۔ طواف کرینوالے  
 وقت طواف اس کی جگہ اپنا ہاتھ رکھ کر ہاتھ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ یہ حالت بائیس برس تک  
 یعنی حجر اسود کی واپسی تک قائم رہی۔ ابو طاہر حجر اسود کو بہ مقام ہجر لے گیا یہ بحرین میں ایک  
 مقام تھا جہاں قراملہ نے اپنا کعبہ بنایا تھا۔ اور اسے دار الحجہ کہا کرتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ  
 حاجی حجر اسود کی وجہ سے ان کے بنائے ہوئے کعبے میں جائے لگین گئے اور انہوں نے اس بار میں  
 بڑی کوشش کی۔ مگر معطلہ کی راہیں بند کر دیں جو سلسلہ ہجری سے سلسلہ ہجری تک بند رہیں  
 اس مدت میں کوئی امید نہیں کہ خلیفہ بغداد (معتز باللہ) غلاف کعبہ روانہ کر سکا ہو اور اس طرح  
 گیارہ سال تک یا تو کعبے پر کوئی غلاف نہیں ڈالا گیا یا اگر ڈالا گیا تو بغداد کے سوا کہیں اور کا ہو گا۔  
 قراملہ اپنی ان حرکات سے بہت خوش تھے اور متوقع تھیں تھے مگر اس واقعہ کی اطلاع  
 جب امام عبید اللہ جدی کو پہونچی تو وہ بہت ناراض ہوئے اور ابو طاہر کو لکھا کہ خدا تجھ پر لعنت  
 کرے تو نے ایسے مقام کی بے حرمتی کی جو زمانہ جاہلیت سے اس وقت تک محترم چلا آ رہا تھا۔

حضرت عبید اللہ جدی سے مراد جن کا ذکر غلاف کے سامنے کے متن میں ماضی پر تفصیل سے کیا ہے :

ابوطاہر جو پہلے امام ممدوح کا معتقد تھا اس بات پر دل شکستہ ہو کر ان کی اطاعت سے غور نہ کر سکا  
(قرامطہ کے عزیز حالات اور حجر اسود کی واپسی وغیرہ کی کیفیت اس فقیہ کی کتاب تاریخ  
حجر اسود میں ملاحظہ ہو۔)

## چھٹی فصل

### مصر کے اسماعیلی خلفاء کا علاقہ کعبہ

خلافت عباسیہ کے زمانہ میں خلافت کعبہ روانہ کرنے کی وجہ سے حجاز پر خلفائے بعد اذکا  
بڑا اثر و سرخ قائم ہو گیا تھا اور کعبے کو خلافت پہنانا حجاز پر حکومت کی دلیل سمجھا جاتا تھا جب  
قرامطہ کے ظہور اور مصر میں ان کے ہر یف بنی فاطمہ کی حکومت قائم ہونے سے خلافت عباسیہ کو  
ضعف ہوا تو پابندی کے ساتھ بغداد سے خلافت روانہ ہونے لگا۔ اس وقت کبھی سلاطین مصر  
اور کبھی خلفائے بعد اذ جس وقت جن کا اثر کعبے پر ہوتا تھا خلافت کعبہ بھیج دیتے تھے مصر کے خلفاء  
فاطمین - عبیدیہ - چودویہ - اور بالخصوص اسماعیلیہ کہلاتے ہیں۔ ۹۷۰ھ ہجری میں انہی حکومت

سلطہ اسماعیلیہ مذہب والے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند حضرت اسماعیل کو سادات ان امام برحق مانتے ہیں اور  
پھر ان کے فرزند محمد اور ان کی اولاد میں امامت کو منتقل سمجھتے ہیں۔ فرقہ اسماعیلیہ کے بانیوں میں امام حضرت عبید اللہ المہدی کا  
سلطہ نسب چٹائی پشت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملتا ہے۔ مورخوں نے ان کا سلسلہ نسب مختلف بیان کیا ہے  
بعض کو ان کے فاطمی ہوتے میں بھی تامل ہے جو عداوت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر ان کا نسب اس طرح بیان کیا جاتا  
عبد اللہ المہدی بن حسین النقی بن احمد الوفی بن عبد اللہ الرضی بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق حضرت  
مہدی کے والد حسین النقی (یا محمد الجیب) قصبہ سلامیہ میں بولک شام کے مشہور شہر حمص کے متصل ہے یہاں کہتے تھے اور  
یہاں سے مذہب اسماعیلیہ کے داعی اطراف عالم میں روانہ کرتے تھے۔ اس طریقہ پر اس فرقے کے (بقیہ ملاحظہ صفحہ ۳۲) یہ





عروج کے زمانہ میں خلفائے اسماعیلیہ کی سلطنت افریقہ و مصر و شام و یمن و حجاز تک پھیل گئی تھی یہ بادشاہ بڑے بہادر۔ سخی۔ علم دوست۔ منتظم مدبر اور متشرع تھے البتہ اپنے مذہب کی اشاعت میں جو امامیہ مذہب سے لگتا جلتا ہے جبر و سختی سے بھی کام لیتے تھے ۳۶۲ ہجری میں حرین الشریفین نے بھی فرقہ اسماعیلیہ کے چوتھے خلیفہ ابو تمیم سعد المعز دین اللہ کی اطاعت قبول کر لی تھی اور وہ ان خلفائے بغداد کا خطبہ موقوف ہو کر اس کا خطبہ پڑھا جاتے تھا۔ اگرچہ حجاز پر اسماعیلیہ کا اثر ان کی سلطنت کے اختتام یعنی ۳۶۷ ہجری تک باقی رہا مگر خلفائے بغداد بھی آخر دم (۳۷۱ ہجری) تک حکومت حجاز کے دعویدار رہے اور جس زمانہ میں جس کا زور حجاز میں بڑھ جاتا اسی کا خطبہ وہاں پڑھا جانے لگتا اور وہی خلافت کعبہ بھی دیتا لیکن بقیاس غالب المعز دین اللہ کے زمانہ سے کوئی ایک سو بیس تک خلافت کعبہ مصر ہی سے جاتا رہا۔ المعز کے جانشین بھی بڑے اتہام کے ساتھ حرین کے امرا و شرفا کی تختوا ہیں اور خلافت کعبہ بھیجا کرتے تھے۔ حکیم نامہ خسرو جس نے ۳۶۹ ہجری سے ۳۷۲ ہجری تک مصر سے روانہ ہو کر چار حج کئے تھے اس کے سفر نامے سے ظاہر ہے کہ اس وقت سلطان مصر ابو تمیم سعد منصور بامر اللہ بن ظاہر تھا جس کی سلطنت ۳۷۲ ہجری سے ۳۷۷ ہجری تک رہی ہے۔ یہ سال میں دو مرتبہ مقررہ اوقات پر خلافت کعبہ و وظائف اہل حرین خراج پابندی کے ساتھ بھیجا کرتا تھا۔ ایک دفعہ تو حج کے زمانہ میں خلافت بھیجا جاتا تھا دوسری مرتبہ کا پتہ نہ لگا کر کس وقت بھیجتا تھا۔

وسطا رجب میں سلطان کی جانب سے مسجدوں میں اعلان کروایا جاتا تھا کہ۔

”مسلمانوں کا موسم آ رہا ہے سلطانی خراج گھوڑے۔ اونٹ زاد سفر وغیرہ سب معمولات

سے جو شخص حج کے واسطے جانا چاہتا ہے قافلہ کے ساتھ ہو سکتا ہے۔“

اسی طرح رمضان میں بھی سنادی کی جاتی تھی عموماً حکیم ذی قعدہ سے حاجی روانہ ہونے شروع ہوتے تھے۔ خلافت کعبہ کے ساتھ جو خراج رہتی تھی اس کی خوراک اور روانہ چارہ کے اخراجات کا اندازہ ایک نہر اردینار مغربی روزانہ تھا۔ اس کے علاوہ ہر شخص کو بیس دینار عطا ہوتے تھے یہ قافلہ

سعرن امیر کو تین ہزار دینار ماہانہ کے حساب سے رقم بھیجی جاتی تھی۔ اس کے سوا غلٹ اور گھوڑا بھی ہوتا تھا۔

یہ کہیں دن میں ملے پہونچتا تھا۔ دس دن وہاں قیام ہوتا تھا پچیس دن واپسی میں لگتے تھے۔ اس طرح دو گھنٹے میں ساٹھ نہرا دینا ضرر ہوئے تھے۔ تھوڑی ہی ضروریات۔ انعام اکرام۔ مرے ہوئے اونٹوں کے بدلے میں جو اونٹ خریدے جاتے تھے انکی قیمت اس کے سوا ہوتی تھی یہ ۳۰ لکھ میں حجاز کے سخت قحط کے باعث مصر سے حاجیوں کا قافلہ نہیں جاسکا تھا۔ البتہ غلاف کعبہ دریائی رستے سے مسجد یا گیا تھا جو مدینے ہوتا ہوا ایک ہفتہ چھ دن میں مکہ پہونچ گیا تھا۔ ناصر خروچی اس کے ساتھ تھا۔ اس غلاف کعبہ کی وضع قطع کی نسبت وہ لکھتا ہے:-

غلاف کعبہ کا رنگ سفید ہے جس میں دو طائرین یعنی زین کام کے کڑے میں ہر کڑے کا عرض گز بھر ہے اور ان دونوں طائرین کے پیچ میں گز چکر چھوٹی چوٹی ہے اور ان کے اوپر نیچے بھی ای قدر چکر چھوڑی گئی ہے یعنی ان طائرین کی وجہ سے بیت اللہ کی بلندی کے متن سے ہو گئے ہیں وہ اس طرح کہ اوپر کوئی دس گز غلاف سادہ ہے پھر گز بھر کی (کا مدار پی) پھر دس گز کا سادہ غلاف پھر کا مدار پی پھر دس گز سادہ غلاف پر چاروں طرف رنگین خرابی ہی ہوئی ہیں اور اور ان خرابی نش و نگار میں بیچ میں ایک بڑی محراب اور اوپر اور ہر دو چھوٹی اس طرح ہر دیوار پر تین تین درمیں ہیں غلاف چاروں طرف کل بارہ محراب ہیں“

(سفرنامہ ناصر خروچی فارسی مکتوبی صفحہ ۵)

ناصر خروچی کے مذکورہ بالا حساب سے کیسے کی بلندی (۳۲) گز ہوتی ہے لیکن یہ واضح رہے کہ کعبے کی بلندی ہمارے انگریزی گز کے حساب سے تخمیناً سو گز ہے اس طرح ناصر خروچی نے جس گز کی پیمائش دی ہے وہ آدھ ہی گز کا ہو گا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں غلاف بنی فاطمہ کا اثر و اقتدار حجاز پر کوئی ایک سو برس تک رہا تھا اور اسی خلیفہ مستنصر کے زمانہ میں اسکی سلطنت کے ضعف کے سبب مکہ و مدینہ میں اسکا خطبہ متوقف ہو گیا تھا جس سے قیاس تھا کہ اسی وقت غلاف مصر کا غلاف پہنچنا بھی بند ہو گیا ہو گا اور بغداد سے غلاف آنے لگا ہو گا۔

## ساتویں فصل

### (۱) سلاطین ایوبیہ مصر کا غلاف کعبہ

اسماعیلی خلفائے مصر کے آخری تاجدار عاضد الدین اللہ کو ملک داری و انتظام کی کوئی

قابلیت نہ تھی۔ اسماعیلی یا فاطمی خلافت جو ایک سو برس سے مسلسل کمزور ہوتی چلی آرہی تھی وہ اب اور بھی ضعیف ہو گئی۔ عاصد الدین اللہ اپنے مشہور وزیر صلاح الدین بن ایوب فاتح بیت المقدس کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ محرم ۶۷۷ھ ہجری میں عاصد کی وفات پر خلفائے فاطمی کی اولاد میں اس وقت کوئی بھی ایسا منتظم و مدبر موجود نہ تھا جو اس پُر آشوب زمانہ میں مجاہدین صلیب کے سیلاب کو روک کر مصر و حجاز کو بچا سکتا اس لئے صلاح الدین نے سلطنت مصر کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا اس کے ساتھ ہی ملک حجاز بھی جو بد لحاظ تعلقات مصر کا ایک جزو تھا صلاح الدین کے قبضے میں آ گیا۔ تاہم خلافت عباسیہ چونکہ ابھی تک بغداد میں قائم تھی اس لئے صلاح الدین نے مصر میں خلیفہ بغداد ہی کے نام کا خلیفہ پڑھوایا اور غلات کعبہ بھی بدستور بغداد سے آتا رہا۔ کچھ دن بعد خلیفہ میں خلیفہ بغداد کے نام کے ساتھ صلاح الدین کا نام بھی لیا جانے لگا اور چونکہ حرمین کے اصرار و وسار کی صلاح الدین نے تنخواہیں مقرر کر دی تھیں اس وجہ سے حجاز پر خلیفہ بغداد سے زیادہ زیادہ صلاح الدین کا اثر تھا۔

۶۸۹ھ ہجری میں صلاح الدین کی وفات کے بعد اس کا لڑکا عزیز عثمان فرمانروائے مصر ہوا اور اس طرح کوئی اسی برس یعنی ۶۹۰ھ ہجری تک اس خاندان میں سلطنت چلتی رہی۔ صلاح الدین کے نام کے جزو ایوب کی وجہ سے تاریخ مصر میں یہ بادشاہ سلاطین ایوبیہ کے نام سے مشہور ہیں یہ زمانہ چونکہ خلفائے عباسیہ کی انتہائی کمزوری کا تھا اس وجہ سے حجاز کے حقیقی فرمانروا سلاطین ایوبیہ ہی تھے۔

اگرچہ اس وقت ہمارے پاس کوئی ایسی شہادت نہیں ہے جس سے سلاطین ایوبیہ کے ساتھ صلاح الدین فاتح بیت المقدس کا نام کبھی کسی تفاوت کا محتاج نہیں ہے ایک اچھے بادشاہ میں جس قدر صفات حمیدہ ہونی چاہیں وہ سب اس میں موجود تھیں صلیبی مجاہدین عیسائیوں کے ٹڈی دل کا مقابلہ میں میاوری سے اس نے کیا وہ صفات تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ ۷۰۸ھ ہجری میں یہ عاصد الدین اللہ خلیفہ مصر کا وزیر ہوا۔ ۷۱۶ھ میں مصر و حجاز و شام کا بادشاہ ہوا۔ ۷۱۹ھ ہجری میں وفات پائی۔ و مشرق میں اس کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

روانگی غلاف کعبہ کی کیفیت معلوم ہو سکے۔ تاہم بعض مؤرخ اس پر متفق ہیں کہ غلاف کعبہ کے ساتھ برقع کعبہ کی ایجاد خاندان ابو بکر کی مشہور ملکہ شجرۃ الدر کے لئے کی تھی اور اس زمانہ میں محل کی روانگی بڑے تزک و اقتسام سے ہو ا کرتی تھی نیز غلاف کعبہ میں برقع کعبہ یعنی در کعبہ کے پردے کی موجود بھی یہی ملکہ سمجھی جاتی ہے چونکہ اس ملکہ کا نام فاطمہ تھا اس وجہ سے برقع کعبہ کو برقع فاطمہ کہتے ہیں اور عوام الناس اس کو فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی ایجاد سمجھتے ہیں۔

## (۲) پانچویں چھٹی صدی میں غلاف کعبہ کا سفر

چھٹی صدی ہجری تک غلاف کعبہ کے ساتھ محل کا وجود نہ تھا۔ اس زمانہ میں غلاف کعبہ کبھی خشکی کی راہ سے اور کبھی بحری رستے سے بھیجا جاتا تھا۔ ناصر خسرو کے سفر نامے سے ظاہر ہے کہ ۳۹۰ھ ہجری میں غلاف کعبہ نے بحری راہ سے سربیل منزلین طے کیں تھیں۔

|                     |                                  |
|---------------------|----------------------------------|
| یکم ذیقعدہ ۳۹۰ھ     | روانگی از قاهرہ جانب قلزم (سوئز) |
| یکم تا ۵ ذیقعدہ     | خشکی کا سفر                      |
| ۶ ذیقعدہ            | ورود سوئز                        |
| ۷ تا ۲۱ ذیقعدہ ۳۹۰ھ | سفر دریا۔                        |

شجرۃ الدر کے سنی موتیوں کے دفعت کے میں یہ ملک الصلح نجم الدین کی میوہ تھی۔ اس کی وفات کے بعد چند بیٹے مصر کے فرمانروا بھی رہی بعد میں اسے ملک الصفر علی الدین ایک سے جو حاکم خاندان کا پہلا بادشاہ تھا عقد کر لیا اور سلطنت مصر اس کے حوالہ کر دی۔ ۵۵۰ھ ہجری میں مغزے شاہ موصل کی لڑکی سے نکاح کیا گیا اس پر شجرۃ الدر نے معز کو زہر دیدیا۔ معز کے غلاموں نے شجرۃ الدر کو قتل کر ڈالا۔ اس ملکہ کا نام فاطمہ تھا۔ اس کی قبر قاهرہ کے محلہ بخابین میں آؤ عام لوگ اس کو قبر فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا تصور کرتے ہیں۔ یہ ملکہ نہایت مخیر اور با فیض تھی اہل مصر کو اس کے فرزند سے خاص عقیدت ہے۔

|                      |                           |
|----------------------|---------------------------|
| ۲۲ ذیقعدہ            | ورود بمقام چارلس          |
| ۲۳ تا ۲۴ ذیقعدہ      | از ہارتا مدینہ براہ خشکی۔ |
| ۲۵ تا ۲۸ ذیقعدہ      | قیام مدینہ منورہ۔         |
| ۲۹ ذیقعدہ تا ۱ ربیعہ | سفر خشکی از مدینہ تا مکہ۔ |
| ۲ ربیعہ              | ورود مکہ منظمہ۔           |

بقول مقرئہ مستنصر باللہ ابی تیمم سعد بن الظاہر خاظمی خلیفہ مصر کے زمانہ میں جس کی حکومت ۳۲۷ھ ہجری سے ۳۸۵ھ تک ہے ایک سال مصری حاجیوں اور عربوں میں فساد ہوا اور مصریوں کے لئے خشکی کا راستہ بند ہو گیا۔ اس زمانہ میں مصری حاجی یائے نیل کے رستے سے قوس پہنچتے تھے۔ یہاں سے صحرا کو طے کرتے ہوئے عیناب میں آتے تھے۔ وہاں سے دریائی رستے سے جدہ داخل ہوتے تھے۔ ۳۵۹ھ ہجری میں جب ملک الظاہر رکن الدین بصرہ کے خلاف عباسی کی تباہی کے بعد پہلا غلاف اکبہ بیجا ہے۔ اس وقت سے مصریوں کے لئے پھر خشکی کا راستہ کھل گیا۔

۱۔ اس زمانہ میں ہم کو پتہ نہ لگا کہ جاکہاں ہے غالباً کسی بندرگاہ کا نام ہے جو آج کل کسی دوسرے نام سے مشہور کیا عجیب ہے کہ بندرگاہ میں جو اس وقت جارہے ہوں۔

۲۔ علاقہ مصر صید میں دریائے نیل کے کنارے ایک آباد قصبہ ہے زمانہ قدیم میں بھی اس کو خاص شہرت حاصل تھی ۵۷۹ھ ہجری میں ادھر سے ابن جبیر کا گذر ہوا تھا۔ وہ قاہرہ سے کشتی میں امینون دن پہنچا تھا۔ وہ کہتا ہے :- یہ شہر بہت آباد ہے۔ بازار نہایت پاکیزہ اور مکانات خوب کشادہ ہیں۔ طرابلس مصر اور اسکندریہ کے حاجیوں کے ملنے کی جگہ تمام قاتلے ہیں مٹرتے ہیں اور یہاں سے عیناب جاتے ہیں۔

۳۔ عیناب بحر احمہ کا مدنی بندرگاہ ہے ابن جبیر نے اس کو دنیا کے مشہور بندرگاہوں میں لکھا ہے۔ اس زمانہ میں ہندوستان و چین جہاز ہی بندرگاہ میں پہنچتے جاتے تھے۔ آج کل عدن بندہ نے اس کی جگہ لے لی ہے اور عیناب ایک معمولی قصبہ رہ گیا ہے یہاں کے رہنے والے زیادہ تر ملاح اور موتی مولگا لکانے والے غوطہ خور ہیں :-

~~~~~

# آٹھویں فصل

## (۱) حملوک سلاطین مصر کا خلاف کعبہ

۶۸۰ھ میں مصر کی سلطنت ابو بکر بن تميم ہو گئی اور ملکوں کی حکومت شروع ہوئی اور ۶۸۱ھ ہجری میں خلافت بغداد کا خاتمہ ہو گیا اور بقول سیوطی تین سال تک دنیا بغیر خلیفہ کے رہی۔ اس کے بعد ۶۸۹ھ ہجری میں خلافت کی گدی مصر میں تیار کر لگائی بعض عباسی شہزادے جو تاتاریوں کی تلوار سے بچ رہے تھے بہاگ کر مصر پہنچے۔ ملک سلاطین نے پیرزادہ سمجھ کر ان کے قدم لئے اور اپنی نئی سلطنت کی رونق بڑھانے کے لئے تبرکاً بلکہ دواؤ ناصر الدین اللہ کے پوتے مستنصر باللہ کو سجادہ نشین خلافت بنایا اور یہ سجادہ نشینی کا سلسلہ بھی ملکوں کی سلطنت کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اس طرح بے ملک کے خلیفہ بھی کوئی اٹھارہ ہوئے ہیں۔

۷۸۰ھ ہجری میں بغداد کا واقعہ نہایت مشہور ہے پنگل خاں کے پوتے ملا کوخان نے ۷۸۰ھ میں خلیفہ مستنصر باللہ کے وزیر ابن معلق سے سازش کر کے بغداد پر چڑھائی کی اور اس بری طرح سے محاصرہ کیا کہ بغداد کے لاکھوں باشندوں میں سے مشکل گنتی کے آدمی جان بچا کر بہاگ سکے۔ عورت مرد، بچے، علما، فضلا، شاعر، محدث، مفسر سب تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ البتہ محلہ کرخ کے شیعوں کو ابن معلق کے فطیس میں پناہ مل گئی۔

۸۰۰ھ جلال الدین سیوطی مولف تاریخ الممفلغان نے یہ اور اسی قسم کے دوسرے فاسق و فاجر بادشاہوں کو بھی خلیفہ یعنی آنحضرت کا جانشین اور سلمانوں کا روحانی پیشوا تسلیم کیا ہے۔ گویا سیوطی کی نظموں خلافت کے لئے تقدس و تقویٰ و علم و عبادت کی ضرورت نہیں ہے خلیفہ کچھ بھی کرے پھر بھی وہ رسول اللہ کا جانشین سمجھا جاتا ہے سیوطی اگر اس زمانہ میں جوتے تو ان کو یہ دیکھ کر بڑا صدمہ ہوتا کہ دس بارہ سال سے کوئی خلیفہ نہیں ہے اور دنیا کے کاروبار بفضلِ تقا سب اسی طرح چل رہے ہیں۔

اس زمانہ میں مصر و حجاز کے اصلی مالک ملوک سلاطین ہی تھے البتہ پیشینہ ہی  
 و روحانی پیشوا کے خاص خاص کاغذوں پر ان پیر زادوں کی جہر بھی کرانی جاتی تھی۔ اس ترکیب سے  
 ملوکوں کی سلطنت ایک باضابطہ خلافت ہو گئی تھی سلاطین الیوبیہ مصر کے آخری فرمانروا ملک  
 نجم الدین ایوب نے ۶۳۷ھ ہجری میں نو مسلم فرنگی غلاموں کا ایک رسالہ مرتب کیا تھا۔ اسکی  
 وفات کے بعد ۶۴۷ھ ہجری میں اس رسالے کا امیر ملک معز الدین ایک مصر کا سلطان ہو گیا  
 اس کے بعد اس کا لڑکا تخت نشین ہوا اور اسی طرح کچھ اوپر ڈھائی سو برس تک مصر میں  
 ان کی بادشاہت چلتی رہی یہ لوگ سرکشیا (چرکیا) کے رہنے والے تھے اس لئے ان کو چرکی  
 بھی کہتے ہیں جس کی جمع چرک کہ ہے۔ نیز غلام ہونے کی وجہ سے ملوک کہلاتے ہیں۔ ۶۹۲ھ ہجری  
 انکی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور ملک مصر سلطان لڑکی سلیم کے تصرف میں آ گیا۔ رہے رہے  
 ملوکوں کا قلع و قمع ۷۱۱ھ میں محمد علی پاشا نے قتل عام کر کے کر دیا۔

۱۷۹۸ء یہ غلام اسلامی خدمات کو بناؤ بعض بادشاہوں وغیرہ کو خلعت بھی عطا فرماتے تھے سلطان محمد علی بادشاہ  
 ہند کے نام بھی ۱۸۱۷ء میں مصر سے خلعت و فرمان آیا تھا جس پر اس نے بڑا دربار کیا تھا۔ قصائد بدراج میں اس  
 واقعہ کی نسبت ایک قصیدہ موجود ہے جس کا مطلع یہ ہے: جزا ان طاق گردوں ایشروا گویاں سید پرکریطہ کو سلطان طاعت فرمان سید  
 ۱۸۰۱ء مصر میں ملک الصالح نجم الدین کا شمار اوپوں والہ اور صاحبان خرقہ میں کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھ سے کجور کے  
 بتوں کی نوکریاں بنا کر گذر اوقات کیا کرتا تھا اور خزانہ شاہی سے ایک پینہ نہیں لیتا تھا۔ اس کا دام سلطنت  
 ۱۸۰۷ء سے ۱۸۱۷ء تک ہے۔ قاہرہ کے محلہ خاصین کسارٹھا میں اس کا مزار ہے اور ربیع الثانی میں یہاں اس کا  
 مولود جو ایک قسم کا عرس ہوتا ہے ہر سال کیا جاتا ہے۔

۱۸۰۱ء موجودہ خاندان خدیوہ مصر کا بانی محمد علی پاشا ۱۷۹۸ء میں صوبہ رومیلیا علاقہ رٹکی میں پیدا ہوا تھا۔ ترکی  
 فوج میں بھرتی ہو کر اس نے ۱۷۹۹ء میں فرانسیسوں کے مقابلہ میں سلطان رٹکی کی طرف سے مصر میں لڑکر دوشنبہ  
 دی۔ بڑھتے بڑھتے مصر کا گورنر ہو گیا اور ملوک سلاطین کے پس ماندوں کی بغاوتیں فرو کر کے مصر کا انتظام سخت اصول  
 پر قائم کیا۔ ۱۸۱۱ء میں اہل نجد کے اخراج کے لئے حجاز پر چڑائی کی اور مکہ علی۔ زر پاشی اور سازشوں سے عربوں کو  
 ملاکر ۱۸۱۱ء میں نجد یوں کا قبضہ حجاز سے اٹھا دیا۔ ۱۸۱۳ء میں ترکوں سے جھگڑ کر اپنے لڑکے ابراہیم پاشا کو ملک  
 شام پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور بہت سا علاقہ ترکوں سے فتح کر لیا۔ اس کے بعد دول یورپ نے (بقیہ صفحہ ۴۰) پر

ملوک سلاطین کے زمانے میں خلافت کعبہ کی مصر سے روانگی بڑی دھوم دھام سے  
 ہو کر تھی تھی وہ خود بھی بہترین لباس پہنے محل کے ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے اور اپنے ہتھیاروں  
 دوسرے پر تکلف سامان۔ شان و شوکت اور بجاہ و شہم میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی  
 کوشش کیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں سعدیہ فرقے کے درویش بھی محل کے ساتھ زندہ سانپ  
 کھاتے ہوئے نکلا کرتے تھے اور خلافت کعبہ و محل بڑے ترک احتشام کے ساتھ قاہرہ سے روانہ ہو کر تا  
 تھا۔ یہاں تک کہ شہر ہجری میں ملک الصلح اسماعیل ابن ملک الناصر بن قلاؤں نے  
 خلافت کعبہ کی تیاری کے لئے مصوبہ قیلوبیہ ضلع قاہرہ کے تین گاؤں بسوس۔ سندسین اور ابوالعینط  
 بھی کہتے ہیں خرید کر وقف کر دیے۔ بعض مورخوں نے سندسین کی جگہ موضع حوس کا نام بھی

(بقیہ حاشیہ) نتیجہ میں پیکر صلح کرادی جس کی رو سے ملک مصر عیشہ کے لئے اس کے خاندان کی واسطے مخصوص ہو گیا۔ ۸۴۰ھ  
 میں بوجہ ضعف دہیری اس نے گوشہ نشینی اختیار کر کے حکومت مصر اپنے فرزند ابراہیم پاشا کے سپرد کی اور ۸۴۱ھ میں بمقام  
 قاہرہ انتقال کیا۔ ۸۴۱ھ ملوک سلاطین مصر کے پسماندہ امراء و روساء سلطنت ترکی کو دق کیا کرتے تھے اور ہر وقت  
 اُن سے کھٹکا کٹا رہتا تھا۔ سلاطین میں حب محمد علی پاشا نے دہلیوں کے مقابلہ کے لئے نماز پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو اپنے گھر کا  
 انتظام کرنے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ صلاح و مشورے کے میلے سے تمام چھوٹے بڑے ملوک سرداروں کو قلعہ قاہرہ میں بلایا او  
 اُن سے کہا کہ میں تو دہلیوں کو عجان سے کھانے مارا ہوں۔ مگر کا انتظام تمہارے ہاتھ ہے۔ دربار رعاست ہو محمد علی  
 پاشا اپنے محل میں چلا گیا اور ملوک اپنے گھر آئے گلے مل کر قلعہ کے دروازے میں تفل پڑ چکا تھا اور گولیوں کی بارش ہونے لگی  
 تھی (۸۴۰ھ) ملوکوں میں سے صرف ایک شخص آئین بے اپنے گھوڑے کو قلعہ کے تیرہ گز اوچائی دیوار پر سے کدھر گولیوں کی بوچھا  
 میں سے نکل بہا گئے میں کا سیاب ہوا۔ اس کے بعد وہ تمام ملوک جو شہر میں باقی رہ گئے۔ تھے قتل کئے گئے اور ان کا گھر  
 باروٹ لیا گیا ۸۴۱ھ یہ درویش مصر میں اب بھی موجود ہیں۔ اس فرقے کے بانی کا نام سعد تھا۔ قاہرہ میں سیلا النبی و شب  
 مصرانہ کی تہریب پر یہ لوگ ذکر کرتے ہوئے غول بنا کر نکلتے ہیں اور مختلف قسم کی کرتبیں دکھاتے ہیں۔ اب ان کے مرشد  
 سانپ کھانا مرام قرار دیا ہے ورنہ ایسے موقعوں پر یہ لوگ زندہ سانپ کا پین چبا جاتے تھے۔ سیلا النبی کے جن میں یہ  
 اسٹے مرشد کی سواری گھوڑے پر نکلتی ہے۔ یہ لوگ مرگ پر ایک دوسرے کے برابر برابر اوڑھ لیت جاتے ہیں اور مرشد  
 گھوڑے پر سوار مدد خدا من کر کے جو کام چاہے رہتے ہیں ان کی پیٹھ پر سے گزرتے ہیں جن پر سے گھوڑا نکل جاتا ہے وہ  
 گھوڑا کڑے لیت جاتے ہیں سڑج یہ مرشد سے برابر اپنے مریدوں پر سے خزان خزان گذرتے ہیں



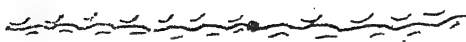
بھی لکھا ہے ان تینوں گاؤں کی آمدنی (۸۹۰۰۰) درہم یعنی تخمیناً کس ہزار چھ سو چھپن روپیے تھی لیکن قحط وغیرہ کی وجہ سے جب ان دیہات کی مالگداری وصول نہیں ہوتی تھی تو غلات کعبہ یحیٰنا ملتوی بھی ہو جاتا تھا۔

ملوک بادشاہوں کے زمانہ میں جو امیر الحاج غلات کعبہ لیجاتا تھا وہ بڑے مرتبہ کا عہدیدار سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ صوبہ کی گورنری کا عہدیدار ہو جاتا تھا۔ سلطان ودالی کے بعد یہ خدمت سمجھی جاتی تھی۔ اس کی رائے کو خاص وقت دی جاتی تھی۔ اس کی خدمت منتقل ہوتی تھی اسکا تقریر فرمان شاہی سے ہوا کرتا تھا حجاز میں وہ بڑا اقتدار رکھتا تھا اور امرار مکہ کا عزل و نصب بھی اکثر اس کے حکم سے ہوتا تھا۔

ملوک بادشاہوں نے اپنی تمام قلمروں میں یکدم دیدیا تھا کہ مصر سے حجاز تک جہاں جہاں محل گزرتا وہاں کے عہدہ دار محل کے اونٹ کے پاؤں کو چومیں سلطان نظام چغتائی نے سلسلہ میں یہ طریقہ موقوف کیا۔

بعض مورخ کہتے ہیں کہ ملک منصور ابوالمعالی قلاؤں صلاحی نے جس کی سلطنت ۶۷۸ھ سے ۶۸۵ھ ہجری تک رہی سبغ غلات کعبہ کا رواج دیا تھا لیکن تقی الدین فاسی کے بیان سے یہ پایا جاتا ہے کہ ناصر الدین اللہ عباسی کے زمانہ سے جس کی حکومت ۶۵۵ھ سے ۶۵۶ھ ہجری تک رہی تقی الدین کے زمانہ سلسلہ ہجری تک غلات کا رنگ سیاہ ہی چلا آ رہا ہے۔

ملوک سلاطین کے غلات کے کتبے کی نسبت کہتے ہیں کہ اس پر آیات قرآنی کلمہ طیبہ اور صحابہ کرام کے نام بنے رہتے تھے اور بڑے بڑے حرفوں کے اندر باریک باریک حرفوں کے کتبے بھی ہو کرتے تھے۔ حاشیہ پر بھی آیات قرآنی ہو کرتی تھیں کبھی کبھی غلات کعبہ بالکل سادہ بھی رکھتے تھے۔



# نویں فصل

## (۱) خلافت کعبہ سلاطین عثمانیہ کے زائے میں

۱۲۳۰ ہجری میں جب ارض مقدس حجاز قطر و عثمانیہ میں داخل ہوئی تو خلافت کعبہ کی تیاری رواج قدیم کے مطابق مصر سے جاری رہی مگر سلطان اسماعیل ابن ملک الناصرین قلاؤ کے وقت کردہ دیہات کی آمدنی خلافت کے مصارف کے لئے جب ناکافی ہوئے لگی تو سلطان سلیمان اعظم نے جس کا زمانہ ۹۲۶ سے ۹۷۴ ہجری سے ۱۰۰۱ تک ہے علاقہ مصر کے سات گاؤں اور وقف کر دئے جن کے نام اور آمدنی درج ذیل ہے:-

نام موضع	آمدنی
سلک	(۳۰۴۹۶) درم
سیر و سنجہ	(۷۱۲۰) درم
قریش الحجر	(۵۱۳۰۴) درم
سنایل و کوم رسیاں	(۳۷۸۴۰) درم
بجام	(۱۴۹۳۴) درم
غنیۃ الانصاری	(۶۰۸۵۸) درم
بطایا	(۱۰۴۸۴) درم

جلسہ (۱۵۵۵) درم یا (۱۵۵۵) درم ۴۹۸۸۸

اس وقت نامہ کی تکمیل ماہ صفر ۱۰۰۱ میں ہوئی ہے اس کے بعد بارہویں صدی ہجری میں محمد علی پاشا خود مصر نے ایک باضابطہ وقت نامہ لکھ کر اس کی تجدید کر دی لیکن آمدنی مذکورہ خلافت کے جملہ مصارف کے لئے عموماً ناکافی ثابت ہوتی تھی اس لئے عام خزانہ مصر سے اس

تکمیل کی جاتی رہی جس کی تفصیل آگے بیان کی جائیگی۔

## (۲) خلافت کعبہ کے اجزاء اور کتبے

چونکہ مذہب اسلام میں خالص ریشمی کپڑے کا استعمال ناجائز ہے اور خلافت کعبہ بھی بعض اوقات لوگوں کے استعمال میں آ جاتا ہے۔ اس لئے خلافت میں بھی اس کا لحاظ رکھنا ہر زمانہ میں کیا جاتا رہا ہے چنانچہ عہد عثمانیہ کے خلافت میں بھی تاناسوت کا اور بانارشم کا ہوتا تھا۔ اس کا کپڑا نہایت دبیز اور چمکدار سیاہ یا اودا ہٹ لئے ہوئے سیاہ یعنی بلو بلک ہوتا تھا۔ ۱۲۷۷ھ تک خلافت کعبہ جب دستور قدیم مصر سے ہی آثار ہا خلافت کعبہ کی تیاری قاہرہ میں ہوتی تھی۔ ۱۸۳۵ھ میں ولیم لیس صاحب نے لکھا ہے کہ قلعہ قاہرہ میں خلافت تیار کیا جاتا ہے۔ ۱۸۵۳ھ میں کپتان برٹن صاحب لکھتے ہیں کہ قاہرہ میں محلہ باب الشعائر کے متصل روٹی کے ایک کارخانہ میں جسے الخرنیش کہتے ہیں خلافت تیار ہوتا ہے۔ مراۃ الحریین خرنیش محلے کا نام بتایا گیا ہے اور اس کارخانہ کا نام مصنع الکسوفہ تحریر ہے۔ ہمارے زمانہ تک اسی کارخانہ میں اور اسی محلے میں خلافت تیار ہوتا رہا۔ تیاری خلافت کا انتظام عبداللہ فائق بک کے سپرد تھا اور وہی اسی کارخانہ کے منتظم تھے۔ انہوں نے خلافت میں بہت خوبی اور صفائی پیدا کر دی۔ عہد عثمانیہ کے علاقوں کے ٹکڑے ہندوستان میں ہزاروں آدمیوں کے پاس موجود ہیں۔ اس فقیر کے پاس بھی کئی ٹکڑے ہیں جن میں ایک کوئی دوڑھ گز کا ہے۔ یہہ میں نے ۱۲۷۵ھ میں مکہ معظمہ سے یہ قلعہ کوہ معظم کی چوٹی پر شہر قاہرہ کی سطح سے کوئی ڈھائی سو فٹ کی بلندی پر بنا ہوا ہے۔ باوجود اس بلندی کے قلعہ کے اندر جانے کا رستہ ایسا بنایا گیا ہے کہ لدبے ہوئے اوٹ پر آسانی سے چڑھ سکتے ہیں۔ یہ قلعہ سلطان صلاح الدین نے ۱۲۵۶ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ قلعہ کے اندر محلہ پاشا بانی خاندان خدیوہ کا عالی شان محل سنگ مرمر کی ایک خوشنما سیڑی اور توپیں ڈالنے کا کارخانہ ہے۔

مصنع الکسوفہ کے معنی خلافت کا کارخانہ۔

میں لیا تھا اور یہ کنگلہ جہری کے غلاف کا ٹکڑا ہے اس کا رنگ بیو بلیک ہے۔ ایک دوسرا ٹکڑا گہرے سیاہ رنگ کا ہے۔ یہ کوئی بیس برس قبل کا ہے اور بہت دبیز ہے مگر اس کی ساخت میں اس قدر صفائی نہیں ہے اور بننے کی ترکیب میں بھی تھوڑا سا فرق ہے۔  
عہد عثمانیہ کا غلاف چار بڑے اجزاء پر مشتمل ہوتا تھا۔

(الف) اصل غلاف یا کسوۃ

(ب) حزام دہلی

(ج) روزکات (داریے)

(د) برقع (باب کعبہ کا پردہ)

ابن چارون اجزاء کی تشریح بہ قدر ضرورت کی جاتی ہے:-

## (الف) اصل غلاف

کعبہ بنی ظاہر بالکل مربع عمارت معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ مربع نہیں بلکہ مختلف اضلاع کا ایک چوکھونٹا گھر ہے۔ مورخون نے اس کی پیمائش مختلف لکھی ہے مگر زیادہ صحیح یہ ہے:-

مشرق دیوار	عرض	فٹ	انچ
(۱۰)	(۳۷)		
مغربی دیوار	"	(۳۹)	(۶)
شمالی دیوار	"	(۳۲)	(۳)
جنوبی دیوار	"	(۳۲)	(۴)
چاروں دیواروں کی بلندی		(۳۸)	(۹)

غلاف کے کپڑے کا عرض (۲۵) انچ کا تھا یعنی ایک اسچہ کم گز بھر کا۔ اس حساب سے کعبہ کی چاروں دیواروں کو اوپر سے نیچے تک ڈھانپنے کے واسطے ساڑھے تیرہ گز کے (۶۲) تہان آتے تھے اس کپڑے کے عوض میں "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ" کی دو دو قطاریں تھیں خوشامخاس اور پر سے نیچے تک مسلسل نبی رہتی تھیں۔ اس طرح آدھ گز چوڑے اور (۳۵) انچ



لبے ٹکڑے میں پورا ایک کلمہ آجاتا تھا اور (۳۵) انچے لبے (۳۵) انچے چوڑے ٹکڑے میں دو کلمے بنے رہتے تھے کلمے کے حروف (الف) یا (لام الف) کی لمبائی دس گیارہ انچے ہوتی تھی عرفی و مخفی جسامت یا موٹائی ایک متعادل انچہ تھی۔ ہر کلمے کے اوپر کی بائیں (جل جلالہ) ایک طرف سیدھا دوسری طرف معکوس اس طرح لکھا رہتا تھا کہ بظاہر صرف (جل جلالہ) دکھائی دیتا تھا مگر "جیم" کے "سر" اور "ل" کو وہ مرتبہ پڑھتے تھے جل جلالہ صاف نظر آتا تھا کلمے کے اوپر ایک مثلث کے اندر لفظ "اللہ" دو کلمے کا جزو تھا ہمارا رہتا تھا اور نیچے کی طرف دوسرے مثلث میں "یا اللہ" لکھا رہتا تھا۔ پارچہ غلاف کے عرض (۳۵) انچہ اور اتنے ہی طول میں جس طرح دو کلمے لکھے رہتے تھے اس کی کیفیت عکسی تصویر سے واضح ہوگی۔

### (ب) حزام

حزام کے سنی بند یا پٹی کے ہیں۔ یہ کوئی ڈھائی فٹ چوڑی زرین کام کی ایک پٹی ہوتی تھی جو زمین سے تقریباً (۳۲) فٹ کی لمبائی پر کبے کے گردا گرد غلاف میں لپی رہتی تھی کبے پر غلاف اس طرح ڈالتے تھے کہ ایک ٹکڑا چھت کے قریب سے دیوار کعبہ کے ایک تھائی حصے یعنی (۱۶) فٹ تک نیچے ٹکاتا تھا اور دوسرا ٹکڑا دیوار کے نیچے تک پہنچ کر باقی ماندہ حصے یعنی (۳۲) فٹ کو ڈھک لیتا تھا۔ دیواروں پر جہاں جہاں ان دو ٹکڑوں کا جوڑ ملتا تھا۔ وہاں سیون کو چھپانے کے لئے حزام آجاتی تھی۔ حزام کے آہٹ ٹکڑے ہوتے تھے۔ ہر دیوار پر دو ٹکڑے آجاتے تھے۔ حزام کا استر سرخ اطلس کا ہوتا تھا اور اوپر کی جانب سیاہ ریشمی عمل نسّا کیڑے پر ظفرائی شکل میں سنہری تاروں سے جن میں ریشم نہیں ہوتا تھا نہایت خوشخط آیات

علاء اور ڈولیم لیں صاحب نے اپنی کتاب مؤثران ایکشنیز (موجودہ مصری) میں ۱۱۱۱ھ کے غلاف کعبہ کے حالات لکھے ہیں وہ حزام کے چار ٹکڑے بیان کرتے ہیں ممکن ہے کہ اس وقت کعبہ کے ہر سمت کے لئے ایک ایک ٹکڑا ہوتا ہو مگر صحت و راز سے کعبہ کی جو تعداد دیکھنے میں آ رہی ہیں ان میں ہر طرف حزام کی دو دو پٹیاں ہیں۔ جو دھوین صدفی تھیں یہی آہٹ ٹکڑے بیان کئے گئے ہیں اور ۱۱۱۱ھ ہجری میں اس درویش نے بھی جو غلاف ۱۱۱۱ھ کا آیا ہوا دیکھا تھا اس میں بھی آہٹ ٹکڑے تھے۔

قرآنی لڑائی رہتی تھیں جو قریب سے بہت نمایاں معلوم ہوتی تھیں اور تھوڑے سے فاصلہ سے یہ  
 بیٹیاں سونے کا ایک پتروں نظر آتی تھیں۔ حزام کی آٹھون پٹیوں میں (۵۱۳) مشقال کلاتوں  
 خرچ ہوتا تھا جس کا وزن انگریزی سیر کے حساب سے سو اہتیس سیر ہوا۔ حزام وغیرہ پر جو کتا  
 ہے وہ بقول صاحب مرآۃ المحرمین مصر کے مشہور نقاش خوشنویس عبداللہ بک زبیری کی ہے جنہوں  
 اسماعیل پاشا غدیو مصر کے زمانہ میں کتابت کی تھی اس خط کو اہل مصر خط طو مار کہتے ہیں۔ یہ عربی  
 خوشنویسی کی سب سے بڑی قسم ہے اور اگرچہ یہ بہ دور سے نظر آتی ہے مگر پڑھنے میں تکلف ہوتا ہے  
 برٹن صاحب جنہوں نے ۱۸۵۳ء میں سفر کیا تھا اپنے سفر نامے میں لکھتے ہیں کہ  
 اگلے زمانہ میں خلافت کعبہ پر کل قرآن پڑھا جاتا تھا۔ اس وقت سات سورتیں یعنی سورہ کعبہ  
 سورہ قمریم، سورہ آل عمران، سورہ توبہ، سورہ طہ، سورہ یٰسین اور سورہ تبارک پڑھتے ہیں۔ علاوہ  
 ان کے آئے ان اول بیت وضع للناس الذی بکتابہ مبارکاً وہی للعالمین بنی رتھی ہے، اگلے  
 مورخوں اور زمانہ حال کے سیاحوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ زمانہ قدیم میں پورے قرآن کا  
 پڑھا جانا اور زمانہ حال میں سورتوں کا خلافت پر کارواں کیا گیا ہے ثابت نہیں ہے حزام یا  
 برقع کعبہ پر جو سورتیں یا آیتیں بنی جاتی تھیں وہ سورہ الحمد۔ قل ہو اللہ آیت الکرسی اور  
 سورہ حج و آل عمران و سورہ بقرہ کی چند آیتیں تھیں اور بس۔ ان کے علاوہ بادشاہ وقت کا نام  
 ہوتا تھا۔ تقریباً ستر برس سے حزام پر حسب ذیل آیات کا وضعی جاتی ہیں اور یہ تصریح بمیشال  
 عبداللہ بک زبیری کی خطاطی کا نمونہ ہے۔ غدیو اسماعیل پاشا کے زمانہ میں محفوظ کیا گیا اور  
 اب تک ہر سال سی کی نقل کی جاتی ہے۔ البتہ حسب ضرورت بادشاہ وقت کا نام بدلتا اور  
 مسٹالی میں لکھا جاتا رہا ہے۔ بادشاہ کے خطاب کی تحریر ڈھنگ کی ذیل کے نمونہ سے واضح ہو گا۔ جو سلطان  
 محمد خاں خامس کے زمانہ کے حزام پر لکھا گیا تھا۔

سمت شرق جد ہر کعبہ کا دروازہ ہے پہلی پٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم و اجعلنا البیت مشابہ للناس و امنا و اتخذنا من مقام  
 ابراہیم مصلی و عہدنا الی ابراہیم و اسماعیل ان طہر ابیتنا للطائفین و العاکفین



سهمت مشرق پهلوی پیکتی



سهمت مشرق دوسروی پیکتی



سهمت مغرب پهلوی پیکتی



سهمت مغرب دوسروی پیکتی



والرکع السجود۔ اس کے بعد ایک دائرہ تھا جس میں یا سبحان، یا منان، یا حنان، یا سلطان  
لکھا ہوا تھا۔

## دوسری پٹی

واذیرفع ابراہیم القواعد من البیت واسماعیل ربنا بقل سنا انک انت السميع العظیم  
ربنا و اجلسنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا منا سکنا و تب علینا انک انت  
التواب الرحیم

## سمت مغرب پیل پٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم واذبونا لابرہیم مکان البیت لا تشرک بی شیاء وطمہرتی  
للطائفین و اتقائین والرکع السجود واذن فی الناس بالحدیج یا توک ربنا لا وعلی کل ضامیر یاتین  
من کل فج عمیق

۱۵ یہ آیت سورہ بقرہ کی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تو وقت بتاؤں گا کہ میرے چاہنے والے کو گنہگار کی عبادت گاہ اور رہائش  
امن قرار دیا۔ اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کیا۔ اور ابراہیم و اسماعیل کو مکہ دیا کہ تم میرے گھر کو یہاں والوں کے  
واسطے اور گور و جگہ کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھا کرو۔

۱۶ یہ آیت بھی سورہ بقرہ کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ابراہیم و اسماعیل خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے اس وقت  
یہ کہتے جاتے تھے اے پروردگار ہماری یہ مذمت قبول فرما۔ اے پروردگار ہم کو فرما بے داری کی توفیق عطا فرما۔ اور  
ہماری اولاد میں سے ایک ایسا گروہ پیدا کر جو تیرا مطیع ہو اور ہم کو حج کے احکام سکھائے۔ ہمارے حال پر توجہ کر فی  
توہی بڑا مہربان توجہ کرنے والا ہے۔

۱۷ یہ سورہ حج کی آیت ہے ترجمہ اس کا یہ ہے کہ جب ہم نے ابراہیم کو خانہ کعبہ کی جگہ بتادی اور حکم دیا کہ میرے  
ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و کعبہ کرنے والوں کے لئے  
صاف رکھنا اور یہ بھی حکم دیا کہ لوگوں میں حج کے فرض کرنے کا اعلان کر دو۔ لوگ یہاں پیادہ پاؤں اور ڈبلی ڈبلی اونٹینوں پر  
دور دراز کی منزلین طے کر کے پہنچیں گے۔

## سمت مغرب دوسری پٹی

پیشہرو اسنافع لہم و ینذروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ارض قہم من بہمتہ الانعام  
فکلو منها و اطعموا الباس الفقیر انکم لیقفنوا تقہم و لیوفو اندورہم و لیطوفوا بالیتیم العیتق

## سمت شمال پہلی پٹی

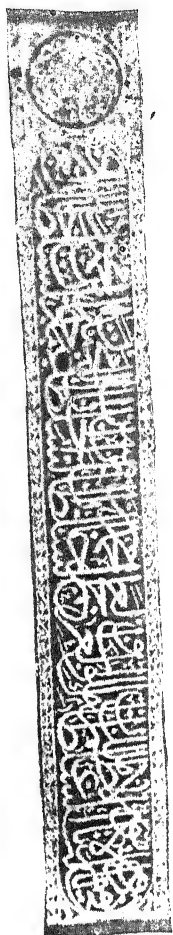
فی ایام دولتہ مولانا السلطان الاعظم ملک ملک العرب و البحر السلطان محمد خاں  
ابن السلطان عبد المجید خاں ابن سلطان محمود خاں غازی اس کے بعد درگاہ تھامپیر چار  
طرف یا سحان یا سحان یا سلطان لکھا تھا۔

## سمت شمال دوسری پٹی

ابن السلطان عبد المجید خاں ابن السلطان احمد خاں ابن السلطان محمد خاں ابن  
السلطان ابراہیم خاں ابن السلطان مراد خاں ابن السلطان عثمان خاں خلد اللہ تعالیٰ ملکہ۔

## سمت جنوبی پہلی پٹی

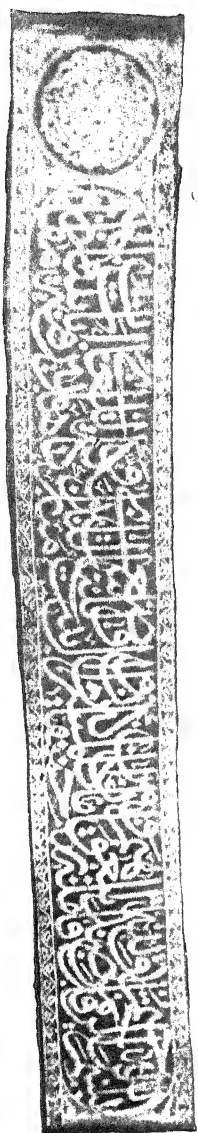
بسم اللہ الرحمن الرحیم قل صدق اللہ قاتبعوا ملتہ ابراہیم خیفًا و ما کاں من اشتر  
ان اول بیت وضع للناس الذی بیکتہ مبارکًا و ہدی للعالمین فیہ آیات بنیات مقامہ  
اس آیت بھی سورہ حج کی ہے۔ اس میں احکام حج کی تعلیم ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔ تاکہ وہ اپنے خاندان کے لئے  
حاضر ہوں اور مقررہ دنوں میں اللہ کے نام پر قربانیاں کریں۔ تم کو یہ بھی اجازت کہ اس قربانی میں سے تم بھی کھاؤ اور وصیت  
تحتاج کو بھی کھلاؤ۔ پھر لوگوں کو چاہئے کہ نہ انہیں دھوئیں اور اپنی خیتیں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔  
اس آیت سورہ اعران کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔ اسے محمد کو لوگوں سے کہو کہ دین ابراہیم کی پیروی کریں جو علم تھے۔  
شرکت تھے وہ مکان جو ہے پہلو لوگوں کے واسطے (معبد) مقرر کیا گیا وہ بلاشبہ کے میں ہے۔ اسکی حالت یہ ہے کہ وہ تمام دنیا کیلئے  
موجب برکت و بڑا ریت ہے۔ اسکی کھلی ہوئی نشانوں میں ایک مقام ابراہیم بھی ہے۔



سمت شمال پهلای پٹی



سمت شمال دوسری پٹی



سمت جنوب پهلای پٹی



سمت جنوب دوسری پٹی

رنگر پهلای د اکره



## سمت جنوبی دوسری پٹی

من دخلہ کان آمنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً ومن کفر فان  
الشرعنی عن العالمین قل یا اہل الکتاب لکم کفر من آیات اللہ واللہ شہید علی ما تعملون  
خدیو عباس علی پاشا کے سفر نامہ حجاز (رحلتہ الحجازیہ) کے مولف محمد تنبونی نے بھی محمد خاں خاں  
زمانہ کے حرام کی آیات نقل کی ہیں مگر انہوں دیوار مغربی کی پہلی پٹی کی عبارت نہیں لکھی صرف  
دوسری کی لکھی ہے۔

مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے سفر نامہ مذکور کے خلاصہ کا ترجمہ اردو میں کر کے  
اس کا نام تاریخ حرمین رکھا ہے اس میں بھی وہی نقل کی ہے۔ اسی طرح مولوی محمد سلیمان صاحب  
اپنے سفر نامہ سبیل الرشاد میں بھی اسی سے نقل کر کے اس ایک پٹی کی عبارت کو نظر انداز کر دیا  
ہے۔ البتہ مرآۃ الحرمین مولفہ ابراہیم رخت پاشا میں اس پٹی کی عبارت بھی موجود ہے  
حرام کی زیارت کا طرز تحریر یکسی تصویر میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

## (ج) رنوکات یعنی دائرے

کچھ کے مشرقی جانب حرام کے نیچے دیوار کے دونوں گوشوں پر اور کچھ کے دروازے  
کے اوپر ادھر ادھر دوزرین کام کے کوئی دو فٹ مربع چوکھوٹے ٹکڑے لگے رہتے ہیں ان کے  
اند رکھاتو فی سنہری جدول کا دائرہ ہوتا ہے جس میں یہ خط طغریٰ بسم اللہ وقل ہو اللہ سنہری  
تاروں سے لکڑی رہتی ہے اور بیچ میں رو پہلی تاروں سے یا اللہ لکھا رہتا ہے۔ ان

سلسلہ یہ آیت بھی سورہ آل عمران کی ہے اور سمت جنوبی کے پہلی پٹی کی آیت کا ٹکڑا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: جو شخص اس  
میں داخل ہو جائے وہ امن پاتا ہے۔ مگر گون پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ اس گھر کا جگرین بشرطیکہ بیان تک پہنچنے کی وہ  
قدرت رکھتے ہوں جو شخص اس سے منکر ہو تو اللہ کو کسی کی پروا نہیں ہے۔ اے محمد کہہ دو کہ اے اہل کتاب تم کیوں  
اللہ کے احکام کا انکار کرتے ہو۔ اللہ کو تمہاری سب باتوں کا پورا پورا علم ہے۔



نکڑوں کو رکھ کر یعنی دائرہ کہتے ہیں۔ کبے کی دوسری دیواروں پر یہ ٹکڑے نہیں ہوتے۔  
ان نکڑوں میں جو محیش یعنی چاندی کے خالص تار لگائے جاتے تھے اُن کا وزن (۴۰۵)  
شمال یعنی تقریباً پونے دو سیر ہوتا تھا۔

## (د) برقع کعبہ

اگلے زمانہ میں در کعبہ پر کوئی پردہ نہیں ڈالا جاتا تھا۔ ناظر خسرو نے یہ لکھا ہے کہ:-

داخلی کعبہ کے وقت اولاً جب کلید بردار کعبہ اندر داخل ہوتا تھا تو دو آدمی  
در کعبہ پہنچ کر در والے کی ایک چادر کا پردہ پکڑے رہتے تھے بیان تک کہ کلید بردار کعبے  
کے اندر نماز سے فارغ ہو جاتا اس کے بعد پردہ ہٹا دیا جاتا اور دوسرے اشخاص کعبے  
میں داخل ہوتے۔

مذکورہ بالا بیاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داخلی کے وقت پردہ کر لیا جاتا تھا مگر ہر وقت کوئی  
پردہ در کعبہ پر نہیں پڑا رہتا تھا۔ قدیم تاریخوں میں غلاف کعبہ کے ساتھ قمیص و ازار وغیرہ  
انفاذ آئے ہیں مگر ”برقع“ کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ پچھلے مورخ عموماً اس پر متفق ہیں کہ  
ملک صلاح نجم الدین ایوب سلطان مصر کی ملکہ فاطمہ نے جس کا خطاب شجرۃ الدرر (موتیوں کا  
درخت) تھا پہلے پل باب کعبہ کے لئے غلاف کعبہ میں ایک خوشنما پردہ کا اضافہ کیا تھا جسے  
علماء برقع اور عوام برقع فاطمہ کہتے ہیں۔ اس ملکہ کو اس کی خوبیوں کے سبب سے اہل مصر ستنا  
(سیدتنا) فاطمہ کہا کرتے تھے۔ اس وجہ سے رفتہ رفتہ وہ برقع اب سیدہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ  
علیہا کے نام سے منسوب ہو گیا ہے۔ ملک صلاح نجم الدین ۶۲۷ھ سے ۶۴۷ھ تک مصر کا  
بادشاہ رہا ہے۔ اس کی وفات کے بعد ملکہ شجرۃ الدرر بھی چند مہینے کے لئے فرما زوائے  
مصر ہو گئی ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ برقع کعبہ کی ایجاد ساتویں ہجری کے  
وسط میں ہوئی تھی۔ شفاء العظام سے یہ پتہ لگتا ہے کہ سلاطین چاکس کے عہد میں برقع کعبہ میں  
اور تراش خراش ہوئی تھی یعنی تقریباً سترہ ہجری میں پردہ در کعبہ جو پیشتر سفید رنگ کا

ہوتا تھا زورنگ کا گردیا گیا اور اس پر انتخاب کر کے مختلف آیات قرآنی لکھی جائیں  
 فستقہ میں سنہری کام کا نقشی سفید حریر کا پردہ ڈالا گیا پھر سلسلہ میں نقشی سفید حریر کا  
 پردہ پڑا جو چار سال تک جاری رہا پھر سلسلہ سے برقع کا رنگ سیاہ کر دیا گیا۔ عبدغمانیہ کے  
 خلاف میں برقع کو خاص طور پر خوشنما بنانے کا انتظام کیا جانے لگا جس کی آراش و زیبائش دیکھنے  
 ہی سے قلعہ رکھتی ہے۔

کچھ کا دروازہ سوا دو گز اونچا اور سو گز چوڑا ہے۔ اس کے حساب سے ڈھائی گز لمبا  
 ڈیڑھ گز چوڑا پردہ ہوتا تھا۔ مختلف زمانہ میں کاریگر اپنی سہولت کے اعتبار سے اس کو مختلف  
 طور پر تیار کرتے رہے ہیں مثلاً ڈور ڈولیم لیں صاحب نے ۱۲۹۹ء میں برقع کعبہ کا ایک ہی بڑا کچھا  
 بیان کیا ہے۔ چودھویں صدی ہجری میں یہ برقع چار قطعات پر مشتمل ہوتا تھا جن میں سے بعض سیاہ  
 ریشمی مٹل ناکہ طے کے ہوتے تھے اور بعض سبز و سرخ اطلس کے۔ ان پر سنہری روپلی کلا  
 بتوں سے کام کیا جاتا تھا۔ پردہ کا استر بھی خوشنما سبز یا سرخ اطلس کا ہوتا تھا۔ برقعے کے  
 اجزاء کے نام بھی جدا جدا ہوتے تھے۔ مثلاً اوپر کے حصہ کا نام طراز تھا۔ سناں جس سے ایک  
 ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے ملا کر سی دیتے تھے۔ وصلۃ القامین کہلاتا تھا۔ پورے برقعے  
 میں (۴۸۶۱) مثقال کلا بتوں صرف ہوتا تھا جس کا وزن ہمارے ہندوستانی حساب سے  
 بائیس سیر تریسٹ تولہ ہوا برقعے کے حاشیہ میں چھوٹے چھوٹے گول اور بڑے بڑے بیضاوی  
 دائرے بنے رہتے تھے جن کا سلسلہ یہ تھا کہ پہلے ایک چھوٹا گول دائرہ پھر بڑا بیضاوی  
 دائرہ چھوٹے دائروں میں ”اللہ ربی“ لکھا رہتا تھا اور بیضاوی دائروں میں بسم اللہ اور اس کے  
 بعد سورہ الحمد کی آیتیں اور فقرے اس ترکیب سے کہ دائیں جانب اوپر سے الحمد شروع ہو کر  
 بائیں جانب اوپر ختم ہوتی تھی۔ حاشیہ کی پیشانی پر اللہ ربی۔ قدرتی قلب و جبک  
 فی السماء۔ اللہ حبیبی قلنوا الیتک قبلۃ ترضیہا اور اللہ ربی“ لکھا تھا۔ برقعے کے متن میں  
 بارہ بڑے بیضاوی دائرے۔ دو بڑے گول دائرے چار مثلث نما دائرے اور کچھ بیضیائی

سہ۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ سہ۔ ہم تمہاری تمنائے تحویل قبلہ کو محسوس کر رہے ہیں۔ اب  
 ہم تمہارے لئے ایسا قبلہ مقرر کریں گے جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔

ان میں جو آیات وغیرہ کاڑھی جاتی تھیں اُن کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) پہلے بیضاوی دائرے میں قال اللہ تعالیٰ اِنَّہ من سلیمان وَاِنَّہ بسم اللہ الرحمن الرحیم  
وَقُلْ اَوْفُوا بِعَهْدِکُمْ عَلٰی مَا تَوَدَّوْا ۚ اِنَّہٗ لَیَمْلِكُنَّ اَنْ یَّجْعَلَ لَکُمْ سُلٰتٰنًا ۚ وَتُکْفٰرًا ۚ

(۲) چار نیلے مثلث نما دائروں میں سیدھی اور معکوس بسم اللہ

(۳) دوسرے بیضاوی دائرے میں دو سطریں تھیں۔ اوپر کی سطر میں بسم اللہ اور  
آیت الکرسی کی پہلی آیت نیچے کی سطر میں آیت الکرسی کی دوسری آیت پھر درمیانی ایک چھوٹے  
دائرے میں جیسی اللہ تیسرے بیضاوی دائرے میں اوپر نیچے دو سطروں میں آیت الکرسی کی بعد  
کی آیتیں۔

(۴) اس کے بعد ایک پٹی میں نہایت خوشخط میں بسم اللہ اور آیتہ تقد صدق اللہ  
رسولہ الرویا بالحق لئن لشد خلقن المسجد الحرام انشاء اللہ آمین

(۵) چھوٹے بیضاوی دائرے میں اوپر نیچے آیت الکرسی کی باقیماذہ آیتیں پھر اللہ  
(۶) پانچویں دائرے میں اوپر کی سطر میں صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسول اللہ  
التقدیر اور نیچے کی سطر میں صلی اللہ علی محمد آلہ واصحابہ اجمعین۔

(۷) اس کے بعد ایک گول بڑے دائرے میں بسم اللہ اور قل ھو اللہ

(۸) زیچ میں پٹی پر بادشاہ وقت کا نام حسب ذیل ترکیب سے سموئی خط میں

فی ایام دولۃ مولانا السلطان

الاختم ملک الملوک العرب والعجم۔

السلطان محمد الخامس خاں ابن السلطان

عبد المجید خاں ابن السلطان محمود خاں

غازی خلد اللہ تعالیٰ ملکہ۔

(۹) اس کے بعد بائیں جانب دوسرے بڑے گول دائرے میں بسم اللہ اور قل ھو اللہ

سلاہ اعل کریم کو سچائی کے ساتھ اور ہم بھی تو سچائی کے ساتھ یہ سلاہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب  
کو پوری طرح سچ کر دکھایا کہ تم انشاء اللہ مسجد الحرام میں اس کے ساتھ داخل ہو گے :-



باب کعبہ کا پردہ



(۱۰) چٹے بیضاوی دائرے میں دو سطرون میں بسم اللہ اور سورہ کلمات۔

(۱۱) اس کے نیچے سید ہی جانب ساتویں آٹھویں اور نویں دائرے میں علی المرتب  
لا الہ الا اللہ ملک الحق البین محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین اور الدین ایک نعید و ایک  
(۱۲) بائیں جانب دسویں گیارہویں اور بارہویں دائرے میں لا الہ الا اللہ ملک  
الحق البین محمد رسول اللہ صادق وعد الامین اور نسقین اہنا المراط۔

(۱۳) ان چھ دائروں کے بیچ میں ایک محراب مناسک میں بسم اللہ اور قل ہو اللہ۔

(۱۴) سب سے نیچے کے حصے میں جو چوکھٹ پر ٹکنے والا تھا ایک فٹ بلندی تک

سنہری روپیلی محض پھول بیل بوٹے تھے۔

توصیفاً عزام اور برقع کعبہ کی تصویر ملاحظہ فرمائی جائے۔

## (۲) خلافت کعبہ کا مصرعین و انگی

زمانہ قدیم سے مصر میں یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ خلافت کعبہ کو تیاری کے بعد ماہ شوال  
میں کارخانے سے مسجد حنین میں سینے اور تہہ کرنے کے لئے لے جاتے تھے اس وقت اس کا جلوس شہر  
و ہوم و ہام کے ساتھ مختلف محلوں میں ہو کر نکلا کرتا تھا جس سے فرض یہ ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو  
حج کی ترغیب ہو۔ تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس زمانہ میں مصر میں پچیسویں سلاطین کی حکومت  
تھی وہ سلاطین خود بھی امراء و ارکان دولت و خدم و ختم کے ساتھ جلوس میں رہا کرتے تھے اور  
امراء و اعیان سلطنت شان و شوکت میں ایک دوسرے سے بڑھ جائیگی کوشش کیا کرتے تھے  
اور جلوس کے ساتھ ساتھ جسم پر ہتیار سجاٹے ہوئے رہا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں سلاطین فرار کے  
درویش بھی اس جلوس کے ہمراہ زندہ سانپ کہاتے ہوئے نکلا کرتے تھے

سلاطین قحمانیہ کے عہد میں وہ بات تو نہ رہی تاہم خلافت کا جلوس نکلتا رہا۔

سلاطین کی صراحت آئینہ کی جاتی ہے:

سہ سعد یہ فرمے کہ درویشوں کا حال ہم نے آٹھویں فصل میں ماضیہ پر تحریر کیا ہے:

## (الف) تیرہویں صدی ہجری میں غلاف کعبہ کا جلوس

اب سے سو برس قبل کے جلوس کی تفصیلی کیفیت ہم اس جگہ اڈورڈ ولیم لین صاحب کی کتاب سے ترجمہ کر کے لکھتے ہیں۔ یہ زمانہ سلطان محمود خاں ثانی کا تھا جو ۳۲۳ھ سے ۳۵۵ھ تک بادشاہ ترکی رہا۔ لین صاحب لکھتے ہیں:-

غلاف کعبہ کا جلوس دیکھنے کے لئے ہر شوال ۳۲۹ھ کو سورج نکلنے سے قبل میں دروازہ خانہ کے محاذی ایک کتب فروش کی دکان پر جا بیٹھا یہاں آدھین کے ٹپٹ کے ٹپٹ لگے ہوئے تھے اور یہ دکان اور اس بازار کی تمام دکانیں تماشائیوں سے کچا کچھری ہوئی تھیں غلاف کا جلوس دیکھنے کے لئے ہر عمر کا آدمی گھر سے نکل رہا تھا سورج نکلنے سے دو گھنٹے بعد غلاف کے چار ٹکڑے جن سے سورج کی طرح تابکاری ہوتا ہے ہمارے سامنے سے گزرے۔ ہر ٹکڑا ایک گدی پر رکھا ہوا تھا۔ ان ٹکڑوں کے ساتھ ان کے باندھنے کی رسیاں بھی لگی ہوئی تھیں۔ گدی پر کچھ آراستہ نہ تھے اور معمولی فلاح نیلی رنگ کی قمیص پہنے ان کو لٹک رہے تھے۔ ان بعد کوئی پون گھنٹے تک سناٹا ملا اور کوئی قابل دید چیز ہمارے سامنے سے نہ گذری۔ البتہ چند درویش اور دو مخمڑے دکھائی دئے جس دکان پر اچھٹا کپڑے پہنے ہوئے لوگوں کا یہ رجوع دیکھتے وہ ان ٹھیرے جلاتے اور جنگ نہ بگڑی کہ کے ایک دوسرے کو خوب بے نقاظ سنا تے اور منہ پر بڑے زور سے طمانچہ گاتے۔ ان کے بعد بیس آدمی مزید دون کی شکل کے پٹے پر لٹے کپڑے پہنے نکلے ان کے کندھوں پر کلوئی کا ایک کارچوبی چوڑھا تھا جس پر حزام کا ایک ٹکڑا لٹکا ہوا تھا نہ کہ چار ٹکڑے تھے جس میں کوکسوہ میں جب سما دیتے ہیں تو مسلسل ایک بیٹی بن جاتی ہے جو پورے طور پر خانہ کعبہ کے گرد آگے و کوئی نہیں فٹ کی بلندی پر

۱۔ خانہ مسافر خانہ کو کہتے ہیں:-

۲۔ خرام کا کپڑا ہمارے زمانہ کے غنائیہ غلاف متعالم عام غلاف کے کپڑے کے دبیز اور نشیمنٹا ہوتا تھا

۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

چاروں طرف آجاتی ہے۔ یہ بھی اسی کپڑے کی ہوتی ہے جس کا غلاف ہوتا ہے۔ لیکن اس پر کتبہ بڑے خوشنما ہوتے ہیں جو بڑے بڑے خوبصورت سنہری حروفوں میں کارڈے جاتے ہیں۔

حرام کے کناروں پر سنہری گوٹ ہوتی ہے اور ہر سرے پر جہان استرا اور اسکے کنارے ملتے ہیں نہایت اچھی طرح سرخ و سنہرے رنگ سے سیکڑ سنہری گلابوں سے کام کر دیتے ہیں حرام کوئی ددفٹ چوڑی ہوتی ہے۔ اس کے مخالفوں میں سے کبھی کبھی کوئی نہ کوئی حال اس کا چرکے چوڑکے چلا جاتا تھا اور کسی سحرز مٹاشی سے انعام مانگ کر پھر اس چرکے کو اٹھانے لگتا تھا۔ اس کے بعد کوئی پاؤ گنڈ اور گز گیا پھر حرام کی باقی کے تین حصے بھی ایک کے بعد ایک نکلنے آدھ گھٹنے بعد کئی بڑے اونچے اونچے اونٹ آئے ان کو تھوڑا تھوڑا مٹھدی سے رنگ دیا تھا ان پر بہت ہی جھلا جیل کے اونچے اونچے کجاوے رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض پر ایک ایک دودو لڑکے لڑکیاں اور بعض میں بلایا بیٹی جھوٹی تھیں۔ ان کے پیچھے فوجی بابا اور فوج بیقاعدہ نکلی۔ پھر برقع یعنی کبوتے کے دروازے کا پردہ آیا۔ یہ ایک بڑے چوکھٹے پر سندھا جھوٹا اور ایک سچے جھوٹے اونٹ پر رکھا تھا۔ یہ بھی شل حرام کے سیاہ کپڑے کا تھا۔ اور اس پر بھی سنہری حروف کے کتبے تھے۔ اس کا کام نہایت علاحدہ ہے کا اور بہت سیواں اس کا استرینہ رطلن کا تھا۔ برقع کے ساتھ ساتھ کئی حلقے درویشوں کے تھے جو اپنے ہاتھوں میں تھپتھپتے اور جھنڈاں لٹے ہوئے تھے ان میں کسی پر گھڑ کسی پر آیت قرآنی کسی پر خدا رسول کے نام اور کسی پر اس کے بانی فرقہ کے نام لکھے ہوئے تھے۔ بعض قادیانی درویش مختلف رنگ کے جال لٹے ہوئے تھے جو گول حلقوں پر پھیلے ہوئے تھے اور ہر حلقہ ایک ایک لکڑی میں باندھ دیا گیا تھا۔ بعض درویش معمولی طریقے پر ذکر کرتے جاتے تھے اور درود تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔ ان کے پیچھے دو آدمی ڈھال تلوار لئے سیف کے ساتھ نکلتے جا رہے تھے۔ ان کے بعد ایک شخص بھیرنگی کھال کی پرتین پھنے اونچی ٹوپی سر پر اور موچون کی جگہ دو لمبے لمبے سفید پر اُسے ہوئے گھوڑے پر سوار پہلا جا رہا تھا۔ یہ جگہ جگہ مٹا جاتا تھا۔ مٹاشی اس کو کاغذ کے

۱۰ جاسے زمانہ میں حرام کے اٹھ کرے جاتے تھے ان کی تحصیل شائع غلاف کے اجزائیں بیان کی جا چکی ہے۔

پر چے دیتے تھے وہ اُن پر نقوس اور مقہ مون کے فیصلے لکھتا تھا ایک بکڑی اس کے ہاتھ میں تھی یہ سب وہ قلم کا کام لیتا تھا اور دم پر دم گھوڑے کی کوکبہ میں لارنا جاتا تھا۔

سب سے زیادہ قابل ذکر رفاہی خرتے کے چند درویش تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ایک ایک قضا بلے لوسے کے گزرتے جن کے ایک طرف لوسے کی ایک بڑی گیند لگی ہوئی تھی اور اس میں بہت سی چھوٹی چھوٹی زنجیریں لگ رہی تھیں اور دوسری طرف کیلی ڈنڈی تھی۔ وقتاً فوقتاً یہ درویش بڑے زور زور سے اپنی آنکھوں میں نوک کی طرف سے گزرتے تھے اور اس کی ڈنڈی آنکھ کے اندر ایک ایک آنچ گھسیتی ہوئی معلوم ہوتی تھی مگر آنکھ کو کوئی تھوڑا سا نہ نہیں پہنچتا تھا یہ کرب بہت ہی صفا سے کیا جا رہا تھا اور اس کرامات کے صلے میں یہ لوگ دو ایک پیسے یا ایک سلفہ تبا کو لیکر خوش ہو جاتے تھے۔ میرے پاس جو تاشا کی گھڑی تھی اُن کو اس کرب کی نسبت دھوکے یا نظربندی کا کوئی شبہ نہ تھا بلکہ وہ اس کو تو بلیا دینا نہ سمجھ رہے تھے۔ میں نے جب کہا کہ اس کھیل میں علما و ربیع کی ہاتھ کی صفا اور مٹھی کی چالاکی ہے تو تاشا یوں میں سے ایک صاحب جو وسیع معلومات رکھتے آدمی نظر آتے تھے مجھ پر لعن طعن کرنے لگے۔ اس مجلس کے ساتھ زیادہ تر رفاہی فقیر تھے اور ان کے سر شداپے گھوڑے پر اُن کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ اس کے بعد اُن آیا اس وقت کسوت کے مجلس کے ساتھ محل کو روٹن بڑا ہانے کے لئے گردے ہیں در نہ محل کا اصل مجلس قافلہ حجاج کی روحانی کے وقت کسوت کے مجلس سے دو تین تہتے بند نکلا ہے میں کا ذکر آگے آئے گا۔ محل کے پیچھے ایک دوسرا مستطیل علاقہ میں پر زین کام ہوتا ہے اور بوجہ کام ابراہیم پر ڈالا جاتا ہے آیا اس کے بعد ایک ترکی فوجی افسر جو ایک کارپوبی کام کے رومال میں سبز ریشمی تیشی لئے ہوئے تھا نکلا۔ اس پر بھی زردوزی کا کام تھا۔ یہ تیشی مانہ کعبہ کی کبھی کے لئے تھی۔ اس کے پیچھے مجلس کا سب سے آخری شخص یعنی ایک

لے اس قسم کے فقیر ہندوستان میں بھی جوتے ہیں۔ ان کو بیان مڑا جڑا لکھتے تھے۔ یہ لوگ شعروانی کر کر کے زبردستی پیسے وصول کرتے ہیں نہ دینے پر آنکھ میں گزمارتے ہیں یا پاؤں سے سمجھ کر زخمی کر لیتے ہیں۔

سہ کلید کعبہ کی عینی سبز سرخ اور سیاہ رنگ کے الٹس کی جوتی ہے جس پر ایک طرف (یعنی سلسلہ ماشیہ صفحہ ۵۵) پر

ایک نصبت برہنہ شیخ نکلا یہ بزرگ ہمیشہ محل کے ساتھ ساتھ اونٹ پر سوار رہتا ہے۔ قافلے کے چارہ مکے جاتا ہے اور قافلے کے ساتھ واپس آ جاتا ہے۔ اس کی عادت ہے کہ ہر وقت سر ہلاتا رہتا ہے۔ جلوس کسوت دیکھنے کے چند روز بعد میں منجھن میں کسوت وغیرہ دیکھنے کے لئے گیا وہاں جھک رہا تھا۔ تمام غلامانہ دیکھ لینے دیا اور اس کے عوض میں اور غلامانہ کے بالشت بھر نلکے کے بدلے میں جو غلام تیار ہو کر بیچ رہے تھے ان کے کارخانے و انون کو کچھ نذرانہ دیا۔

## (۳) (ب) موجود زمانہ میں غلام کعبہ جلوس

جس زمانہ میں غلام کعبہ خشکی کے رستے سے مکہ منظر روانہ کیا جاتا تھا ان دونوں میں عموماً

(بقیہ ماشیہ) ایک طرف نہری حروف میں سلطان لڑکی کا نام اور یہ آیت (ان اللہ یامرکم ان تودوا الا انما تالی لہا) یعنی اللہ حکم دیتا ہے کہ جن کی امانتیں ہوں تم ان کے پاس پہنچا دو اور دوسری طرف آیت (انہ سلیمان دانہ بسم اللہ الریم) اور خدیو مصر کا نام دستہ کڑ مار رہتا تھا مثلاً سلطان محمد خاں خاص کے زمانہ کی قبیلہ پر سلطان اور خدیو مصر کا نام اس طرح کڑ مارا ہوا تھا۔ امیر محل المکیس المبارک مولانا السلطان محمد خان الخامس (اس مبارک قبیلہ کے بنائے کا حکم مولانا سلطان محمد خان خاص نے دیا) اور بعد دہدہ المکیس آفندیہ عباس علی باشا خدیو مصر ۱۲۴۲ھ (یعنی اسی قبیلہ کی تجدید عباس سرکار عباس علی باشا خدیو مصر نے فرمائی ۱۲۴۲ھ)

امانت کی واپسی کے متعلق مذکورہ بالا آیت عمران کی ہے اسی کی بنا پر آنحضرت نے فتح مکہ کے بعد ہمیشہ کیلئے کہتے کی کئی عثمان بن طلحہ کے سپرد فرمائی تھی چنانچہ کہے کی کلید برداری آج تک انہیں کی اولاد میں چلی آرہی ہے۔ کہتے کی کئی پرانی وضع کی لمبی ہے جس پر سونے کا ملمع کیا ہوا ہے اور ایسا ہی فعل ہے۔ ان پر کلمہ کندہ ہے۔ یہ مشہور ہے کہ جو کچھ بولتا ہوا تلاتا ہو اس کے منہ میں کہتے کی کئی پھرنے سے اچھی طرح بولنے لگتا ہے۔ ۱۷۰۰ گلا زمانہ میں محل کے اونٹ کی چال دیکھنے کے لئے ایک شخص مقرر کیا جاتا تھا جس کا یہی کام تھا کہ وہ ایک اونٹ پر بیٹھا پیچھے سے محل کے اونٹ کی چال دیکھتا رہے اور اگر اس میں کچھ نقص پائے تو دوسرا اونٹ تبدیل کرادے۔ اس کو شیخ المجل کہتے تھے اب یہ خدمت تخفیف ہو گئی لیکن ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو چال کی درستی سے آگاہ کرنے کے لئے سر ہلاتا ہو یا جس طرح پاکی اٹھانے والے کبار ہر وقت کچھ نہ کچھ بولتے ہی پلٹے ہیں اسی طرح وہ بھی گردن ہلاتا رہتا ہو گا شیخ المجل کے منی اونٹ والا شیخ:

عید الفطر کے دو چار دن بعد یعنی ہر شوال تک روانگی غلات کا جلسہ قاہرہ میں ہوا کرتا تھا۔ ہمارے زمانہ میں کہ قاہرہ سے سوئز تک ریل تیار ہو گئی ہے اور سوئز سے جدے تک دریا بنی رہے۔ اس سے گھل بھیا جاتا تھا اس لئے یہ جلسہ ہر شوال میں منعقد ہونے لگا تھا جس کے متعلق پہلے سے احکام جاری ہو جاتے تھے۔ دفاتر و مدارس کو تعطیل دی جاتی تھی اور دعوتیوں کو ٹکٹ تقسیم کر دئے جاتے تھے۔ اس کے بعد جلوس گھل کا ایک دوسرا جلسہ وسط ذیقعدہ میں اور ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد غلات معمل گھل کے روائے کر دیا جاتا تھا جلسہ کسوتہ (غلات) سے ایک دن قبل عصر کے وقت وزارت مالیہ کے دفتر سے (جو محلہ جالیہ میں واقع ہے) اور جہان تیاری کے بعد غلات محفوظ کر دیا جاتا تھا غلات کے معمولی پارچے کو سند و قون میں بھر کر اور غلات کے خاص خاص زرین اجزاء یعنی پردہ باب کعبہ حزام اور غلاف مقام ابراہیم کو کارخانہ تیاری غلات واقع محالہ خرنفش سے میدان محمد علی تک لے جاتے تھے۔ اس میدان کو میدان صلاح الدین و میدان قلعة بھی کہتے ہیں۔ یہاں ایک بڑا منہ ڈوا یا بار تیار کیا جاتا تھا جس کے بیچ میں ایک مصطفیٰ یعنی اسٹیج اور ادھر ادھر دو حجرے شایانوں وغیرہ سے بناتے تھے۔ اسٹیج کے سامنے دعوتیوں اور تماشائیوں کے واسطے گرد گرد سات طلقے بنائے جاتے تھے۔ اس وقت جلوس کسوت کی رونق بڑھانے کے لئے گھل بھی اس کے معمولی سبز اس کے غلات میں ساتھ کر دیا جاتا تھا گھل کا زرین غلات دوسرے جلوس میں ڈالتے تھے جو خاص گھل کا جلوس ہوتا تھا جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ ۱۳۱۵ھ و ۱۳۱۶ھ کی تالیفات سے جلوس کسوت کی ترتیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ آگے آگے باجے والے اور فوج کے سوار و پیادے ان کے بعد ہاتھ میں کلید کعبہ لئے ہوئے تمام غلات ان کے پیچھے پولیس والوں کے حلقے میں غلات کعبہ کے زرین ٹکڑے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ضرور ان کے پیچھے فرقہ رناعیہ سعدیہ - احمدیہ - البیہ - یوہیہ - قوادریہ و شافعیہ کے بہت سے درویش و مشائخ آخروں میں گھل یہ جلوس کارخانے سے چل کر سبیل آگے آگے جو محلہ تھا سین (کسار تھ) کے قریب ہے جاتا تھا اور بان سے محلہ غوریہ -

باب لکھنؤ - دربار اناجرا و کچر چوتھا میدان صلاح الدین میں پہنچتا تھا۔ یہاں صبح تک

لسانہ کلمہ کہ یہ سب اس سیرت میں تھے یہ لکھی جا چکی ہے :-

اس زمانہ میں یہ منہ ڈوا بنی ہوئی تھی

اسٹیج اور جلسہ کی تیاری ہوتی رہتی تھی۔ محل کو اسٹیج کے سامنے کھڑا کرتے تھے اور اسٹیج کی آرائش کے لئے مقام ابراہیم کا غلاف وسط میں اور غلاف کعبہ و حزام و پردہ باب کعبہ و پردہ باب توبہ اور کعبہ کلید کعبہ اسٹیج کی دیواروں پر لٹکاتے تھے۔ غلاف مقام ابراہیم کے حوالی میں چاندی کے چار معدن اندر رکھے جاتے تھے اور اسٹیج کے ایک طرف غلاف کعبہ کی چار زرین دائرے دیوار پر لگائے جاتے تھے۔ یہاں بہت سے لوگ رات بھر جاگتے تھے۔ قرآن خوانی ہوتی رہتی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ بھی جوتا تھا۔ امر کو معززین عموماً نماز مغرب سے قبل کہا نا کھا کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے اور شب بیداری کرنے والے عشا کے بعد کہا نا کھاتے تھے۔ جلسہ شب بیداری کا خرچ کوئی ٹیڑھ ہزار روپیہ تھا۔ آدھی رات تک کھانا دانا اور صبح تک قرآن خوانی اور جلسہ کی تیاری ہوتی رہتی تھی۔ صبح ہوتے ہی خدیو معزز و علما و اعیان دولت تشریف لاتے تھے۔ اکیس توپ کی سلامی دی جاتی تھی اور باجا انکی سلامی کا راگ گاتا تھا ”آفندہ چوق ایٹا“ یعنی ہمارے سرکار مدت دراز ملک کامران رہیں، تین مرتبہ یہی ترانہ سامعہ نوازی کرتا تھا۔ ہر وفد اس کے ختم پر حاضرین نصر مائے مسرت بلند کرتے تھے جس کے جواب میں خدیو اور ان کے ہمراہی اپنے ہاتھ پیمانیوں تک لیجا کر سلام کا جواب دیتے تھے پھر تھوڑی دیر خدیو اور ان کے صاحب اسٹیج پر قیام کرتے اس کے بعد ان سات حلقوں کا معائنہ کرتے تھے جو محل کے گشت کے لئے بنائے جاتے تھے۔ اس کے بعد تمام کارخانہ غلاف محل کے اونٹ کی ٹیل منڈی کو کودیتے وہ اسے چوم کر قاضی القضاۃ کے

سہ مقام ابراہیم کی غصہ کیفیت سابق میں لکھی جا چکی ہے۔ غلاف مقام ابراہیم کی تفصیل پندرہویں فصل کے فقرہ ۴، میں تحریر کی گئی ہے جس کا عنوان ہے غلاف کے بیش بہا نگارے حیدر آباد میں۔

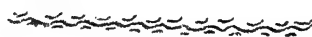
۱۔ پردہ باب کعبہ کی مرحلت سابق میں زیر عنوان ”برقع کعبہ“ لکھی جا چکی ہے۔

۲۔ خانہ کعبہ کے اندر ایک دروازہ کعبہ کی چھت پر چڑھنے کے لئے بنایا ہے اسے باب توبہ کہتے ہیں اس پر بھی زرین کام کا ایک پڑ

سیاہ اٹلس کا پڑا ہوتا ہے جس پر آیات قرآنی و بادشاہ وقت کا نام بنایا ہوتا ہے۔

۳۔ کعبہ کی تھیلی کی مرحلت ہم اس سے قبل کر چکے ہیں۔

۴۔ ان دائروں کو روک کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل غلاف کعبہ کے اجزائے ضمن میں کی جا چکی ہے۔



حوالہ کرتے۔ اسی طرح دوسرے اراکین داعیان باری باری سے ہمار چوتھے اور دوسروں کو دیتے جاتے آخر میں امیر الحج کے سپرد کر دی جاتی۔ اس کے بعد غلاف کعبہ کا معائنہ ہوتا جسے سپاہی اٹھائے ہوئے منڈوٹے کے سامنے کھڑے رہتے تھے یہاں خدیو کے سامنے سے امر و وزرا و فوج گذرتی تھی۔ پھر اکیس ضرب توپ کی سلامی دینا جاتی اور جلسہ برخاست ہوتا۔ خدیو اور ان کے مضافت ہو جاتے اور غلاف کعبہ یہاں سے مسجد حنین میں جاتا یہاں امیر الحاج اس کا استقبال کرتے مسجد میں غلاف کعبہ کے بعض اجزاء سٹے اور جوڑے جاتے۔ غلاف و محل کی روانگی سے قبل وسط ماہ ذی القعدہ میں امیر الحج و امیر الصدوق وغیرہ عہدہ داروں کے سامنے سب کی گواہی کے کرشمہ غلاف۔ ان تمام چیزوں کو محلی کے جو ایک عہدہ دار ہوتا تھا سپرد کر دیتے۔ باضابطہ رسید لکھی جاتی۔ کاتب رسید کا حق کوئی ساڑھے تین گنی دے جاتے اس کے بعد غلاف کعبہ اور اس کے تمام اجزاء صندوق و قون او قشیلوں میں بھر کر سفر حجاز کے لئے تیار کر دے جاتے اور ان کو کارخانہ غلاف میں محفوظ کر دیا جاتا جہاں جلوس محل کے دن تک جو روانگی سے قبل منعقد و کرتا تھا رکھے رہتے اس کے بعد سفر حجاز کیلئے عباسیہ اسٹیشن پر پہنچا دے جاتے۔

لہ قاہرہ میں ایک مسجد ہے جسے مسجد سیدنا حسین یا جامع حنین کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ معرکہ فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ کا (۳۵۸ھ) میں جب مصر پر تسلط ہوا تو وہ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک شام سے قاہرہ لے گیا اور ایک عظیم الشان مقبرہ تیار کر کے اس میں دفن کیا اور اس مقبرے کے ساتھ ایک مسجد بنوائی جو مسجد سیدنا حسین کے نام سے مشہور ہے اس مسجد کا انتظام بہت اچھا ہے اور خوب آراستہ ہے۔ یہاں ربیع الثانی کے مہینے میں مولودین ہوتا ہے جس میں ختم قرآن وغیرہ کیا جاتا ہے۔ سارا شہر اس مقبرے کی زیارت کو جاتا ہے۔ عابد و زاہد لوگ و ردد و ظالمت میں مصروف رہتے ہیں اور شہر میں کوئی پندرہ دن تک بڑا میلار ہوتا ہے :

امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے دفن کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ کربلا میں جب مبارک کے ساتھ دفن ہے۔ ایک کہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مقبرہ الطہیت میں دفن ہے۔ دمشق میں ایک مسجد ہے جسے مسجد اس سیدنا الحنین کہتے ہیں یعنی امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کی مسجد اس میں ایک گنبد ہے اس میں سر مبارک مدفون تصور کیا جاتا ہے :



## (۴) غلاف کعبہ کا سفر قاہرہ سے مکہ تک

### (الف) تیسرے سو سال کی مندرجہ

چونکہ قاہرہ سے غلاف کعبہ اور محل مصری کی روانگی ساتھ ساتھ ہوتی تھی اس وجہ سے اس سفر میں غلاف کعبہ محل لازم و ملزوم نظر آتے ہیں۔ ہم نے محل کے حالات تفصیل کے ساتھ دوسرے باب میں تحریر کئے ہیں وہاں محل کے ساتھ مختلف منزوں میں غلاف کعبہ کے ورود و قیام کی کیفیت بھی درج کر دی گئی ہے۔ اس جگہ غلاف کعبہ کے حالات کی تکمیل کے خیال سے منزوں کا مختصر ذکر کر دیا جاتا ہے۔

قاہرہ سے غلاف کعبہ محل اور امیر الحاج کا سامان روانہ ہونے کے بعد میدان حصہ میں جو شہر سے باہر شمال کی جانب تھوڑے فاصلہ پر ہے دو تین دن قیام رہتا تھا۔ تاکہ حج کے جانو الے یہاں آکر قافلے کے ساتھ ہو جائیں۔ یہاں سے قافلہ برکتہ الحاج کو روانہ ہوتا تھا۔ یہ جگہ شہر سے گیارہ میل ہے۔ یہاں دو دن پڑاؤ رہتا تھا۔ یہ مقام قاہرہ و مضافات قاہرہ کے تمام حاجیوں کے جمع ہو جانے کا تھا۔ یہاں ایک برکہ یعنی حوض بنا ہوا تھا۔ یہاں سے قافلہ بالعموم ۴ شوال کو روانہ ہو جاتا تھا۔ شکی کی راہ سے مکہ تک پہنچنے میں (۳۷) دن لگتے تھے۔ (۳۱) رات چلتے تھے (۷) دن منزوں پر قیام ہوتا تھا۔ رستہ پتھر پلے چٹانوں اور ریگستانوں میں ہو کر گزرتا تھا۔ راہ میں بہت ہی کم شاداب مقام ملتے تھے۔ راہ کی صعوبت کم کرنے کے لئے قافلہ ہمیشہ آہستہ آہستہ چلتا تھا اور عموماً صبح سورج نکلنے سے دو گھنٹے قبل روانہ ہو جایا کرتا تھا اور دھوپ نکلنے کے کچھ دیر بعد پڑاؤ ڈال دیتا تھا۔ قاہرہ سے مکہ تک کل (۳۱) منزیں تھیں جن کے نام سفرنامہ برکھارٹ سے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

نشان سلسلہ	نام منزل	کیفیت
(۱)	برکتہ الحاج	یہاں ایک جھوٹا سا حوض تھا جو حاجیوں کی آسائش کیلئے بنایا گیا تھا۔

- (۲) دارالحجرہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔
- (۳) اجرد بگہا اس کے جنگل کو اجرد کہتے ہیں یہاں کا پانی بہت خوب تھا۔
- (۴) رؤس النواطیر پہاڑی میدان ہے پانی نہیں ملتا تھا چنہ گھٹنے قافلہ ٹھہرتا تھا۔
- (۵) وادی تیر پانی نہیں ملتا تھا چند گھنٹے پڑا اور تباہی تباہی کے معنی بیابان کے ہیں۔
- (۶) قلعة قفل دن بھر قیام رہتا تھا۔ پانی لیکر روانگی ہوتی تھی۔
- (۷) الدلیا ایک گھنٹے قیام رہتا تھا۔ پانی نادر۔
- (۸) سطح عقبہ چند گھنٹے قیام رہتا تھا عقبہ دشوار گزار راستے کو کہتے ہیں۔
- (۹) عقبہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ سڑک پہاڑ پر سے گزرتی ہے۔
- (۱۰) تلہر انمار یہاں کی زمین پتھر لی تھی۔ پانی خراب تھا کھجور کے درخت بہت تھلہر انمار کے معنی گدے کی میٹ۔
- (۱۱) شرف معمولی پڑاؤ تھا۔ شرف کے معنی نگارہ۔
- (۱۲) منار شعیب ستارہ کی معنی گڑبے کے ہیں معمولی منزل تھی۔
- (۱۳) عیون القصب عین کی معنی عیون ہے جس کے معنی چشمے کے ہیں پانی ملتا تھا۔
- (۱۴) الموت یہاں عہد چیر گاہ تھی۔ پانی اچھا تھا ایک رات دن قافلہ ٹھہرتا تھا۔
- (۱۵) سلمی معمولی منزل تھی۔
- (۱۶) قلعة الظلم چھوٹا سا قصبہ تھا۔
- (۱۷) صطبل عتتر یہاں ریگ میں گڑبے کر کے پانی نکالتے تھے۔
- (۱۸) قلعة الوجیہ پانی عہد ملتا تھا۔ رات کو پڑاؤ ہوتا تھا۔
- (۱۹) اکرہ اکرہ کے معنی بہت مکروہ کے ہیں۔ بڑی کڑی منزل تھی۔ پانی بدبو ملتا تھا صرف ایک گھنٹہ ٹھہرتے تھے۔
- (۲۰) حورا پانی خراب ہے۔ درخت بہ کثرت ہیں جن میں زیادہ تر پلو کے ہیں۔
- (۲۱) نبط نہلا کے معنی پانی نکالنے کے ہیں۔ معمولی منزل تھی۔

- (۲۲) خضیرہ  
(۲۳) مینوع النخل  
(۲۴) بدر  
(۲۵) رابع  
(۲۶) جزئیات  
(۲۷) عقبۃ الاسکر  
(۲۸) ظلیص  
(۲۹) بیر عصافان  
(۳۰) وادی فاطمہ  
(۳۱) مکہ معظمہ
- خضیرہ کے معنی سبز۔ صرف ایک گھنٹہ قیام ہوتا تھا۔  
یہ مقام مدینہ منورہ کے بندر گاہ مینوع کے علاوہ ہے۔ کفر الذکر  
کو مینوع البحر کہتے ہیں۔ اسے مینوع النخل۔  
مشہور مقام ہے۔ بسے ہجری میں یہاں قریش سے مسلمانوں کی  
سخت جنگ ہوئی تھی۔ یہاں دور در قیام رہتا تھا۔ پانی  
سامان خورد و نوش بہ کثرت ملتا تھا۔ اب بھی ایک باوقصہ ہے۔  
ایک مشہور بندر گاہ ہے۔ کئی کنوے ہیں۔ کہاں پانی بہ کثرت  
ملتا ہے۔ اب بھی یہ بہت بڑی منزل ہے۔  
معمولی منزل تھی۔  
ایضاً  
یہاں بڑا بازار ہے۔ شہد و روغن بلسان اچھا ملتا ہے۔  
کنواں ہے۔ پانی اچھا ملتا ہے۔ ضروری اشیاء بھی دستیاب  
ہو جاتی ہیں۔  
یہ بہت زرخیز وادی ہے۔ یہاں ترکاریاں خوب ہوتی ہیں  
یہاں کی ہندی بھی مشہور ہے۔ سکے سے دس سیل ہے۔  
منزل مقصود۔

## (ب) زمانہ حال کی منزلیں

یوں تو پانچویں صدی ہجری میں بھی غلاف کعبہ بعض اوقات ہجری رستے سے لیجایا  
کرتے تھے لیکن محل کے ساتھ پہلے سل دریا ہی رستے سے سلاطین ہجری میں براہ سوز غلاف کی  
روانگی ہوئی تھی۔ اس کے بعد موسم وقت و سہولت کے لحاظ سے غلاف کو کبھی خشکی کی راہ سے  
اور کبھی ہجری رستے سے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ غلیو اسماعیل پاشا کے آخر زمانے میں جس کا عہد حکومت  
۱۲۹۹ھ ہجری سے ۱۳۰۶ھ ہجری تک ہے۔ عموماً غلاف کعبہ اور محل ہجری خشکی کے رستے ہی سے

آتے جاتے تھے۔ غلاف کو قہر کے سفر کا پرہیز کرنا ضرورت سمجھ کر دیتی تھی اور ہمیشہ اس امر کو ملحوظ رکھتی تھی کہ جس رستے میں تکلیف کم ہو وہی اختیار کیا جائے۔ گذشتہ چالیس سال سے غلاف و محل کی روانگی قاہرہ سے سوئز تک ریل میں اور سوئز سے جدہ تک جہاز میں ہوتی رہی یہاں خشکی کی راہ سے سکے ہوئے نہایت قہر میں ہمیشہ پہلے کے آتا تھا اور حج کے بعد مدینے جاتا تھا۔ ۱۹۱۰ء کو ایک عظیم الشان جلسہ ہوا تھا جس میں خدیو عبی شریک ہوئے تھے۔ اسکندریہ سے غلاف دریائی رستے سے بندرگاہ یافہ پہنچا۔ ولان سے حجاز ریلوے کے ذریعہ سے مدینے داخل ہوا۔ اور خشکی کی راہ سے مکہ پہنچا۔ حج کے بعد محل جدے سے طور اور سوئز ہوتا ہوا قاہرہ واپس ہوا تھا۔ ہمارے زمانہ میں غلاف کعبہ کی اور محل کی قاہرہ سے مکہ مغلیہ تک حسب ذیل فرسٹ کلاس ہوتی تھیں۔

ریل کے ذریعہ سے	(۱)	عباسیہ
	(۲)	طوخ
	(۳)	بنہا
	(۴)	زقازیق

۱۵ یافہ ملک شام کا مشہور بندرگاہ و شہر ہے یہاں کی نازکیاں اچھی ہوتی ہیں۔ آجکل قاہرہ سے یافہ تک ریل جاتی ہے۔ ۱۶ طور بحر احمر کا ایک بندرگاہ ہے یہاں تدریج لینڈی چلی گئی ہے جو کہ طور یا جبل سینا کی چوٹی پر ختم ہوتی ہے۔ طور جزیرہ نما ہے سینا میں واقع ہے مصر کی حکومت ہے اس پندرہ ہزار آدمیوں کی بستی ہے جن میں عیسائی زیادہ ہیں۔ وادی شیبہ جبل قیصران یہاں کی زیارت گاہیں ہیں۔ حجاز سے جانے والے مساجد کے لئے طور میں بڑا بیماری قرطین ہوتا ہے جس کی مدت بعض اوقات پندرہ دن تک ہوتی ہے۔ میرا ارادہ حج کے بعد مصر ہوتے ہوئے شام جانے کا تھا۔ مگر حالات اور باغیوں نے اس قرطینہ لئے بہت پست کر دی تھی۔

۱۷ سوئز مصر کا مشرقی بندرگاہ نہر سوئز کے کنارے آباد ہے۔ یہاں کی مردم شماری پندرہ ہزار ہے یہاں دول کے یونٹ کے تو فیصل رہتے ہیں۔ جہاز کی کپہی کے بہت سے دفتر و مکانات ہیں۔ یہاں کی سب سے زیادہ مشہور جینر نہر سوئز ہے جو بحر روم و بحر اگرم کو ملائی ہے۔ اس کی لمبائی سوئیل چوڑائی سو گز اور گہرائی (۲۵) فٹ ہے۔

(۵)	ابی حجاب	{ ریل کے ذریعے سے
(۶)	نفیسہ	
(۷)	اسماعیلیہ	
(۸)	قائد	
(۹)	سوئز	
(۱۰)	جدہ	{
(۱۱)	بحرہ	
یہاں سچڑ جائے خانہ ہے خور و نوش کا سامان لگاتا ہے۔		

مکہ منقطہ

(۱۲)

## (۵) غلاف کعبہ کا ورود کے میں

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں قاہرہ سے مکہ تک غلاف کعبہ و محل مصری لازم و ملزوم رہتے تھے۔ مکہ منقطہ میں ان کے ورود کی کیفیت ہم تفصیل کے ساتھ محل کے ورود اور بلوس کے ضمن میں تحریر کریں گے۔ یہاں صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ مصری قافلہ جو غلاف کعبہ لانا تھا معہ ہمارے ہی فوج کے محلہ جبرول کے پاس میدان شیخ محمود میں ڈیرے ڈالتا تھا اور ایک جلسے میں علماء و اعیان سلطنت کی شہادت شرعی لیکر غلاف کعبہ کلید بردار کعبہ کی تحویل میں دیدیا جاتا تھا جو عموماً نوین ذی الحجہ کو شام تک اُن کے مکان میں رکھا رہتا تھا اور پھر کعبہ پر ڈال دیا جاتا تھا پراے غلاف کی علحدگی اور نئے غلاف کے ڈالنے کی کیفیت آئندہ صراحت کے ساتھ ہم نے لکھی ہے۔

## (۶) غلاف کعبہ کے مصارف

اگرچہ محل کے ضمن میں ہم نے تقریباً ان تمام اخراجات کا ذکر کیا ہے جو مملکت مصر کو روٹھی

کل و تیاری غلات کعبہ و خواہ اہالیان حسین و خیرات مبرات میں ادا کرنے پڑتے تھے۔ مگر اب یہاں بالخصوص غلات کی تیاری وغیرہ کے متعلق جو اخراجات سالانہ لاحق ہوتے تھے وہ درج کئے جاتے ہیں۔

سلطنت مصر کے مختلف مین کے موازنوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۸۰ء سے لگا کر ۱۹۲۲ء تک صرف غلات کی تیاری و بار برداری وغیرہ میں کم سے کم سالانہ (چار ہزار گنی اور زیادہ سے زیادہ) (دس ہزار گنی خرچ ہوئے یعنی بحاس ساٹھ ہزار سے لگا کر ڈیڑھ لاکھ روپے تک خرچ کا اندازہ رہا۔ ۱۳۰۰ء مطابق ۱۸۹۹ء کے تقریبی اخراجات غلات اس ملک تحریر کئے جاتے ہیں ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس کس میں کتنا کتنا خرچ ہوتا تھا۔ مصری گنی کی قیمت کم و بیش چودہ روپے کھار ہوتی ہے اور ایک ہزار سلیم کی ایک گنی ہوتی ہے۔

نشان سلسلہ	نام دات	گنی	سلیم
(۱)	ریشم	۱۱۲۲	-
(۲)	سنہری مخیش (تار) ۶۰۰۰ اشقال	۱۱۹۷	۷۵۰
(۳)	روپہلی مخیش (تار) ۶۵۰۰ "		
(۴)	اخراجات زرد دوزی	۱۳۱۰	
(۵)	ریشم کی بٹوائی	۵۱	۱۹۰
(۶)	ریشم کی رنگوائی	۱۳۷	۱۰۰
(۷)	سوتلی تاکہ کی بٹوائی	۳۳	۸۵۰
(۸)	سبز و سرخ اطلس	۱۱	۲۲۰
(۹)	تاکہ بٹوائی	۴	۲۰۰
(۱۰)	درستی بوس قیوم و جدید	۲	۵۷۰
(۱۱)	ریشمی نکیل کی بٹوائی	۴	۵۷۰
(۱۲)	قیمت ریشم رنگین	۶	۷۲۰

۸۳۰	۱	سوت کے کام کی اجرت	(۱۳)
۳۳۰	۲	سوتی تگے اور ریشم کی رنگوائی	(۱۴)
۷۲۰	۱	قرا پر مٹی برائے عرق گلاب	(۱۵)
۵۵۰	۶	جہاں کی تیاری	(۱۶)
۷۴۰		ریان	(۱۷)
۳۶۰	۱	ٹاٹ کے قیلے (غلاف کا کپڑا کہنے کے لئے)	(۱۸)
۸۵۰	۱۷	سینہ خاصہ (غلاف کے استر کے لئے)	(۱۹)
۶۷۰	۱۴	روپیلی ٹوٹن	(۲۰)
۹۰۰	۷	غلاف کبیک کی سلوائی	(۲۱)
۸۰	۲	ریل پر غلاف کے لاد پنے کی اجرت ممالان	(۲۲)
۲۲۰	۸	ستفرق اغراجات متعلق غلاف	(۲۳)
۲۸۰	۶	پانی	(۲۴)
۴۸۰	۴	حریر کی تیاری کی اجرت	(۲۵)
۸۰۰	۲۱۸	غلاف مجنے والوں کی اجرت	(۲۶)
	۴۰	تنخواہ رئیس النوالہ (محاسب)	(۲۷)
۵۵۰	۷	غلاف کے پٹینے اور تہہ کرشیکی اجرت	(۲۸)
۹۵۰	۵	غلاف کی درستی و صاف کلائی	(۲۹)
۵۵۰	۳	کارخانہ تیاری غلاف کے ستفرق اغراجات بروز جلوس	(۳۰)
۲۵۰	۱	ستری کا بہتہ	(۳۱)
۲۵۰		بہتہ محاسب	(۳۲)
۴۲۰	۳	الونس خدمت گاران بروز جلوس	(۳۳)
۴۸۰	۳۱	الونس کارگیروں کو بروز جلوس	(۳۴)
۴۳۰	۱۵	الونس بروز جلوس دیگر مستحقین کو	(۳۵)

۶۳۰	۲	الوش رئیس کبیر (بڑے مستری) کو جلوس کے دن	(۳۶)
۵۸۰	۲	” محاسب کو جلوس کے دن	(۳۷)
۶۰۰	۱	” محامی جلوس کے دن	(۳۸)
۴۵۰	۱	” قرآن پڑھنے والے کو جلوس کے دن	(۳۹)
	۳	” خزانچی کو جلوس کے دن	(۴۰)
۵۰۰	۱	” محافظ غلات مقام ابراہیم کو بروز جلوس	(۴۱)
۳۵۰		” نقیب علم فرقہ سدیہ کو	(۴۲)
۴۰۰		” حزام کے حاملین کو جلوس کے دن	(۴۳)
۵۰۰		” شیخ مزائین کو جلوس کے دن۔	(۴۴)
۳۰۰		” جمال برقع رکبہ جلوس کے دن	(۴۵)
۹۵۰		” مشغایچوں کو جلوس کے دن	(۴۶)
۸۰۰		” زردوز دن کو جلوس کے دن	(۴۷)
۲۰۰		” فراشوں کو جلوس کے دن۔	(۴۸)
۹۰۰		” غلات کعبہ اٹھانے والوں کو جلوس کے دن	(۴۹)
۱۰۰		” دربان کو جلوس کے دن	(۵۰)
۲۰۰		” محامی غلات مقام ابراہیم بروز جلوس	(۵۱)
۳۵۰		” نقیب رفاعیہ کو جلوس کے دن	(۵۲)
۳۰		” خیمے نصب کرنے والوں کو بروز جلوس	(۵۳)
۴۵۰		” کاتب انتظام کو جلوس کے دن	(۵۴)
۱۵۰		” فراش مسلمہ کو جلوس کے دن	(۵۵)
۴۵۰		” نجار کو جلوس کے دن	(۵۶)
۹۰		” یوم جلوس کدورت مسجد حسین کی صفائی وغیرہ	(۵۷)
۵۵۰		” یوم جلوس مسجد حسین میں	(۵۸)



۳۵۰	روز جلوس خلافت کی سلوائی و زرد تھی	(۵۹)
۱۵۰	مخیش (سنہری رو پہلی تار) کو تپانے کے لئے کوئلے	(۶۰)
۸۰۰	یوم جلوس پولیس کے سپاہیوں کو ہتھ	(۶۱)
۴	زردوزون کو جو مخیش تپاتے ہیں	(۶۲)
۵۵	بیت اللہ کے منبر کے خلافت کی تیاری	(۶۳)
۸۰	جلوس کی رات کے آخر جا رہا	(۶۴)
۵۵۰	متفرق	(۶۵)
۲۰	مصارف تیاری مصطفیٰ (ایٹھ)	(۶۶)

میران کل (۶۰۰ م گنی ۸۱۰) بلیم  
تقریباً باسٹھ ہزار چار سو روپیہ کھدار

## فصل دسویں وہابیوں کی پہلی فتوحات حجاز اور ان کا خلافت

وہابیوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو شریف غالبؒ اور حجاز کے فرمانروا ترک حد کی

سلاہ وہابی مذہب کے بانی محمد بن عبد الوہاب علاقہ نجد میں ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۲۰۰ھ میں انکی وفات ہوئی ان کا طریق منبلی تھا اور قرآن و حدیث کے زبردست عالم تھے انہوں نے مسلمانوں میں بہت سی مشرکانہ رسوم دیکھ کر ان کے خلاف وعظ کہنا شروع کیا مختلف مقامات سے ان کا اخراج ہوا۔ آخر محمد بن سعود امیر نجد انکا مقصد ہو گیا۔ اس نے مختلف ممالک میں اپنے داعی بھیجے اور نہرا دون آدمی اس کے دائرہ اثر میں آ گئے (بقیہ صفحہ ۷۰ پر)

کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی مذہبی اصلاحات کو کفر و ضلالت سے تعبیر کرتے تھے۔ آخر انہی حقائق کی فتوحات سے ڈر کر شریف مکہ نے وہابیوں کو بدنام کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی تکفیر کا فتویٰ تیار کر کے حجاز میں ان کا دامن ممنوع قرار دیا یا جب وہ اپنی فریضہ حج سے بھی محروم کر دیے گئے تو ناچار انہوں نے اپنی تلوار کا رخ حجاز کی طرف پھیر دیا اور کچھ عرصے میں امیر نجد سعود ابن عبدالعزیز نے طائف رکھ لی۔ مدینہ وغیرہ حجاز کے تمام شہر فتح کر لئے اور ۱۲۱۵ھ میں مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان ترکی سلیم خان ثالث کو جس کا عہد حکومت ۱۲۱۲ھ سے ۱۲۲۲ھ تک رہا صاحب ذیل خط لکھا۔

منجانب سعود

بخدمت سلطان سلیم خان.....

بسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شکریہ میں داخل ہوا۔ میں نے یہاں کے باشندوں کو ایمان دیا اور ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹) جب ان کے مخالفوں نے ان کو گونہ گونہ طرح کی ایذاؤں دینی شروع کیں۔ ان کو کافر ٹھہرایا گیا اور حج روک دیا گیا تو انہوں نے یہ جی تو اسنبھالی اور بدست گرد کی عبدالعزیز بن محمد ۱۲۱۲ھ میں بحرین اور طائف وغیرہ شہر فتح کر لئے ۱۲۱۵ھ میں طائف پر قبضہ کیا ۱۲۱۵ھ میں مکہ اور ۱۲۱۶ھ میں مدینہ فتح کیا ۱۲۱۶ھ میں محمد علی پاشا دہلی نے حجاز پر چڑھائی کی اور پانچ چھ برس کی بہرہ اور سازشوں کے بعد حجاز سے ان کے قدم اکھاڑ دیے۔ اس کے بعد حکومت نجد بہت متعین ہو گئی۔ سوہا کے بعد پھر زمانے نے پٹا کھایا اور سلطان عبدالعزیز ثانی ابن عبدالرحمن ابن سعود نے اپنی دانائی سے اولاً سلطنت نجد پر قبضہ کیا اور اس کے بعد کنگ میں حجاز فتح کیا اور اس وقت وہی مرین الشیرین کے فرمانروا ہیں۔

۱۲۱۶ھ شریف غالب ۱۲۱۶ھ سے ۱۲۲۶ھ تک شریف مکہ رہا۔ حجاز سے وہابیوں کو نکال دینے کے لئے اس نے ترکوں کو دعوت دی۔ مگر حالت یہ تھی کہ شکار اپنے داؤں پر تھا اور شکاری اپنی گہات میں شریف کی غرض تھی کہ ترکوں کے ذریعہ سے وہابیوں کو نکالو اگر خود حجاز کا حکمران بن جائے محمد علی پاشا جس نے ترکی فوج کے ساتھ حجاز پر چڑھائی کی تھی وہ یہ چاہتا تھا کہ شریف کو بالائے طاق رکھ دے۔ آخر محمد علی کا وارہل گیا اور اس نے شریف غالب کو قید کر کے قاہرہ میں بچھا دیا۔ وہاں سے سالونیکا روانہ کیا جہاں ۱۲۲۶ھ ہجری میں انتقال کیا۔

صحیحہ

تمام چیزوں کو جن کی پیش کی جاتی تھی بر باد کر دیا۔ میں نے سوائے ان محصولوں کے جو شرعاً جائز ہیں باقی تمام محصول معاف کر دیے۔ میں نے اس قاضی کو جسے آپ نے شرع محمدی پر عمل کرنے کے لئے مقرر کیا ہے بحال رہنے دیا۔ میری خواہش ہے کہ آپ دمشق و قاہرہ کے والیوں کو ہدایت کر دیں کہ وہ باجون کے ساتھ مکہ منظرہ کی جانب محل روانہ نہ کریں۔ مذہب کو ایسی باتوں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔“

سلطان سلیم نے اس خط کا جواب باصواب نہ دیا اور فریقین میں جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ محفل کے بارے میں سعود کی ہدایت کو ضلالت خیال کیا گیا اور حسب سابق محفل روانہ کئے گئے۔ ۱۲۲۰ھ میں سعود نے پھر شامی و مصری امیر الحجاج کو متنبہ کیا کہ:-

اس نکلڑی کے ڈہانچے کو باجے بجاتے یہاں نہ لائیں یہ بدعت ہے۔ تمام یہ پیشیں مگر ہی ہیں۔ اور ہر گراہی کی سزا آگ ہے۔“

امیر شامی نے یہ نثر ماقبول نہ کی اور ۱۲۲۱ھ کے حج میں وہ بغیر حج کئے اپنے محل کو لیکر واپس چلا گیا مگر محفل مصری جو کہ پہونچ چکا تھا وہاں بیوں کے ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے اسے جلا دیا۔ وہاں بیوں کی حکومت حجاز پر کوئی بارہ برس رہی۔ اس زمانہ میں مصر سے غلاف آنا موقوف ہو گیا تھا۔ اور وہاں کبھی پر خود غلاف ڈالتے تھے۔ یہ سرخ رنگ کے کپڑے کا ہوتا تھا جو حسان تیار ہوتا ہے اور جس کی عربی تعبیر بنائی جاتی ہیں۔

اس علاقہ نجد کا ایک بڑا زرخیز صوبہ ہے۔ یہاں اچھی اچھی چراگاہیں ہیں مویشی خوب ہوتی ہے۔ یہاں کی پارچہ بانی کی صنعت بھی زمانہ قدیم سے مشہور ہے۔ سوئی کپڑے کے علاوہ یہاں کا کوئی کپڑا بھی اچھا ہوتا ہے۔ بلال الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ملک حجاز و نجد کی خطا کی صوفی عجم اس فقیر کے پاس بھی ہے جو حسان کی بنی ہوئی ہے اس کا کپڑا ولایتی کپڑے سے مقابلہ کرتا ہے۔

# گیارہویں فصل

## ترکوں کا حجاز پر دوبارہ قبضہ مصر سے غلامی دوبارہ آمد

دہائیوں کے پہلی مرتبہ کے قتلحجاز کی وجہ سے تقریباً دس سال تک مصر سے غلامت کعبہ آیا جب ترکوں نے بصرہ کی محمد علی پاشا اہل نجد سے ملک حجاز واپس لے لیا (جیسا کہ ہم ملوکیت سلاطین کے ضمن میں ملاحظہ کر چکے ہیں) تو ۱۲۳۲ھ سے پھر غلامت کعبہ مصر سے آئے لگا اور شاہی محل کا راستہ بھی کھل گیا۔ اس زمانہ میں شہر فرنگی سیاح عرب برکھارٹ حجاز گیا ہوا تھا اس نے اپنے سفر نامے میں لڑائی حجاز کا ذکر کیا ہے۔ اس وقت تک حجاز سے دہائیوں کا باکلیہ قبضہ نہیں تھا بلکہ طائف کے دراج میں ترکوں اور دہائیوں کی لڑائی بھی جو رہی تھی۔ تاہم مصر و شام کے رستوں میں امن تھا اور اس وقت سے چارے زمانے تک غلامت کعبہ کا راستہ کھلا رہا

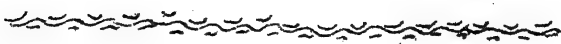
## بارہویں فصل

### شریف مکہ کا غلامت کعبہ

حجاز سے دہائیوں کا قبضہ اٹھ جانے کے بعد تقریباً کیا سی سیاسی برس تک غلامت کعبہ مصر سے تیار ہو کر سب دستور سابق بڑے ترک و اعتشام کے ساتھ مکہ معظمہ آتا رہا لیکن ۱۹۱۵ء میں شاہی محل کا قبضہ لے کر ہم نے علاحدہ ایک فصل میں کیا ہے

۳۳۳ھ میں جب یورپ کی جنگ عظیم چھڑی اور ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۹ء تک ہوتی رہی تو سلطنت عثمانیہ بھی برطانیہ اور اس کے حلیفوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دیا اور متحدین (برطانیہ، فرانس، وٹلی) نے شریف مکہ میں پاشا کو شہ دی۔ اس نے سلطانہ میں ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور شاہ حجاز بنکراہی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ دوران جنگ میں بحری رستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ تمام چار جنگی کاموں میں مصروف تھے۔ حج تقریباً بند ہو گیا تھا اور مصر سے خلافت محل کی آمد بھی پابندی کے ساتھ باقی نہیں رہی تھی۔ ترکی کی راہ سے بھی فتنہ و فساد و بد امنی کی وجہ سے بہت کم حاجی آتے تھے علاوہ اس کے شریف کو بغاوت اور سازشوں سے اتنی فرصت نہ تھی کہ عرب کے اندرونی حصے جو لوگ حج کے لئے آتے تھے ان کی خوشنودی کے واسطے خلافت کعبہ کا کوئی خاص اہتمام کرتا۔ غرض کہ کوئی آٹھ سال تک پابندی کے ساتھ خلافت نہ ڈالا گیا۔ سرحد آتا تھا تو وہ ڈال دیا جاتا تھا یا کبھی دل میں آگئی تو شریف کوئی معمولی کپڑے کا خلافت پہنا دیتا تھا ورنہ وہی میرا خلافت پڑا رہتا تھا۔ شریف مکہ کے ڈالے ہوئے خلافتوں میں سے جو اس نے اس زمانہ میں ڈالے تھے ایک خلافت کا کٹرا میرے پاس بھی موجود ہے۔ یہ ڈبل زین کی قسم کا کپڑا ہے۔ اس کا رنگ مدہم کاہی ہے۔

اس وقت ترکی میں سلطان محمد خان فاس مکران تھے جن کی سلطنت ۱۹۰۹ء سے ۱۹۲۶ء تک رہی۔ ان کی وفات کے بعد دوران جنگ ہی میں عبداللہ بن یوسف سلطان عبدالعزیز خاں کے نام سے تخت نشین ہوئے۔ اس لڑائی میں ترکوں کو زبردست نقصان ہوا۔ حجاز و عراق و شام و مصر ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ قریب تھا کہ ترکوں کی سلطنت صفحہ مہمتی سے مٹ جائے مگر مصطفیٰ کمال پاشا کی داناہی و شجاعت نے اس سلطنت کا نام باقی رکھا۔ متحدین کو جو مصطفیٰ پر قابض ہو گئے تھے ان کے گھر ضبط کیا۔ اس کے بعد سلطان عبدالعزیز خاں مہزول کر دیے گئے اور ترکی بجائے فوجدار شہنشاہیت کے جمہوری سلطنت کر دی گئی جس کے صدر مصطفیٰ کمال پاشا ہیں۔ اور ان کا پایہ تخت انگورہ ہے۔



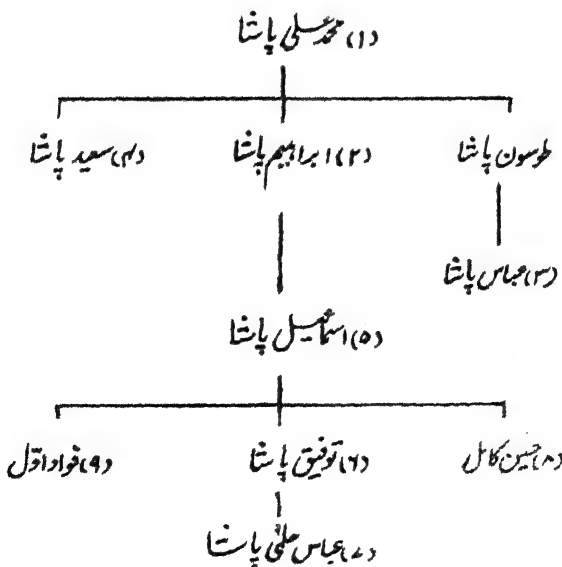
# تیرہویں فصل

## (۱) موجودہ زمانے میں سلاطین مصر کا خلافت کعبہ

جنگ یورپ کے زمانے میں خدیو عباس حلمی پاشا اپنے ضمیر کے خلافت عمل کرنا حجت سے بعید سمجھ کر قسطنطنیہ چلے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں ان کے چچا حسین کامل پاشا اکتوبر ۱۹۱۴ء میں خدیو متعز ہوئے اور سلطان کا لقب اختیار کیا۔ دسمبر ۱۹۱۴ء میں حسین پاشا کا انتقال ہو گیا اور ان کے لڑکے کمال الدین نے سلطنت سے انکار کر دیا تو حسین پاشا کے بھائی شہزادہ احمد فواد کو سلطان بنایا گیا۔

۱۹۱۵ء عباس حلمی پاشا نے سلطان ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۷ء تک (۲۴) سال حکومت کی۔

۱۹۱۷ء سلطان فواد کی وادرت ۱۹۱۷ء میں ہوئی۔ یہ اس وقت بھی حکمران ہیں۔ مصر کے خدیووں کا شجرہ نسب ذیل میں درج ناموں پر بہ اعتبار حکومت سلسلہ وار نمبر ڈال دیئے گئے ہیں:



اور ۱۹۲۲ء میں انہوں نے فواد اول سلطان مصر و سوڈان کا لقب اختیار کیا۔ حسین پاشا اور سلطان فواد کے زمانے میں حسب سابق مصر سے خلافت آتا رہا اور اس کے اجزاء اور کتبے وغیرہ بھی وہی قدیمی رہے جو سلطنت عثمانیہ کے زمانہ میں تھے البتہ سمت شمالی کے حزام پر سلطان حسین پاشا یا سلطان فواد کا نام اور ان کے ابا و اجداد کے نام اس سلسلہ سے کرپے رہتے تھے۔

فی ایام دولت صاحب جلال ملک المصر و السودان اعظم السلطان احمد فواد پاشا اول بن اسماعیل پاشا بن ابراہیم پاشا بن محمد علی پاشا غلہ اللہ تعالیٰ ملکہ۔

## (۲) مصر و حجاز کا تنازعہ خلافت کعبہ کی واپسی

مصر سے خلافت کعبہ کی آمد کو دو ہی سال گزرے تھے کہ ۱۳۳۲ھ میں ایک نیا جھگڑا پیش آیا وہ یہ کہ شاہ حجاز حسین پاشا نے جس کو علمائے اسلام دین فروش و ملت فروش و نصاریٰ کا ساختہ پر داختہ تھے محل مصری کو جو خلافت کعبہ کے ساتھ مصر سے جدہ پہنچ چکا تھا واپس کر دیا۔ اس کی محقر کیفیت یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ محل مصری کے ساتھ حاجیوں کا بڑا قافلہ آیا کرتا تھا اور ان کی دو اور من کے لئے سرکاری طور پر دو طبیب بھی قافلے کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ یہی طبیب عموماً وہ لوگ ہوتے تھے جو ادنیٰ فریضہ حج کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ رتے بھر دوسرے حاجیوں کا علاج و معالجہ کرتے چلتے تھے اور حجاز میں اس خدمت کو بہ خیال ثواب انجام دیتے تھے۔ اس سال اتفاقاً چار طبیب کے ارادے سے قافلہ مصری یعنی محل کے ساتھ مکر مخطرہ روانہ ہوئے۔ دیوانہ راہ ہوئے پس است۔ شاہ حجاز نے اس پر اعتراض کیا اور اس کو اپنی خود مختاری کے منافی خیال کر کے اعلان کر دیا کہ حجاز میں ان لوگوں کے داخلہ کی اجازت نہیں دی جائیگی حکومت مصر نے مناسب نہ سمجھا کہ مصری انبائے وطن کو جو حج کے لئے ارض مقدس کا سفر کر رہے تھے کسی طبی امداد اور احتیاطی تدابیر کے بغیر ایسے غیر منظم ملک میں جیسا کہ اس وقت حجاز ہو رہا تھا بیماریوں کا شکار بننے کے لئے چھوڑ دے تاکہ شاہ حجاز کے مقرر کئے ہوئے ڈاکٹر ان کے پر پرزے نوچکر اطمینان کے ساتھ ان کا خون چوسیں اور مرچکی صورت میں شاہ حجاز ان کے مال و اسباب پر قبضہ کرے۔ غرض کہ حکومت مصر نے اصرار کیا اور مصر حجاز کے

دیرینہ و مخلصانہ تعلقات والی حجاز کو یاد دلائے مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا تھا۔ آخر علمائے اسلام نے مناسب الفاظ میں جس کا وہ متحج تھا فتویٰ صادر کیا اور محل مصری مع غلاف کعبہ کے واپس طلب کر لیا گیا۔ حجاج مصر جو بڑے اشتیاق و تمنا کے ساتھ گھر سے نکلے تھے، ہر شوق آئندہ بودم ہمہ حیران رفتم“ کہتے ہوئے مصر واپس ہو گئے۔ محل کی سالانہ روانگی تو ایسی مصر میں ایک عظیم الشان تقریب کی حیثیت رکھتی تھی اہل مصر اس کو کمال عزت و احترام کے ساتھ نصرت کرتے تھے۔ اور واپسی کے وقت بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے (جیسا کہ آئندہ اوراق میں اس جلوس کے تفصیلی حالات سے معلوم ہوگا) اس موقع پر حجب مصر والے بغیر حج کئے ہوئے واپس ہوئے ہوں گے اور غلاف کعبہ واپس لایا گیا ہوگا اس وقت اہل مصر کو جو کچھ صدمہ ہوا ہوگا اس کا اندازہ شکل ہے۔

اس سال شاہ حجاز نے تکمیل رسم کے لئے ڈبل زمین کی قسم کے ایک دبیز ٹکڑے کاہری رنگ کا غلاف کعبہ پر ڈالا تھا اس کا ایک ٹکڑا اس فقیر کے پاس بھی موجود ہے۔ خوشامی یا کوئی حسدت اس میں ہے نہیں البتہ اس کے تبرک ہونے میں کلام نہیں۔

شاہ حجاز کی اس حرکت سے جسے مسلمان کسی عیسائی سلطنت کی ترغیب کا نتیجہ قرار دیتے ہیں نہ صرف اہل مصر کو بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو رنج پہونچا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت مصر نے شاہ مذکور کی سالانہ تنخواہ تخمیناً ڈیڑھ لاکھ روپیہ جو خزانہ مصر سے اس کو ملتی تھی موقوف کر دی۔ مصر و حجاز کے دوستانہ تعلقات جو سینکڑوں برس سے قائم تھے وہ منقطع ہو گئے اور قاہرہ جو باب الملک کہلاتا ہے وہاں کے حاجیوں کے لئے سکے میں داخل ہونے کے دروازے بند کر دئے گئے۔ اس زمانہ میں یہ تلخ (غلاف کعبہ) حیدرآباد کے ادبی رسالہ ”لسان الملک“ میں شائع ہو رہی تھی۔ زمانے کے حالات دیکھ کر اس وقت اس فقیر نے یہ دعا کی تھی جو دو برس بعد اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

”یا اللہ مسلمانوں کو محبت دینی عنایت فرما اور ان کے اچھے ہوئے کاموں کو سلجھا دے“  
 بود آیا کہ رہ صدق و صفا بکشایند      گرہ از کار فرو بستہ ما بکشایند  
 اگر از بہر سیاست رہ حج را بستند      دل قوی را کہ از بہر خدا بکشایند



# چودھویں فصل

(۱۱) حجاز پر اہل نجد کا دوبارہ قبضہ

مصر خلافت کعبہ کی دوبارہ آمد اور موقوفی

حسین پاشا شریف کی حکومت ایک بدترین قسم کی بادشاہت تھی جس میں جرائم و ممنوعات شریعہ کا ارتکاب علانیہ ہوتا تھا۔ معتبر اہل مکہ کی زبانی مجھے معلوم ہوا ہے کہ خود شریف دائم الخمر تھا جس وقت نجدیوں نے اس کے محل پر قبضہ کیا تو شراب کی برکشت خالی بھری بوتلیں وہاں سے برآمد ہوئیں۔ مولوی حاجی سید حسن صاحب اکبر آبادی نے مجھے فرمایا تھا کہ ۱۳۳۱ھ میں شریف کے دربان کعبہ کو انہیں ہمیشہ مخمور پایا۔ اُس زمانہ میں حجاز بد امنیوں کا مرکز تھا اور خاص بلد الامین میں بھی نہ حاجیوں کی جان محفوظ تھی نہ مال۔ باشندگان حجاز بھی سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ جہاں شریف نے حاجیوں پر نئے ٹیکس لگا کر حج کو تقریباً غیر ممکن کر دیا تھا اس کے ساتھ مکہ و مدینہ کے رہنے والوں کو بھی اُس نے نوچنے کھسوٹنے میں کمی نہیں کی تھی۔ بدوی لیٹروں اور شریف کے ڈاکو ملازموں کے ہاتھ سے مسافروں کا مکہ سے منکر مدینہ تک پہنچنا غیر ممکن تھا۔ حاجیوں کو خاص راستوں سے چلنے پر مجبور کیا جاتا تھا تاکہ وہ گرا قیمت پانی خریدیں یا پیاسے مر جائیں اور اُن کا مال شریف کے ہاتھ لگے۔ اس طرح ہزاروں آدمی تڑپ تڑپ کر ریگستان میں جان دیتے تھے۔ اُس زمانے کے اخباروں سے ثابت ہے کہ ۱۳۳۱ھ ہجری میں چوبیس ہزار خدا اور رسول کے جہاں شریف کے مظالم کا شکار ہوئے تھے اس زمانہ میں بہت کم حاجی مدینہ تک پہنچ سکتے تھے۔ اکثر رستے ہی میں سے بلا زیارت لوٹا دے جاتے تھے۔ مولوی حاجی سید اعجاز نبین صاحب نلیف یاب تعلقہ دار حیدر آباد اور مولوی حاجی سید حسن صاحب اُس اکبر آبادی

مجھ سے بیان فرمایا کہ۔

”۳۳۸ھ میں ہم حج کو گئے تھے یہ زمانہ شریف کی حکومت کا تھا۔ تقریباً پندرہ سو مہاجرین کا قافلہ

جو مدینہ جا رہا تھا۔ میر علی کے پاس سے جبکہ مدینہ ڈیڑھ گھنٹہ کو سفر کیا تھا جبراً وہیں کر دیا گیا اور

اہل قافلہ مدینہ منورہ کی طرف سفر کر کے یہ صدمہ حسرت و یاس فاقہ پر بکھرتے ہوئے واپس ہوئے

مگر خوش قسمتی سے ہمارے بدولوں نے شریف کے سپاہیوں کی آنکھ بچا کر کوئی دوسرا راستہ

اختیار کر لیا تھا اور اس طرح ہم روضہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہو گئے۔“

آخر شریف کے گناہوں کا گھڑا بھریا اور ۳۳۳ھ میں اللہ تعالیٰ نے حجاز پر اہل نجد کو مسلط فرمایا جو

بہ سرکردگی جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن آل فیصل ابن سعود مشریت اور خاندان شریف

کے ناپاک وجود سے حجاز مقدس کو پاک کیا اور بدامنی کو امن سے اور ظلم کو انصاف سے تبدیل کر دیا

غلاف جس کے آنے میں کوئی پابندی باقی نہ رہی تھی اب پھر مصر سے آنے لگا۔ مگر ۳۳۴ھ میں محل مصر کی

متعلق دو ناگوار واقعات پیش آئے اول یہ کہ جب مصریوں نے حسب دستور قدیم کے پھونچکر محل کو

حریم کہے میں باب السلام کی طرف والے والاں کے ایک حصہ میں رکھ کر سپاہیوں کا پہرہ مقرر

کر دیا تو خوش عقیدت مسلمانوں کے گروہ کے گروہ اس طرف بڑھے۔ کوئی مٹھائی پھویریں۔ پیسے

چڑھاتا تھا۔ کوئی منت مرادیں مانا تھا۔ کوئی پتلے باندھتا اور عرضیان لٹکاتا تھا۔ نجدی ان

چیزوں کو نہ دیکھ سکے سلطان ابن سعود سے شکایت کی کہ ”میں بیت اللہ میں یہ بت پرستی دیکھی

ہے اسے روکو نہ دیکھ سکے گھر میں محل پرستوں کو ہم نہیں دیکھ سکتے“ سلطان نے مصری امیر لچ کو بھیجا کہ

محل کے متقدون کی آمد و رفت بند کر دی اور پھر سے والے سپاہیوں کو مانعت کر دی کہ کسی کو محل کے

پاس نہ آنے دیں اس طرح یہ فتنہ یہ آسانی رفع ہو گیا۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ۸ ذی الحجہ ۳۳۴ھ کو ہمارا ہیان محل مصری اور عالم نجدیوں میں تقاضا

ہو گیا جس کی کیفیت یہ ہے کہ بعض نجدیوں نے محل چرب کو وہ محض کہلونا بلکہ بت سمجھتے تھے عرفات

جاتے وقت منے کے قریب کنگریان بھینگیں اور ایک نجدی نے محل کے اونٹ کا پاؤں گولی سے زخمی

کر دیا اس پر مصری سپاہیوں کو جو محل کے ساتھ تھے تاؤ آگیا اور کنگریوں کا جواب انہوں نے نشین گن

کی گولیوں سے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پچیس نجدی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ مصری فوج کی تعداد چار سو تھی اور

بخدی کوئی ساٹھ ہزار۔ اہل اگرچہ بخدیوں میں بڑا جوش پیل گیا تھا مگر سلطان ابن سعود نے بہ خیال مہمان  
نوازی مصریوں کی اس زیادتی کو معاف کر دیا اور سلطان کے فرزندوں نے بیچ میں بڑا بڑا شکل سے  
معاملہ رفع دفع کیا۔ خیال یہ تھا کہ یہ بات عین تک رہے گی اور آئندہ خلافت کی روانگی پر اس سے  
کوئی اثر نہ پڑے گا۔ مگر اہل مصر نے اس رسم قدیم کو بلا کسی گفت و شنید کے یکایک مٹا دیا اور اس کے بعد سے  
مصر سے خلافت نامہ موقوف ہو گیا۔ مصر کا یہ سب سے آخری خلافت کعبہ تھا جو ۱۳۳۲ھ میں آیا تھا۔ کعبہ  
پر ڈال گیا اور سال بھر تک کعبہ پر رہا۔ ۱۳۳۲ھ میں ۲۴ ذیقعدہ سے ۸ ذیحجہ تک یہ فقیر بھی اس کی  
زیارت سے روزانہ مشرف ہوا۔ اس کے کہتوں کی آیات وغیرہ اور ان کا رسم الخط سب ہی تھا جسکی توضیح  
خلافت عثمانیہ کے خلافت کے اجزاء اور کیتون کے ذکر میں کی جا چکی ہے۔ صرف یہ فرق تھا کہ اسکی سمت شالی  
کی حزام اور پردہ باب کعبہ میں احمد فواد پاشا سلطان مصر کا نام اس طرح تحریر تھا۔

فی ایام دولت صاحب جلالت المصروالدان العظم السلطان احمد فواد پاشا اول بن امین

باشا بن ابراہیم باشا بن محمد علی باشا عہد اللہ تعالیٰ ملکہ

## (۲) سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ابن سعود کا پہلا اعلان کعبہ

وہابیوں کے خیال میں محل ایک غیر ضروری بدعت تھی اور بعض دوسرے مشرع احباب  
بھی اسے کبیل تماشہ سمجھتے تھے محل کے ساتھ بعض خوش عقیدہ مسلمانوں کو جو اعتقاد تھا اس پر وہابی بت پرستی  
کا گمان کیا کرتے تھے۔ اہل بخد نے اپنے پہلے قبضہ حجاز کے زمانہ میں بھی گاہے گاہے کے ساتھ محل کا داخلہ  
جائز نہیں رکھا تھا۔ ۱۳۲۵ھ میں بھی اسی وجہ سے بخدیوں اور مصریوں کے درمیان تصادم ہو گیا تھا۔  
ان وجوہ سے ضرورت تھی کہ ۱۳۲۵ھ کے لئے محل کے بارے میں حکومت حجاز و حکومت مصر کے درمیان  
سمجھوتہ ہو جائے چنانچہ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ابن سعود ملک الحجاز و بخد نے  
سفیر مصر متعینہ جدہ کو محل کے لانے کی اجازت ان شرائط پر دیدی کہ اس کے ساتھ حاجیوں کا قافلہ  
اور خرچ آسکتی ہے مگر توپیں اور شین گن وغیرہ نہ لائی جائیں اور باج نہ آئے۔

مصری حکومت اس پر رضامند ہوئی اور محل کے عینے کا یقین دلایا آخر ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ تک

یہ اندیشہ نہ تھا کہ مصر سے محل و غلاف نہ آئیں گا کہ اتنے میں ایک ایک یکم ذیحجہ کو سفیر مصر نے اطلاع دی کہ حکومت مصر نے آپکی شرائط پر عمل کا بھیجا پسند نہ کیا۔ اس بے موقع اطلاع سے حکومت مصر کی یہ غرض تھی کہ اگر سلطان ابن سعود نے ایسے تنگ وقت میں مجبور ہو کر ہماری شرائط قبول کر لیں تو بھاگ دوڑ کر محفل دہوم و ہام بجے عید یا جا بیٹھا ورنہ اتنی تلیل مدت میں سلطان ابن سعود غلاف کی تیاری کا انتظام نہ کر سکیں گے اور اس طرح ان کو ایک قسم کی خفت ہوگی۔ مصریوں کی اس حرکت کو سلطان ابن سعود نے صبر و استقلال سے برداشت کیا اور سات روز کے اندر سیاح بانات کا غلاف معین حزام اور باب کعبہ کے زرین پردے کے تیار کر کے حسب عادت قیوم ۱۰ ذیحجہ ۱۲۵۵ھ کو کعبہ پر ڈالا۔ سلطان نے اس خوشی میں طواف کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ چونکہ موجودہ حکومت نجد کا یہ پہلا غلاف تھا اور بڑی بھلت کے ساتھ تیار کیا گیا تھا اس لئے اس میں کسی خاص صفت کی توقع نہیں ہو سکتی تھی تاہم خوشنما تھا اور اس قدر کم فرصت میں اس کا تیار ہو جانا ہی کچھ کم حیرت ناک نہ تھا۔ اس کی بانات ہمہ سیاہ رنگ کی تھی۔ اس کی حزام اور باب کعبہ کے پردے پر سنہری مسالے سے نقش و نگار و آیات قرآنی کاڑھے گئے تھے مجھ کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی تھی کہ مکہ منظمہ میں اتنی مقدار میں بانات کیسے دستیاب ہو گئی کیونکہ کعبہ کے غلاف کے لئے تیس چالیس تھان یعنی تقریباً (۴۰) گز بانات درکار ہوئی ہوگی۔ اس غلاف میں در کعبہ کے پردے پر سنہری مسالہ کا حاشیہ نقش و نگار کے ساتھ بنا ہوا تھا جس کے بیچ میں سنہری حرفوں میں کلمہ طیبہ لکھا تھا۔ حزام و دفٹ چوڑی تھی جس میں حسب ذیل آیات مسالے کے حلقوں میں سنہری گولے پٹھے سے کڑھی ہوئی تھیں اس کی شباہت نقشہ ذیل سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

”صفحہ (۸۱) پر ملاحظہ ہو“

ہائے مشرق

قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

جانب جنوب

قل هو الله أحد  
الله الصمد  
لم يلد ولم يولد  
ولم يكن له كفوا أحد

بہا منیب مغرب

الحمد لله رب العالمين  
الرحمن الرحيم  
مأنا عيون الدين  
أيما العبد يا المستجير

حاجی شال

عبد الصمد المستقيم  
خادم مولانا  
عبد العزيز بن عبد الرحمن  
والشيخ الحاج محمد بن محمد

دسویں ذی الحجہ کو بہت سے حاجی مصر اور دوسرے حمالک کے منے سے لواف الزیارت کے لئے جب آئے تو کعبہ پر چمکدار زرین کام کا نیا غلاف دیکھ کر حیرت میں رہ گئے خصوصاً اہل مصر کو بہت ہی شائق گزرا۔ چونکہ حاجی تین دن تک منے ہی میں رہتے ہیں اس لئے بیت اللہ میں حجاج کی کثرت نہیں ہوتی اور بیت اللہ کافی طور پر محفوظ بھی نہیں ہوتا۔ کیا رہویں ذی الحجہ کو نہ معلوم کون لوگ اس غلاف کے نیچے کا حصہ جہاں تک ہاتھ پہنچتا تھا کوئی دو دو گر جاتے تو بوں سے کاٹ کر اور تضحیوں سے کٹر کے لے گئے بعض کا گمان مصریوں کا ہوا۔ بعض کا اہل مکہ پر بعض کا طرفداران شریف پر۔ اور بعض کا دشمنان ابن سعود پر حقیقت حامل خدا کو معلوم ہے کہ لے جانے والے کون تھے اور کس نیت سے لے گئے سلطان ابن سعود کو جب انکی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اُسی رات کو دوسرا کپڑا اس میں سلوا کر غلاف کو اس طرح پھیر کر لے کر دیا کہ بہت سے لوگوں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔

(۳) سلطان ابن برکک حکم سے مصر غلاف کے منونے پر مکے میں تباری

سلطان کو اسی برس پہ پہ خیال ہوا تھا کہ غلاف کعبہ مجاہد میں تیار ہوا کرے اور اس کے لئے

سلا قیلم تلے کے زمانے میں دسویں دیکھ سے بارہویں دیکھ تک کسی ایک دن کے اگر جو طواف کیا جاتا ہے اسے طواف الزیارت کہتے ہیں۔

مصر وغیرہ کسی دوسرے ملک کی حاجت نہ رہے۔ اس کا ذکر سلطان نے اپنے انڈین سکریٹری مولوی سید ایضاً غزنوی سے کیا انہوں نے حاجی کریم بخش بنارسی سے جو ان دنوں حج کے لئے گئے ہوئے تھے چند روز میں ایک نمونہ غلاف کے کپڑے کا مکہ منظم میں تیار کر کے سلطان کے ملاخطہ میں پیش کیا سلطان نے اسے پسند فرمایا اور سکریٹری صاحب ممدوح کو حکم دیا کہ وہ ہندوستان جا کر کارگیر ریشم پیش اور اوزار بھجوائیں تاکہ خصوصاً غلاف کعبہ اور حسب ضرورت دوسری قسم کے کپڑے بھی حجاز میں تیار ہوا کریں چنانچہ وہ اوّل ۱۲۳۶ھ میں ہندوستان آئے۔ ریشم کے لئے کشمیر کا دورہ کیا مگر وہاں کا ریشم پسند نہ آیا اور بالآخر بمبئی سے ریشم کا انتظام کیا اور بنارس کے کپڑے بننے والے کارگیر فراہم کر کے ان کو مکہ منظم روانہ کر دیا۔ یہ لوگ حاجی حافظ رحمت اللہ صاحب کے خاندان کے افراد ہیں جو محلہ ہنومان پھانٹ کے قریب بنارس میں رہتے تھے۔ ان میں خاص خاص کارگیروں کے نام صہبۃ اللہ، صنی اللہ، اوسخ اللہ ہیں۔ کل ملائمہ روپے عورتیں اور بچے روانہ کئے گئے عورتیں ریشم کھولنے کے لئے لگئیں مردوں کی تنخواہیں چالیس روپے سے سو روپے ماہوار تک اور عورتوں کی تنخواہ میں پچیس سے تیس روپے تک علاوہ خوراک کے قرار پائی صہبۃ اللہ صاحب ان سب لوگوں کے منبر مقرر ہوئے۔ ان لوگوں کو دو دو تنخواہیں پیشگی دی گئیں اور اخراجات سفر سب سلطان کے ذمہ رہے۔ ان سے تین سال کا اقرار نامہ لیا گیا بعض متبادل و عیال کے لئے اور بعض تنہا بمبئی سے انیس ہزار روپے کا ریشم خرید گیا تھا اور سترہ سو روپے کا لٹری کا سامان اوزار وغیرہ خریدے گئے۔ غلاف کعبہ کے زرین حصوں کا انتظام چونکہ اس وقت مکہ منظم میں ہونا دشوار تھا اس لئے حزام اور برقع کعبہ کی تیاری کا بمبیکہ حاجی حافظ بشیر الدین صاحب ساکن محلہ مسجد فتح پوری واقع دہلی کو تخمیناً چھ ہزار روپے میں یا تھا گیا رہ کارگیر بمبئی سے جہاز میں سوار کر لئے گئے اور باقی کراچی سے۔ ان لوگوں کی فراہمی و روانگی میں میر غلام دوست حاجی محمد عبدالقادر سرشارتہ داء عدالت منصفی بین واقع علاء حسن نظام نے بھی بہت کوشش کی تھی۔

اس موقع پر ایک لطیفہ کا ذکر کر دینا غالباً بے محل نہ ہو گا جب یہ کارگیر مکہ منظم روانہ ہو چکے تھے اس وقت اخبار مدینہ منورہ کو کہیں سے یہ اطلاع ملی تھی کہ سلطان ابن سعود غلاف کعبہ تیار کرنے کیلئے ہندوستان سے کارگیر طلب کرنے والے ہیں۔ اس پر اخبار منورہ کو رنہ جو ریا کرک اشباح کیا تھا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ :-

”ہم اس بات کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتے کہ ہمارے بھائیوں کو اس جیل سے مکہ منظم میں طلب کر کے دہلی بنایا جائے ہم ہرگز کسی کو جانے کا مشورہ نہ دیں گے“

یہ مضمون پڑھ کر مجھے بہت ہنسی آئی۔ کہ اخبار نویس صاحب نہ معلوم کس عالم میں ہیں کاریگر پہونچ بھی گئے آپ فرما رہے ہیں کہ کچھ کی کو جانے کی رائے نہ دیں گے اور لطف یہ کہ اڈیٹر صاحب یہ گوارا کرتے ہیں کہ ان کے بچے عیسائیوں کے دشمن اسکولوں میں خلاف عقائد اسلام تعلیم پائیں۔ ولایت جا کر انواج قسم کی مکروہات میں مبتلا ہوں۔ حلال و حرام کے امتحان میں پڑیں۔ مگر یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ ان کے بھائی ملک مغلطہ کی سکونت کا شرف حاصل کر کے نجدیوں کے خیالات سے متاثر ہوں جو حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کے ہم مذہب یعنی ضلعی ہیں۔ اب میں پھر اپنا سلسلہ میان شروع کرتا ہوں۔

بنارس کی کاریگروں نے مکہ معظمہ میں خلاف کا کپڑا تیار کیا جس پر مصری خلاف کی طرح کلمہ بنایا گیا۔ اور خلاف کے زیریں حصے دہلی سے تیار کر کے بھیجے گئے اس خوشی میں ۶ ذیحجہ ۱۳۲۳ھ کو بمقام مکہ معظمہ ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں مولوی سید اسماعیل غزنوی نے ایک عالمانہ تقریر کی اور اس فقیر کی تاریخ خلاف کعبہ کا عربی ترجمہ واقف اس پڑھا گیا جسے بعض جرم نے بھی شایع کیا۔ اس طرح ۱۳۲۳ھ میں سلطان ابن سعود کے مصارف سے خلاف کعبہ تیار ہوا۔ ۱۳۲۵ھ میں تو عجلت کی وجہ سے خلاف کے حزام اور برقع کعبہ کی آیات وغیرہ بدل دی گئی تھیں اور طرز تحریر بھی دوسرا تھا لیکن ۱۳۲۶ھ کے خلاف میں کعبے اور آیات قرآنی سب وہی قائم رکھی گئیں جو مصری خلاف میں ہوا کرتی تھیں اور اس کا خط بھی وہی رہا۔ البتہ سمت شمالی کی حزام میں بجائے سلطان ترکی یا سلطان مصر کے نام کے جلالتہ الملک سلطان ابن سعود کا نام لکھا گیا۔ ۱۳۲۷ھ سے خلاف کے طلائی و زرین جھون کی تیاری کا انتظام بھی مکہ معظمہ میں ہونے لگا کیلئے کلکتہ کے تین کاریگر مامور کر دیے اور اب گزشتہ تین سال سے خاص مکہ معظمہ ہی کا بنا ہوا خلاف کعبہ پر ڈالا جا رہا ہے۔

ہر سال ۶ ذیحجہ کو مکان موقر واقع مکہ معظمہ میں تیاری خلاف کی خوشی میں ایک بڑا جلسہ ہوا کرتا ہے جس میں مختلف حاکم کے امیر الحاج اور معزز حاجی بھی شریک کئے جاتے ہیں اور سلطان ابن سعود اپنی تقریر میں منجملہ اور باتوں کے ہندوستانی کاریگروں کی تعریف بھی فرماتے ہیں یہ خلاف سابقہ مصری خلاف سے خوشنماں، مضبوطی اور چمک چمک میں بڑھا ہوا ہے۔ مگر بعض خوش عقیدہ مسلمان مصری خلاف کی اب بھی تعریف کئے جا رہے ہیں جس پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ مری ہوئی جینس کے بڑے بڑے سینگ۔ ایک نہایت تجربہ کار حاجی صاحب سے جو کئی سال سے برابر حج

کے لئے جارہے ہیں اس بارے میں میری گفتگو ہوئی انہوں نے فرمایا کہ مصری غلاف زیادہ پابند ارہوا کرتا تھا۔ دوسرے سال تک اُس کے کپڑے کی آب و تاب میں فرق نہیں آتا تھا اور اس کا رزین کام بھی ماندہ نہیں پڑتا تھا اس غلاف کی یہ حالت نہیں ہے یہ بہت جلد بگڑتا ہے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے اپنے ملازم سے کہہ کر ایک چھوٹی سی پارسل منگوائی اس میں غلاف کا لہجہ بھر کا ٹکڑا تھا جو اُن کے ذریعہ سے ایک بکے والے نے اپنے کسی حیدر آبادی دوست کو بھیجا تھا خیر۔ اس پارسل کے ٹانکے چاقو سے کاٹے گئے غلاف اُس میں سے نکلا اور اُس کی رونق دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ ٹکڑا تو اچھا ہے کچھ زیادہ خراب نہیں ہوا۔ شاید اوپر کے حصہ کا ہو گا۔“ انہیں صاحب نے ٹھنڈی سانس بھری کہہ کر یہ بھی کہا تھا کہ سلطان ابن سعود کا نام حزام پر دیکھ کر مجھے بہت رنج ہوا۔

غلاف کعبہ کا یہ انقلاب تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جس کے اہتمام کا سہرا مولانا ایل غزنوی کے سر ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ ۱۳۴۵ء میں بعض روسی مسلمانوں اور چند اور معزز اصحاب نے غلاف کعبہ کی تیاری میں روپیہ سے شریک ہونا چاہا مگر سلطان نے اسے قبول نہ کیا اور بجائے اس کے کہ وہ مصر سے غلاف شرع باجون کے ساتھ محل و غلاف کے لائیکی اجازت دیتے انہوں نے اپنی ذات سے نہرا مارو پیہ خرچ کرنا گوارا فرمایا۔ اس موقع پر یہ یہ ذکر کر دینا بھی بے محل نہ ہو گا کہ ۱۳۴۵ء میں جب میں مکہ معظمہ میں تھا تو مجھ سے سردار بنی شیبہ شیخ محمد صالح صاحب کلید بردار کعبہ نے فرمایا تھا کہ۔

علیٰ حضرت حضور نظام اگر غلاف کعبہ روانہ فرمائیں تو بہت مناسب ہو۔ آپ حیدر آباد جا کر اس کے متعلق تحریر کیا کیجئے۔

میں نے عرض کیا اس میں شک نہیں کہ ہمارے بادشاہ عربین کی خدمت اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن جلالتہ الملک سیاسی نقطہ نظر سے شاید اسے پسند نہ کریں۔



# پندرہویں فصل

پُرانا غلاف

## (۱) پُرانے غلاف کی حالت

غلاف کعبہ کے اجزاء کی سابق میں صراحت کی جا چکی ہے یہہر دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے ایک تو عام غلاف جو سیاہ ریشمی دینیز حکمہ پر لکھا جاتا ہے اور جس پر کلمہ ”اور جل جلالہ“ بنا رہتا ہے۔ دوسرا حصہ رزین کتبے میں جن میں کعبے کے گرد کی پٹی یعنی حزام۔ باب کعبہ کا پورہ اور چار دائرے جن کو رنوکہ کہتے ہیں شامل ہیں غلاف چونکہ سال بھر تک کعبہ پر رہتا ہے اور جاڑے گرمی برسات کی موسموں میں بھی نہیں اتارا جاتا اس لئے اُس کے نہری حصے اگرچہ کسی قدر مدہم پڑ جاتے ہیں مگر سرسری نظر میں کچھ زیادہ پرانے نظر نہیں آتے البتہ سیاہ غلاف ایک برس تک لٹکے لٹکے عموماً فرسودہ ہو جاتا ہے بعض بعض رُخ پر اس میں جا بجا سوراخ بھی پڑ جاتے ہیں اور دھوپ مینہ اور گرد و غبار سے اس کا رنگ بھی ہلکا پڑ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کچھ تو اُس رسی کی کھچاؤ سے جو اس میں بندھی رہتی ہے اور جو ہوا چلتے وقت بہت تن جاتی ہے اور کچھ زمانہ حج میں حاجیوں کے چھونے سے غلاف نیچے سے پھٹ جاتا ہے۔ تاہم اس کے بعض بعض حصے خصوصاً حزام کے نیچے کے یا جہاں حاجیوں کے ہاتھ نہیں پہنچتے یا مدہم دھوپ اور مینہ کا اثر کم ہوتا ہے ثابت اور اچھی حالت میں بھی رہتے ہیں۔ بہر حال یہ غلاف سال کے سال دیکھ کر ذیخہ تک بدل دیا جاتا ہے غلاف اتارنے وقت بعض اوقات بڑا طوفان بے تیزی برپا ہوتا ہے۔ غلاف کی اینچا گھسیٹی میں حاجی بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ وہ یہہر چاہتے ہیں کہ غلاف وقت ہے۔ اس کے ٹکڑے ہم کو مفت مل جائیں۔ اہل مکہ ایک ایک دیہی بلکہ ایک ایک ڈورے کے دام کھڑک کرتے ہیں۔

اسی بات پر اہل مکہ اور عاجون میں کبھی کبھی بڑی لپہ ڈکی ہو جاتی ہے۔

## (۲) غلاف کعبہ و حرم کے کبوتر

حرم بیت اللہ میں سنیکڑوں کبوتر پھرتے رہتے ہیں جن کے گھونسلے حرم کے دالانوں میں یا مکہ معظمہ کے خانگی و سرکاری مکانات و اطراف و جوانب میں ہیں۔ ان کو ان کبوتروں کی نسل کہا جاتا ہے جنہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت غارتور کے دہانے پر گھونسلہ بنا کر اٹھ کر رکھے تھے۔ حرم کعبہ ان کبوتروں کا اڈا بنا ہوا ہے۔ ان کے غول کے غول حرم میں جا بجائے رہتے ہیں۔ صحن میں مختلف مقامات پر پتھر کی کوئٹیاں رکھی ہوئی ہیں جن میں تینک دل حاجی پانی پھر دایتے ہیں۔ بعض لوگ دانہ بھی ڈال دیتے ہیں۔ پیشتر بیت اللہ کے دروازوں پر غریب عورتیں شتر یوں میں جو اس لئے بیٹھی رہا کرتی تھیں۔ حاجی ان سے خرید کر کبوتروں کی دعوت کر دیا کرتے تھے۔ اسی عورتیں نظر نہ آئیں نہ کسی اور شخص کو کبوتروں کے لئے دروازوں پر دانہ بیچتے ہوئے میں نے دیکھا۔ ۱۸۸۰ء میں جب یورپ کا مشہور سیاح عرب برکھارت مکہ معظمہ گیا تھا تو اس نے ان عورتوں کی نسبت برا خیال ظاہر کیا تھا لیکن بسکے بخدی حکومت نے احتیاطاً ایسی تجارت عورتوں کے لئے بند کر دی ہو۔ حرم کے کبوتروں کو مارنا یا ملال کر کے کھانا نامناسب خیال کیا جاتا ہے۔ یہ کبوتر کے والوں کے گھروں میں گھونسلے بنا لیتے ہیں تنگے گرا کر اور ٹپیں کر کے ان کو پریشان کرتے ہیں مگو میں نے جہان تک سنا اہل مکہ چاقو سے ان کی خبر نہیں لیتے۔

ان کبوتروں کے سلیمتی کی نسبت دو باتیں مشہور ہیں جو کبے کا معجزہ خیال کی جاتی ہیں۔  
(۱) اول یہ کہ ان کبوتروں کی ٹکڑیاں اڑتے وقت کبے کے اوپر سے کبھی نہیں گزرتیں بلکہ پہٹ کر اوپر اوہر ہو جاتی ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ فائدہ کعبہ پر یہ کبوتر نہ بیٹھتے ہیں اور نہ بیٹھ کر رہتے ہیں نے ۱۳۷۵ھ میں ان کبوتروں کو اس قدر مودب نہ پایا کہ اڑنے میں وہ کبے کا لحاظ کرتے ہوں بہت سے اہل مکہ بھی میرے اس

لے یہ روایت ضعیف ہے۔

شاہد سے متفق ہیں۔ میں نے اکا دکا کبوتر کو باکم کبوتر اور غلاف پر بیٹھا ہوا بھی دیکھا لیکن حرم میں جس کثرت سے کبوتر رہتے ہیں اس کے مقابل میں ایک آدھ کبوتر کا کبھی کبھی پر بیٹھا جانا نہ بیٹھنے ہی کی برابر ہے۔ انگلستان کے مشہور سیاح حجاز کپتان برٹن صاحب اپنے سفرنامہ حجاز کی جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ:-

”کعبہ کی چہت میں ایسی کوئی حکمت ہے جس کی وجہ سے کبوتر اس پر نہیں بیٹھتے۔“

اصل مکہ جن کو غلاف لٹکا لے وقت کعبہ کی چہت کے دیکھنے کا اچھی طرح موقع ملا ہے وہ اس میں ایسی کوئی حکمت نہیں بتاتے جو کبوتروں کو بیٹھنے سے چونکاتی ہو جیل الوقبیس سے میں نے بھی کعبہ کی چہت صاف طور پر دیکھی ہے اور مجھے بھی ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جو کھیت بچو کا کام دیتی ہو۔

دوران قیام مکہ میں ایک کبوتر کو میں نے دیکھا کہ وہ ہمیشہ باکم کعبہ کے پردے پر بیٹھا رہتا تھا۔ کبھی کبھی انے پانی کے لئے اڑ جاتا اور ہر پھر کر پھر وہیں آن بیٹھتا۔ میں نے پرانے غلاف کے ایسے ٹکڑے بھی دیکھے تھے جن پر کہیں کہیں ایک آدھ بیٹ پڑی تھی۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عام طور پر کبوتر کعبہ پر نہیں بیٹھتے اور نہ اس پر بیٹھ کرتے ورنہ کعبہ کا سیاہ غلاف سال بھر میں جھینٹ بن جاتا۔

### (۳) کعبہ سے پرانے غلاف کی علیحدگی

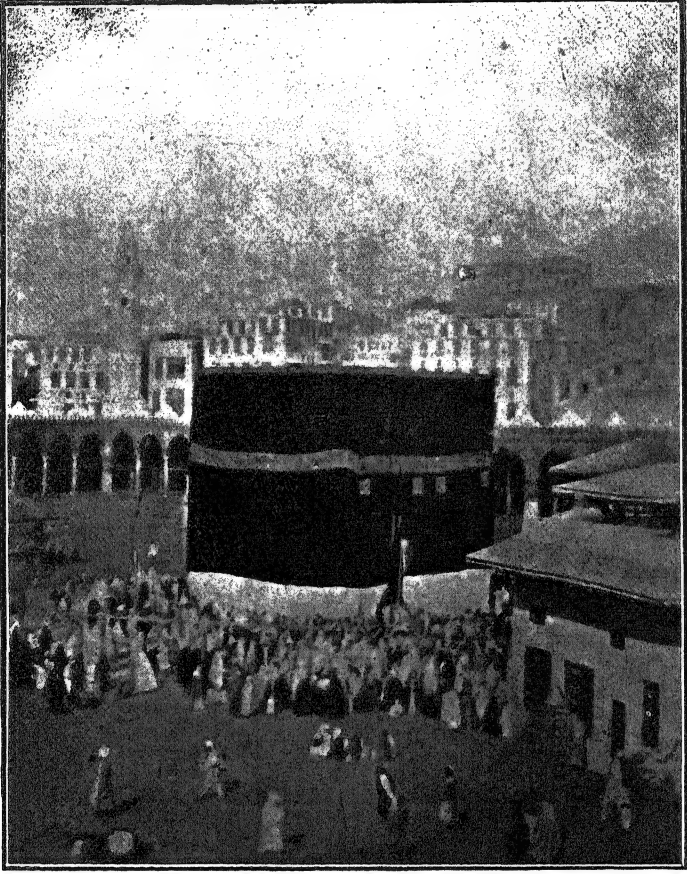
زمانہ قدیم میں نیا غلاف ڈالنے سے کئی روز قبل پرانا غلاف اتار لیا جاتا تھا اور کعبہ کی کئی دن تک بالکل برہنہ رہتا تھا۔ ۱۸۱۵ء میں جب یورپ کے مشہور سیاح عرب برکھارٹ نے سفر حجاز کیا ہے تو اس وقت پندرہ دن تک کعبہ بغیر غلاف کے رہا تھا۔ یہ رسم ۱۸۵۳ء میں جب کپتان برٹن صاحب نے سفر مکہ کیا ہے نہیں رہی تھی۔ ہمارے زمانے میں پرانا غلاف اتارنے اور نیا جامہ پہنانے میں دس بارہ گھنٹے لگتے ہیں۔ عموماً آٹھویں دیکھ کو صدام کعبہ باقی ماندہ پرانا غلاف اتارنے کی تیاری کرتے ہیں۔ اور اس اندرونی زینے میں سے جو خانہ کعبہ کے اندر ہے چہت پر چڑھ جاتے ہیں اور غلاف لٹکھیت بچو کا، اس مصنوعی انسانی شکل کو کہتے ہیں جو چند و پرندہ ڈرانے کے لئے لکھتیرن میں بکھڑی کر دی جاتی ہے۔

رسیوں کو جو چہیت کے کندھوں میں بندھی رہتی ہیں کتر دیتے ہیں اس کے بعد جو لوگ نیچے کھڑے رہتے ہیں غلاف کو کھینچ کر علیحدہ کر لیتے ہیں۔ پرانا غلاف جب کبھی رو اگنی عوفات سے قبل اتارا جاتا ہے تو اس موقع پر بعض حاجی بھی اس میں ہاتھ بٹانے لگتے ہیں

## (الف) غسل کعبہ

پرانا غلاف اتار کر کعبہ کو باہر سے غسل بھی کرا دیتے ہیں اور جھاڑنے پونچھنے کے بعد عطر و گلاب و مشک وغیرہ اس کی دیواروں پر لگا دیتے ہیں۔ پرانے غلاف کے نیچے کی مٹی جو دیواروں پر چم جاتی ہے حاجی اس کو بھی جھاڑ پونچھ کر بہ طور تبرک لے جاتے ہیں۔

لہ کعبہ کے اندرونی غسل کا طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب بھڑی میں فتح مکہ کے دن اپنے مزم سے کعبہ کو ندر باہر سے غسل دلویا تھا۔ اس کے بعد سال بہ سال غسل دیا جلتے لگا۔ عبداللہ ابن زبیر نے بھی کعبہ تعمیر کرانے کے بعد غسل دیکر عطر و عنبر اس کی دیواروں سے ملا تھا۔ موسم حج کے سوا اور دنوں میں بھی کعبہ کو غسل دیتے ہیں خصوصاً صاعرین کی داخلی کے بعد اور حج ختم ہونے کے بعد ضرور غسل دیا جاتا ہے۔ ابن عبیر نے ۵۹۵ھ میں غسل کعبہ کی تاریخ ۳۰ ربیع لکھی ہے اور اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ۱۹ ربیع کو عورتوں کی داخلی تھی جن کے ساتھ شیر خوار بچے بھی تھے۔ عموماً رسم غسل شریف مکہ۔ والی مکہ۔ اعیان حکومت اور معزز حاجیوں کے ہاتھ سے ادا ہوتی رہی ہے بعض اوقات سلاطین و امرا نے بھی اس میں شرکت کی ہے۔ کعبہ کے غسل کا پانی دہلیز کے ایک سوراخ میں سے بہ جاتا ہے جسے خدام کعبہ احد دوسرے لوگ شیشون میں بھر لیتے ہیں۔ جن جھاڑوؤں سے کعبہ دھویا جاتا ہے غسل کے بعد ان کو باہر پھینک دیتے ہیں۔ اور ان کی ٹس چھتی ہے۔ کعبہ کے خدام ایک ایک جھاڑو دو دو تین تین روپے میں بیچتے ہیں جن توانوں سے کعبہ کا فرش پونچھا جاتا ہے وہ بھی بڑی قیمت پر جاتے ہیں غسل کی کوئی خاص تاریخ معین نہیں ہے مگر عموماً ذیقعدہ کی آخری تائینوں میں دیا جاتا ہے۔ ۴۵۰ھ میں ۲۸ ذیقعدہ کو غسل ہوا تھا۔



کعبے کے سیاہ غلاف کے نیچے سفید احرام

## (ب) احرام کعبہ

پراناعلاف کعبہ ایک ہی وقت میں پورا نہیں علیحدہ کرتے بلکہ نیا غلاف ڈالنے سے بارہ تیس دن قبل اولاً کعبے کی دیواروں کی جڑ سے چار پانچ گز اوپر تک چاروں طرف سے غلاف کعبہ کتر کے اس کی جگہ سفید خاصہ لپیٹ دیتے ہیں۔ اہل مکہ کی اصطلاح میں اس کپڑے کو احرام کعبہ کہتے ہیں اور جب یہ کعبے کے گرد لپیٹ دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ کعبے نے احرام باندھ لیا۔

خلافت بنی امیہ کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ ذیقعدہ کے آخر دن میں غلاف کعبہ بالکل اتار لیا جاتا تھا اور اس کی بجائے سفید کپڑا ڈال دیا جاتا تھا۔ یہ نہیں معلوم کہ پورے غلاف کے اتار لینے کا طریقہ کب متوقف ہوا اور جزوی غلاف کے علیحدہ کر نیکا کب شروع ہوا ابن جریر کے سفر نامے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں بھی کعبے کو احرام باندھا گیا تھا اور یہ عقیدہ کہ غلاف کعبہ کے دامن زمین سے قد آدم بلند کر دے گئے تھے۔ مگر یہ بات بہ صراحت نہیں معلوم ہوئی کہ اس وقت سفید کپڑا بھی کعبے کے گرد لپیٹا گیا تھا یا صرف غلاف کے دامنوں کو اوٹھا کر دینے کا نام ہی احرام تھا۔

کعبے کے احرام باندھنے کے وجوہ مختلف بیان کئے جاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان لوگوں جو سکہ حاجیوں کا بڑا ہجوم ہوتا ہے اور طواف کے وقت بدویوں کا جہاں تک ہاتھ پہنچتا ہے غلاف پھاڑ کر لے جاتے ہیں۔ اس لئے احرام باندھنے کا طریقہ اختیار کیا گیا لیکن زیادہ قرین قیاس یہ وجہ ہے کہ حج سے قبل ہی غلاف کی خرید و فروخت شروع ہو جاتی ہے اور بہت سے حاجی اس کے متلاشی نظر آتے ہیں اس لئے بنی شیبہ بغرض فروخت چار پانچ گز غلاف لٹکا کر اس کی جگہ سفید کپڑا کعبے کو ڈال دیتے ہیں۔ بہت سے حاجی اور خصوصاً بدوی تہرگا اس احرام کو بھی پھاڑ کر لے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ کوئی چوری نہیں ہے میں نے ۱۳۲۵ھ میں دیکھا تھا کہ کسی نے چار گز احرام کعبہ غائب کر دیا تھا اور نیا غلاف ڈالنے تک اس کی جگہ اور کپڑا بھی نہیں لپیٹا گیا تھا۔

## (۴) الف خلافت کعبہ کی تقسیم و فروخت

حضرت محمد ہر سال پرانے خلافت کو اتار کر حاجیوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے حضرت عثمان کے زمانے میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے خلافت کعبہ کا ایک ٹکڑا کسی ناپاک عورت کے پاس دیکھا اس کے بعد سے خلافت کو زمین میں دفن کر دینے کا حکم دیا اور قدیم خلافت دفن کیا جانے لگا۔ مگر حضرت عائشہؓ کے فتوے پر کہ۔

”جب خلافت ملجا کر لیا گیا تو اس کو کسی ناپاک عورت کے چہرے لینے میں بھی مسالحت نہیں ہے۔“  
پس اس کو دفن نہ کرنا چاہئے بلکہ فروخت کر کے اس کی قیمت غریبوں اور سافروں میں تقسیم کر دینی چاہئے۔“

خلافت کا دفن کرنا موقوف کر دیا گیا لیکن اس زمانے میں ام المومنین کے فتوے کے صرف پہلے جز پر عمل کیا جاتا ہے اور دوسرا جز بھول گئے ہیں یعنی خلافت کعبہ کا ٹکڑا اس کی قیمت غریبوں کو نہ بانٹ کر خدام کعبہ اپنے ہی صرف میں لانے لگے۔  
تلفی اندین فاسی کہتا ہے۔

اسرائی کہ ہر سال باب کعبہ کا پردہ اور اسی طرف کی دیوار کا پورا خلافت یا اس کے بدلے میں چھ ہزار روپے بنی شہد سے لے لیا کرتے تھے۔ شہدہ جوڑی میں شریف مکہ سید عدنان بن معاش بہ طریقہ موتوف کر دیا۔ پھر سید بن عثمان نے (جس کی حکومت ۶۹۵ء سے ۷۰۵ء تک رہی) اپنی ولایت کے دو سال بعد یہ طریقہ اختیار کیا کہ پردہ باب کعبہ اور مقام ابراہیم کا خلافت خود لیکر مسالین کے پاس بھیجنے لگا اور اس وقت سے یہ طریقہ سوائے ایک ٹکڑا جاری رہا۔

(جامع اللطیف)

ہمارے زمانہ میں جب تک حجاز پر سلاطین آل عثمان کی حکومت رہی یہ طریقہ جاری رہا کہ خلافت کے وزیرین ٹکڑے ٹکڑے ہوتا شریف مکہ کا حق ہوتے تھے لیکن جس سال جمعہ کو حج ہوتا تو وہ ٹکڑے سلطان اعظم کے پاس بھیج دیے جاتے تھے۔ باقی خلافت کے مالک بنی شہدہ ہوتے تھے۔ شریف کی حکومت کے زمانے

میں غلاف کے زرین قطعات بلا شکر ت غیر شریف کا حق تھے۔ اب کہ حجاز پر سلطان ابن سعود کی حکومت ہے سب ستور قیدم زرین جسے سلطان کے پاس بھیج دیئے جاتے ہیں اور باقی غلاف شیخ بنی لیتا ہے۔ جلالتہ الملک سلطان ابن سعود سے ہم کو امید ہے کہ آئندہ وہ ام المومنین کے نقوے پر عمل پیرا ہو جائیں گے۔ اگرچہ عام طور سے غلاف کعبہ کے زرین قطعے سلاطین و اشراف مکہ کے حصے ہی میں آتے تھے لیکن کبھی کبھی کسی خوش نصیب حاجی کو بھی مل جاتے تھے۔ معمولی غلاف کے چھوٹے بڑے ٹکڑے بنی شیبہ سے اہل مکہ خرید کر حج کے دنوں میں حاجیوں کے ہاتھ نفع سے فروخت کرتے ہیں۔ زرین ٹکڑوں کی قیمت کا اندازہ مشکل ہے۔ اول تو ان میں چاندی بھی بہت ہوتی ہے۔ دوسرے خوشامانی و خوشخطی کے اعتبار سے وہ بیش بہا چیز سمجھی جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ تبرک ہے اور تبرک کی قیمت کی کوئی حد نہیں۔ اس لئے عموماً ان کا سودا خریداروں کی عقیدت اور بیچنے والوں کی ضرورت کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے اور سیکنڈ ہون پر زاروں روپے میں ایک ایک ٹکڑا جاتا ہے۔

معمولی غلاف جس پر کلمہ بنا رہتا ہے اُس کی قیمت بھی مختلف حالتوں میں مختلف ہوتی ہے اور اسی وجہ سے سیاحوں نے اپنے سفر ناموں میں اس کا نرخ مختلف لکھا ہے۔ کم سے کم پانچ روپیے گز اور زیادہ سے زیادہ آدھ گز مرہج کی جس میں پورا کلمہ جاتا ہے پندرہ روپے قیمت لکھی ہے۔ فرسودہ پھٹا پرانا غلاف سستال جاتا ہے۔ اور جگہ ارحے زیادہ قیمت میں بکتے ہیں۔ میں نے ۳۴۵ لکھ میں ایک گز چوڑے اور ڈیڑھ گز لمبے ٹکڑے کی قیمت مع ایک اور چھوٹے ٹکڑے کے جس پر پورا کلمہ تھا (۵۲) روپیے آٹھ آنے دی تھی۔ اس طرح ایک ایک کلمہ ساٹھ دس دس روپیے میں پڑا تھا۔ یہ غلاف نہایت صاف چمکدار اور مضبوط ہے اس کا رنگ بھی بہت کم اڑا ہے۔

بیت اللہ کے باب الصفا کے متصل کئی دکانیں ہیں جن میں غلاف کے معمولی اور زرین و ریشمی حصے فروخت ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ باب الصفا کے سامنے اور بیت اللہ کے دوسرے دروازوں کے آگے بھی بعض لوگ معمولی غلاف کے ٹکڑے بیٹھے بیچتے ہیں۔ بعض حاجی کلید بردار کعبہ اور دوسرے معزز اشخاص کے ذریعہ سے بھی غلاف خریدتے ہیں۔

### (ب) مصنوعی غلاف کعبہ

بعض مسلمان سیاحوں نے اپنے سفر ناموں میں مصنوعی غلاف کعبہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کی



نسبت ان کا بیان ہے کہ اصلی غلاف کے منونے پر بنایا جاتا ہے اور مکہ منظر میں سے دامن لگایا ہے ان صاحبوں نے یہ نہیں لکھا کہ نقلی غلاف کہاں سے آتا ہے کون لوگ بناتے ہیں۔ اور اس میں بل لاشیا کا دخل ہے یا یہ بھی اہل یورپ کی کارستانی ہے۔ معج کو بائیں سے قبل مجھے فحش ہوا تھا کہ اس تبرک کے ساتھ بھی دخل فصل بیرون لگا۔ مگر وہاں جا کر معلوم ہوا کہ غلاف میں کوئی دھوکا دہری نہیں ہے البتہ بیچنے والے اپنے فائدہ کے لئے یا خریداروں کو آلو بنانے کے واسطے ایسے فقرے کھدیتے ہیں جن خریدار شبہ میں پڑ جاتا ہے جب کوئی شخص اچھا بڑا کرا کر قیمت میں غریبہ کراؤں کے حوالے سے کسی دوسری دکان پر خریدنا چاہے تو وہ کاندرا فوراً کھدیتا ہے کہ تمہارا کراڑا اصلی کب ہے۔ اسی طرح اپنے گنہہ ٹکڑے کی قیمت بڑا کرنے کے لئے اس کے مقابلہ میں ثابت ٹکڑے کو مصنوعی ملدیتے ہیں۔

## (۵) غلاف کعبہ کی تقسیم فروخت کی نسبت لما کی رائے

ہم یہ پیش کر رہے ہیں کہ حضرت عمرؓ پرانا غلاف حاجیوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی اولاً یہی عمل رہا پھر قدیم غلاف دفن کر دیا جانے لگا۔ اس کے بعد امام المسلمین حضرت عائشہؓ کے فتوے پر غلاف فروخت کر کے اس کی قیمت غریبوں میں تقسیم ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ بنی شیبہ بلا شرکت غیرے غلاف کعبہ کے مالک ہو گئے۔ اب عرصہ دراز سے حضرت عائشہؓ کے حکم کے صرف پہلے جز کی تعبیل ہو رہی ہے مگر دوسرا جز مسلمان بھول گئے یعنی غلاف کو بیچ تو دیتے ہیں مگر غریبوں کو نہیں بانٹتے۔

علمائے متقدمین و متاخرین نے غلاف کعبہ کی فروخت کے بارے میں بڑی بڑی بحثیں کی ہیں اور ان میں بڑا اختلاف ہے مولوی محمد الدین قاضی خاں اپنے فتاویٰ کی کتاب الوقف میں لکھتے ہیں کہ غلاف کعبہ کو بادشاہ وقت فروخت کر سکتا ہے۔ اس کے روپیے سے ضروریات کعبہ کی تکمیل کر سکتا ہے۔ اور صرف بادشاہ ہی کعبہ کا متولی ہو سکتا ہے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں ہے۔ مراج الوہاب میں ابو بکر حدادی نے غلاف کعبہ کا فروخت کرنا ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانا۔ اس کو کاشنا اور اس کے ٹکڑوں کو قرآن شریف میں رکھنا سب ناجائز قرار دیا ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:-

کعبے کی چیزوں میں سے اگر کوئی شخص کوئی چیز لے آئے تو اس چیز کو واپس کر دینا چاہئے۔ یہ کنہادرت نہیں ہے کہ ہم نے اس کو نبی شیبہ سے خریدا ہے۔ نبی شیبہ اس کے مالک نہیں ہیں۔

غلاف کعبہ کی فروخت کے متعلق علامہ نجم الدین طوسی نے قول فیصل ان اشعار میں بیان کیا ہے:-

وما علی الکعبۃ من لباس : ان رث جالینہ بلیعۃ الناس

ولا یجوز اخذہ بلا اشتاء : الا اغنیاء لیس للفقر

جس کا مطلب یہ ہے کہ کعبے کا تو کوئی لباس ہے نہیں مگر خیر جس کو لباس کعبہ کہا جاتا ہے جب وہ پرانا ہو جائے تو لوگوں کے ہاتھ اس کا فروخت کرنا جائز ہے لیکن امیروں کو بلا قیمت لینا جائز نہیں ہے البتہ غریب مفت بھی لے سکتے ہیں۔

علمائے متاخرین کا یہ فیصلہ ہے کہ سلطان وقت کو اختیار ہے چاہے وہ غلاف کعبہ کی کو

مفت دیدے چاہے فروخت کر دے۔

## (۶) غلاف کعبہ بطور تبرک

خدا سے محبت رکھنے والے مسلمان غلاف بیت اللہ کے ٹکڑے شوق و محبت سے اپنے پاس رکھتے ہیں مسلمان کے گھر میں غلاف کا ٹکڑا موجب خیر و برکت سمجھا جاتا ہے غلاف کی چھوٹی چھوٹی دھجیاں قرآن شریف میں نشانی و یادداشت کے طور پر رکھی جاتی ہیں جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ تلاوت کلام اللہ کے ساتھ ساتھ غلاف بیت اللہ کی بھی زیارت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے نزدیک اُس کے گھر کے کپڑے کا دیکھنا۔ چھونا۔ چومنا۔ اور آنکھوں سے لگانا سب عبادت ہے۔ غلاف کعبہ کی حدریان بھی بنائی جاتی ہیں جو بادشاہوں۔ امیروں۔ اور فوجی عہداروں کے لائق تحفہ سمجھی جاتی ہیں۔ ان کے پھننے والے کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان پر ہتھیار کا گر نہیں ہوتا۔ اب سے چند سال قبل باب کعبہ کا پردہ حضرت امیر حمزہؓ اور جناب سید فاطمہ زہراؓ کے مزار پر ڈالا جاتا تھا غلاف کے زرین حصے سلاطین آل عثمان کے مقبروں پر ڈالے جاتے رہے ہیں غلاف کے بڑے بڑے ٹکڑے چادر کے طور پر جنازوں پر بھی ڈالتے ہیں معمولی غلاف کا ٹکڑا مرد کے

پینے پر کین کے اندر رکھ دیا جاتا ہے چھوٹے چھوٹے کڑاؤں کو تعویذ و ن میں منڈھک یا خود ان کے تعویذ بنا کر نظر وغیرہ کے لئے بچوں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ گاؤں گہوس میں جس فقیر یا ملاکے پاس غلاف کعبہ کا کڑاؤ ہوتا ہے وہ بڑا بزرگ سمجھا جاتا ہے اور ہر قسم کی بیماری و آسیب کے لئے وہ کپڑا تیر بہدف علاج تصور ہوتا ہے۔

ہندوستان کی بعض عورتیں جو اپنے تین حاجی بتاتی ہیں دوسرے تبرکوں کے ساتھ غلاف کا کڑا بھی لئے پھرتی ہیں اور مسلمانوں کی آنکھوں سے لگا لگا کر پیسے وصول کرتی ہیں۔ میں نے اس قسم کی بہت سی عورتوں سے غلاف کی زیارت کے لئے بات چیت کی ہے اور مختلف سوالات کر کے ان کے دنوں کو پوچھا ہے مگر اکثر کہہ دے کہ ہمارے پاس اصلی غلاف کعبہ ہی نہ تھا۔ یہ معاملہ کس سیاہ کپڑے میں خطر لگا کر غلاف بنالیا تھا خوش ہتھیہ اور نامہ عجوبہ عورتوں کو بھگنے کے لئے یہہ اپنے تین جین ظاہر کرتی ہیں اور بعض اوقات اس آڑ میں بڑے بڑے غپے دیدیتی ہیں۔

## (۷) غلاف کعبہ کے پیش پہاڑے حمید آباد میں

ریاست حیدر آباد میں بہان تک مجھے معلوم ہوا تین چار جگہ غلاف کعبہ کے چھوٹے چھوٹے زین حصے موجود ہیں۔ ایک صاحب کے پاس حزام کعبہ کا آٹنا بڑا کڑا بھی ہے کہ وہ تابوت پر چادر کی طرح ڈالا جاسکتا ہے۔ اس کی لمبائی ڈھائی گز اور چوڑائی ڈیڑھ گز ہوگی کسی بڑے آدمی کے سر پر بھی اس کی زیارت ہو سکتی ہے۔ اب سے آٹھ برس قبل جب میں نے تاریخ غلاف کعبہ لکھی تھی اس وقت اس کی زیارت سے مشرف ہونا چاہا مگر جن لوگوں کے اختیار میں اس کا دکھانا تھا ان کی گفتگو سے میری سمجھ میں یہہ آیا کہ۔

دیرین موسم کہ باغ از فرط نزہت بود خوانے چہ از الوان نعمت  
کلید در ہر دست باغبانے است عجب حاتم سالار خوانے است

حیدر آباد میں غلاف کعبہ کا سب سے بڑا تبرک میرے محذوم و مکرم مولانا الحاج سید احمد علی الدین صاحب مددگار ناظم جنگلات و فیضیاب کے پاس ہے۔ حاجی صاحب مدد و ح ۱۳۴۵ھ میں

جب کہ یہ فقیہ بھی حج کو گیا تھا حیدر آبادی قافلے کے امیر الحاج مقرر کئے گئے تھے۔ آپ نے پڑے من عہدیت اور جوش دلی کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا تھا۔ میں نے ان کو بزرگانہ اوصاف سے تصفہ پایا۔ خدا اور خدا کے گھر سے جو محبت ان کو ہے۔ اس کی کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حرام یعنی غلاف کعبہ کی ایک زرین پٹی مقام ابراہیم کے زرین غلاف کا ایک حصہ اور نہری کام کا ایک دائرہ یہہ تین تبرک ایک سو گنی یعنی کوئی ڈیڑھ ہزار روپے میں خریدے ہیں۔ یہ بھی مولوی صاحب کی خوش نصیبی و نیک نیتی کا ثمرہ ہے کہ ایسا زبردست تبرک اس قیمت میں مل گیا۔ اس کی لاگت خوشامی او تبرک ہونے کی حیثیت سے یہ رقم کچھ بھی نہیں ہے۔ اگرچہ ہم سابق میں حرام وغیرہ کی توضیح بہ قدر ضرورت کر چکے ہیں مگر یہاں بھی مولوی صاحب کے ان تینوں تبرکات کی مقوڑی سی صراحت ضروری سمجھتے ہیں تاکہ حیدر آباد کے مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کے شہر میں کسی زبردست نعمت موجود ہے۔

(الف)

کعبہ کی دو تصانی بلندی یعنی زمین سے (۳۲) فٹ کی اونچائی پر سیاہ غلاف میں نہری کتبوں کی کوئی دو فٹ چوڑی پٹی گرد گرد کی رہتی ہے اس کو حرام کہتے ہیں۔ اس پٹی کے آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں کعبہ کی ہر دیوار میں دو دو ٹکڑے آجاتے ہیں۔ ان پر آیات قرآنی کھڑی رہتی ہے مولوی صاحب مدد رح کے پاس جو ٹکڑا ہے وہ سمت مغرب کی دوسری سالم پٹی ہے۔ اس کی لمبائی بیس فٹ آٹھ انچ اور چوڑائی ساڑھے سات انچ ہے۔ اس کا کپڑا نہایت دبیز سیاہ ریشمی مخمل یا قالین نمائے۔ اس کا ڈیڑھ انچ موٹے اور ہاتھ بہر لہجے ابھر ہوئے حروف میں نہری تاروں سے سورہ حج کی یہہ آیت کڑھی ہوئی ہے۔

”لِشَہِدَاۤ اِسْمَافِہِمْ وَاِذَا کَرُوۡا اِسْمَ اللّٰہِ فِیْ اَیَّامِ مَّعْلُوۡمَاتٍ عَلٰی مَا رَزَقْنٰہُمْ مِنْۢ بَہِیۡمَۃٍ  
اَلَا تَاۡمَنُوۡا فَلَکُمْ مِّنۡہَا وَاَطْعَمَکُمُ الْبَاسِ الْفَقِیۡرُ ثُمَّ لَیَقۡضُوۡا لَکُمۡ نَظۡمُہُمۡ وَاَلِیُوۡا فَاۡنۡدَ وَاِیۡہُمۡ اَلِیۡلُوۡا  
بِالْبَیۡتِ الْعَتِیۡقِ“

جس کا مطلب یہ ہے کہ۔

تاکہ لوگ اپنے فائدے کے لئے یہاں حاضر ہوں اور مقررہ دنوں میں اللہ کے نام پر قربانیاں کریں تم کو یہ بھی اجازت ہے کہ اس قربانی میں سے تم بھی کھاؤ اور محتاج مصیبت زدہ کو بھی۔ اس کے بعد

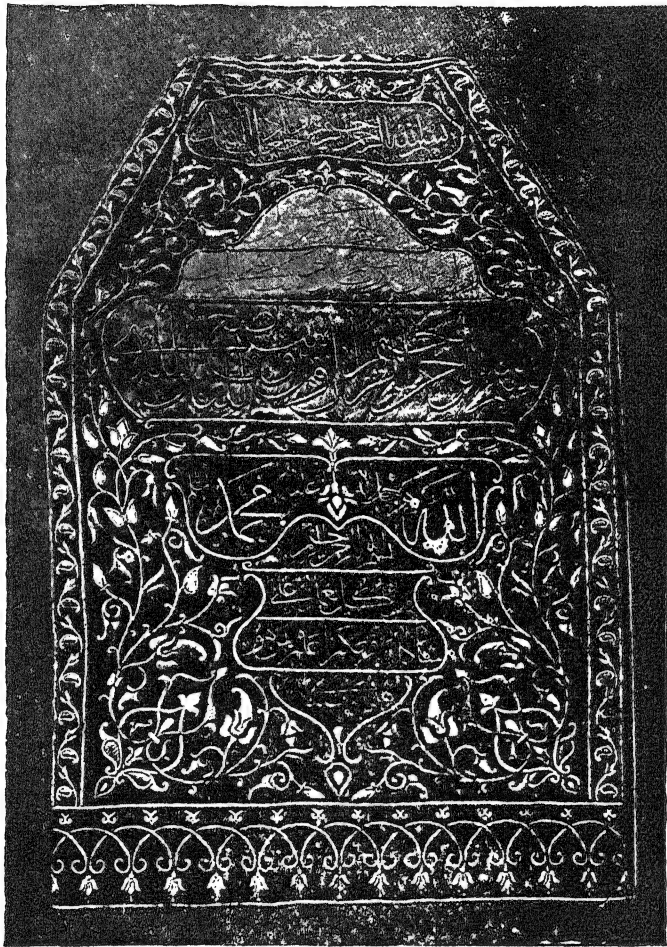
لازم ہے کہ لوگ نہائیں اپنی نیتیں پوری کریں اور بیت اللہ کا طواف کریں۔

اس حرام کا خط فوشنویسی کا بہترین نمونہ ہے۔ جو مہر کے شہرہ آفاق کاتب عبد اللہ زبیدی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور جو خدیو اعمال پاشا کے زمانے میں محفوظ چلا آ رہا ہے اسکا قیڑا سا آوازہ اس کا سی تصویر سے ہونکتا ہے جو ہم نے اس کتاب میں دی ہے۔ اس کے دیکھنے سے آنکھوں میں نور آتا ہے۔ اس کا زرد وزی کا کام معمولی سلعے ستارے یا کلابتون کا نہیں ہے بلکہ اس کو خالص چاندی کے تاروں سے جن پر اعلیٰ درجے کا طلائی ملمع چڑھا ہوا ہے کاڑھا گیا ہے۔ پتھر سے فاصلہ سے تو یہ بالکل سونے کا دو فٹ چوڑا پتھر ہی نظر آتا ہے لیکن قریب سے بھی دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے حروف کا ٹکر رکھ دیئے ہیں حروف کی لمبائی ہاتھ ہاتھ بھر کی ہے اور عجیب و غریب طغیوں میں لکھا گیا ہے۔ زیر زیر آہٹ آہٹ اگلے لمبے میں اور کہیں کہیں رو پیئے رو پیئے برابر گول نقطے جو لگا دئے ہیں وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ نمل پر شرفیان جڑا دی ہیں

میرے حساب سے جو مملکت مہر کے موازنہ جات غلاف کعبہ سے لگایا گیا ہے صرف اس حرام کے ایک ٹکڑے میں ساڑھے چار سیر خالص چاندی ہوگی۔

(ب)

مقام ابراہیم کے غلاف کے علاوہ علیحدہ چار ٹکڑے ہوتے ہیں جو اس قبے پر ڈالے جاتے ہیں جس میں حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان کا پتھر محفوظ ہے۔ اور جس کی نسبت قرآن شریف میں نشا ہو ہے۔ **اتخذوا مقام ابراہیم مصلیٰ** یعنی مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھا کر اس غلاف پر آیات قرآنی اس ترکیب سے کراہی رہتی ہیں کہ ایک ٹکڑے سے شروع ہو کر چوتھے ٹکڑے پر ختم ہوتی ہیں اور یہ ظاہر ہر ٹکڑا پورا اور مکمل نظر آتا ہے۔ حاجی صاحب مدوح کے پاس اس غلاف کے سانے کے رخ کا قطعہ ہے اور ترتیب کے اعتبار سے یہ پہلا ٹکڑا ہے قبے پر ڈالنے کی وجہ سے ان ٹکڑوں کو گاؤم رکھتے ہیں جو اوپر سے کم اور نیچے سے زیادہ چوڑے ہوتے ہیں۔ اس ٹکڑے کی لمبائی چھ فٹ نو انچ ہے اور اس کی چوڑائی ادھار کی جانب دو فٹ چھ انچ اور نیچے چار فٹ چار انچ ہے۔ اس کا پڑا ہی سیاہ نمل کے مانند ہے۔ اس کے طے کے نقش و نگار سیاہ کپڑے پر سنہری روپلی تار کے ہیں۔ بیچ میں سنہری تار سے آیات وغیرہ کراہی ہیں اور جن کو



مقام ابراہیم کا غلاف

ہر آیت جو تھے رخ پر پوری ہوتی ہے اس وجہ سے جو آئین اس ایک ٹکڑے پر آئی ہیں وہ مکمل نہیں ہیں اسی لئے ہم نے ان کا ترجمہ بھی نہیں کیا۔ ان آیات وغیرہ کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) اوپر کی پہلی سطر میں سبزلطس پر (بسم اللہ اور واذ جعلنا البیت کربلا ہوا۔

(۲) اس کے بعد نہ خے طلس پتین سطرین میں پہلی سطر میں (بسم اللہ الرحمن الرحیم) دوسری میں واذ قال ابراہیم رب ارنی کیف یحییٰ موتی۔ تیسری میں (بسم اللہ الرحمن الرحیم) چارویں میں ان اول بیت وضع للناس الذی۔

(۳) اس کے بعد سبزلطس پر پانچ سطرین ہیں جن میں سے پہلی سطر میں اللہ جل جلالہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسری سطر میں (بسم اللہ الرحمن الرحیم) تیسری سطر میں قل کل عمل علیٰ جو تھی سطر میں اھل ملی سببیلہ باقی زمین سیاہ ہے۔ توضیحاً اس کی عکسی تصویر ملاحظہ ہو۔

میرے خیال میں تخمیناً سیر مجھ چاندی اس قطعے میں بھی ہوگی۔

### (ج)

غلاف کعبہ کے اجزاء میں کوئی ڈھائی ڈھائی فٹ مربع زمین کام کے چار ٹکڑے بھی ہوتے ہیں۔

ان کو نو کہہتے ہیں۔ یہ چاروں ٹکڑے کعبے کی مشرقی دیوار کے غلاف میں خرام سے اچھے ٹانگے جاتے ہیں دو تو

کعبے کے دروازے کے اوپر ایک ادھر اور دیکڑے دیوار کے دونوں سروں پر۔ انہیں ٹکڑوں میں

سے ایک ٹکڑا مولوی صاحب کے پاس ہے اس کا کپڑا بھی وہی سیاہ نخل مٹا ہے۔ اس کی لمبائی دو فٹ

سارے سات انچ اور چوڑائی دو فٹ دو انچ ہے۔ اس پر ایک دائرے کے اندر بجز مغربی بسم اللہ و

قل هو اللہ نہری تاروں سے کارٹھی گئی ہے۔ اس کے بعد چھ جگہ اللہ لکھ کر ایک دائرہ بنایا ہے

یہ سب نہری کام کا ہے۔ پچھتر پچھتر بیچ میں چار جگہ اللہ ایک مغربی کی شکل میں روپیلی تاروں سے

کارٹھا ہوا ہے خط کے اعتبار سے یہ بھی بے مثل چیز ہے۔ اس میں خالص چاندی کا وزن تخمیناً ڈیڑھ ٹاؤ

افسوس ہے کہ اہل حیدر آباد کو ان عظیم الشان تبرکات کا حال پوری طرح نہیں معلوم اور جن

لوگوں نے باوجود علم کے ان کو نہ دیکھا ان پر افسوس ہے مولوی صاحب نے گزشتہ دو تین۔ ال میں

اخبارات کے ذریعے سے ماہ ربیع المنور میں معمولی طور پر یہ اطلاع دی تھی کہ کاچی گورہ اسٹیشن کی مسجد میں یا مولوی صاحب کے مکان پر اس تبرک کی زیارت کرائی جائیگی۔ اور مردوں عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ دن بھی مقرر کئے تھے مگر غالباً لوگوں نے اس معمولی غلاف کو بھٹکا جو بعض مسجدوں میں جمعے کے دن زیارت کے لئے رکھا یا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کافی تعداد میں لوگ جمع نہیں ہوئے۔ اگر صراحت کے ساتھ ان تبرکات کی کیفیت سے آگاہ کر دیا جاتا کہ یہ کیا چیز ہیں اور ان میں کیا خصوصیت ہے تو تقریباً اس کثرت سے لوگ آتے کہ جگہ بھی کافی نہ ہوتی۔ چونکہ اس تبرک کو پھیلا کر رکھنے کے لئے متعدد میزوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کے واسطے کم سے کم آٹھ گز لمبا کمرہ درکار ہے اس لئے حاضر خواہ اس کی زیارت کا انتظام بھی اب تک نہ ہو سکا۔ ہم کو اب معلوم ہوا ہے کہ مولوی صاحب مدوح اپنے مکان واقع انجم آباد میں ایک خاص کمرہ ان تبرکات کے لئے بھی تعمیر کرا لئے وہاں ہیں جس میں کافی ادب و تعظیم کے ساتھ ان کو رکھا جائیگا اور خاص تقاریب میں عام و خاص کو زیارت سے مشرف ہونے کا موقع دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کی عمر میں برکت دے اور ان کے اس مبارک ارادے کو پورا فرمائے۔ اس فقیر نے مولوی صاحب کے دولت خانہ پر ان تبرکات کی زیارت کی اور اگرچہ مکہ معظمہ میں بھی ان کی زیارت سے مشرف ہو چکا تھا مگر حیدرآباد میں یہ چیزیں دیکھ کر بیت اللہ کا سماں آنکھوں میں بھر گیا اور قلب پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی جس بزرگ نے مجھے اس نعمت سے بہرہ ور فرمایا اللہ تعالیٰ اُس کو جزائے خیر دے۔

شیفگان جال حضرت بیت اللہ سے مجھے قوی امید ہے کہ اس کی دید سے کرب سعادت و برکت کریں گے اور جس کعبے کے دیدار کے لئے وہ بروجر کی دشوار گزار راہیں قطع کرتے ہیں اس کے جلوے کا ایک کرشمہ گھر بیٹھے دیکھ لیں گے۔ اس کے بعد کیا عجب ہے کہ کعبے کی کشش اُن کو کعبے تک پہنچا دے۔

پر وہ نشین مستورات کے لئے یہ تبرک ایک نعمت غیر مترقبہ ہے حج کو جانے کے بعد بھی وہ بیت اللہ میں غلاف کعبہ کی ایسی سہولت کے ساتھ زیارت نہیں کر سکتیں۔ مردوں کے ہجوم کی وجہ سے عموماً ان کو کعبے سے دور ہی رہنا پڑتا ہے اور حرام و غلاف مقام ابراہیم کی زیارت تو ان کے لئے تقریباً ناممکن ہے جن خواتین نے جناب مولوی صاحب کے مکان پر اطمینان کے ساتھ اس تبرک کی زیارت کی ہے ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور مولوی صاحب کی محترم بیگم صاحبہ کے اخلاق و محبت کی شکر گزاردادیں ہوئیں۔



# سولہویں فصل

## نیا غلاف کعبہ

(۱) کعبے پر نیا غلاف چڑھانا

خلفائے بنی امیہ و بنی عباس و بنی فاطمہ کے زمانے میں سال میں دو بار یا بعض اوقات تین مرتبہ بھی نیا غلاف ڈالا گیا ہے اور اس کے ڈالنے کی تاریخیں بھی مختلف رہی ہیں جیسا کہ علیحدہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ ۱۷ھ میں جبکہ ابن جبیر نے حج کیا تھا نیا غلاف تیرہویں ذی الحجہ کو ڈالا گیا تھا۔ اور اس کو کعبے تک پہنچانے میں دھوم دھام بھی ہوئی تھی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:-

قریبانی کے دن امیر عراقی کے قیام گاہ سے کعبے کا غلاف چار اونٹوں پر لاد کر قاضی کے ہمراہ بھیجا گیا۔ قاضی کا لباس سیاہ تھا اور اس کے ساتھ سپاہی سیاہ علم لئے ہوئے چل رہے تھے پیچھے پیچھے نقارے بجتے آرہے تھے۔ اس روز یہ غلاف کعبہ شریف کی چہیت پر رکھ دیا گیا اور تیرہویں تاریخ منگل کے دن سب شبی غلاف چڑھانے میں مصروف ہوئے۔

ہمارے زمانہ میں سالہائے دراز سے آٹھویں ذی الحجہ کو نیا غلاف ڈالنے کا دستور ہے۔ اس تمام حاجی اور بہت سے مکے والے منے چلے جاتے ہیں۔ بیت اللہ تقریباً خالی ہو جاتا ہے۔ خدام کعبہ اطمینان کے ساتھ پرانا غلاف اتار کر اور کعبے کی دیواروں کو پونچھ پانچھ کر نیا غلاف پہنا دیتے ہیں۔ غلاف بدلنے کا کام زیادہ تر رات کو کیا جاتا ہے اور اس کی تکمیل دسویں ذی الحجہ کی صبح تک ہو جاتی ہے چنانچہ منے سے طواف کے لئے جب حاجی کے آتے ہیں تو اس وقت کعبے پر ان کو نیا غلاف دکھائی دیتا ہے

خلاف دواور آٹھویں تینچ سے قبل بھی ماجیوں کی موجودگی میں خلاف بدل دیا جاتا ہے۔ نیا خلاف ڈالنے کے لئے کئی آدمی ورکار ہوتے ہیں کچھ لوگ کبے کے اندرونی زینے میں سے چہت پر چڑھ جاتے ہیں ان میں کئی درزی بھی ہوتے ہیں۔ خلاف بھی کبے کی چہت پر پہنچا دیا جاتا ہے کچھ لوگ نیچے کھڑے رہتے ہیں۔ کبے کی چہت میں جو کٹڑے خلاف باندھنے کے لئے جڑے ہوئے ہیں ان میں رسیاں باندھ کر گھواسے کی شکل کا ایک جھولا بھی باہر کی جانب لٹکا دیا جاتا ہے جو چریوں کے ذریعہ سے اونچے اوتر تاجڑ ہوتا ہے۔ اس میں ایک آدمی بیٹھ کر حزام وغیرہ زین جھون کو خلاف میں ٹانگ دیتا ہے۔ اور جہر کوئی جھول آجاتا ہے اسے بھی درست کر دیتا ہے۔ یہ جھولا کبے کی بیرونی جانب ہر طرف پہنچایا جاسکتا ہے کبے کی دیواروں کی جڑ میں باہر کی طرف بھی پتیل کے چلے لگے ہوئے ہیں ان میں خلاف کو باندھ دیتے ہیں اس طرح اوپر سے نیچے تک کعبہ خلاف سے ڈانک جاتا ہے اور ہر طرف اگر کچھ کئی کئی پٹیاں خلاف کی جوتی ہیں مگر وہ سب سل سلا کر ایک ہی کپڑا نظر آگئے لگتا ہے۔ البتہ کبے کا پر نالا جسے میزاب رحمت کہتے ہیں خلاف میں سے باہر نظر رہتا ہے۔ اور حجر اسود کے اطراف بھی خلاف کتر دیتے ہیں جس سے حجر اسود صاف نظر آتا ہے۔

## (الف) نئے خلاف کی حفاظت۔

بعض اوقات نئے خلاف کو زمین کی رگڑ سے بچانے کے لئے شروع میں کچھ دن تک اس کے نیچے کے دامن کے گوشے چہت میں ٹانگے تھے ہیں جس سے سامنے چاروں طرف دو دو زبانیں سیٹھتی رہتی ہیں کبے کا پر نالا شمالی دیوار میں مضبوط ہے مختلف اوقات میں اس کے رد بدل کی ضرورت ہوتی ہے اور سلاطین و امرا اسے پانڈی وغیرہ کے پر نامے بھیجتے رہے ہیں موجودہ پر نالا سلطان عبدالحمید فاں نے سنہ ۱۲۳۸ھ میں بھیجا تھا یہ طلائی ہے اس کی لمبائی کوئی سو گز اور چوڑائی ایک فٹ ہے۔ اس پر سلطان مدوح کا نام وغیرہ نہایت خوشخط میں کندہ ہے۔ حجر اسود کعبہ کے مشرقی و جنوبی گوشے کی طرف زمین سے ڈیڑھ گز بلند ی پر جنوبی دیوار میں نصب ہے اس کے لئے دائرے کی شکل میں ہاتھ ہاتھ بھر خلاف کتر دیتے ہیں۔

رہتی ہیں اور کعبے کا نیچے کا حصہ کھلا ہوا دکھائی دیتا ہے کچھ دن بعد غلاف چھوڑ دیتے ہیں اور تمام عمارت ڈھک جاتی ہے۔ ابن جعبہ کے زمانے میں بھی یہ دستور موجود تھا۔ وہ لکھتے ہیں:-  
جب کعبہ کا لباس درست کر کے تو عجمیوں کے ہاتھ سے پردوں کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کے دامن (دھنچے)

کر دئے۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ پردوں کو بیدار نہ کھینچتے ہیں اور بشوق تمام اُن پر گرتے ہیں۔  
۳۴۴ھ میں نئے غلاف کے دامن میں لے اُٹے نہیں دیکھے۔ البتہ باب کعبہ کا پردہ کبھی کبھی چھوٹا ہوا اور زیادہ تر ہر وقت سمٹا ہوا ایک طرف بند ہوتا تھا جس سے کعبے کے کواڑ صاف نظر آتے تھے۔ اُس موقع پر مجھے ذوق کے اس شعر کی تصدیق ہوتی تھی:-

پردہ در کعبہ سے اٹھانا تو ہے آساں  
پر برقع رخسارِ صنم اُٹھ نہیں سکتا

(ب) نئے غلاف کے بعد کعبے کی خوشنمائی

جب کہ کعبہ بالکل عریان رہتا ہے یا جبکہ نئے غلاف سے ڈھک ہوتا ہے تو عموماً حاجی اور خصوصاً عورتوں کے غول کے غول اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور خوشی سے کلکاریاں لگاتے ہیں۔ نیا غلاف ڈالنے کے بعد کعبے کا منظر نہایت ہی دلکش و دل فریب ہو جاتا ہے۔ مشتاق حاجیوں کے جم غفیر بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کو دیکھنے، چھونے، چومنے اور آنکھوں سے لگانے کے لئے چاروں طرف سے جھپٹتے ہیں اور اس سے لپٹ لپٹ کر دعائیں مانگتے ہیں۔ اس سے کا ذکر برکھاٹ نے ان الفاظ میں کیا ہے:-

حقیقت یہ ہے کہ ایک مربع چار دیواری میں ایک بڑی مکعب عمارت کا سیاہ غلاف سے ڈھکا ہوا دکھائی دینا ایک عجیب منظر معلوم ہوتا ہے اور دل پر ایک خاص اثر کرتا ہے۔ چونکہ غلاف ڈھلا ڈھلا ماند پتے ہیں اس وجہ سے ہوا کا ایک ذرا سا جھوکا بھی اس میں لہریں پیدا کر دیتا ہے اور اس وقت حاجیوں کا مجمع جو کبے کے گرد ہوتا ہے دعائیں مانگنے لگتا ہے اور ہر لمبے خوشی بلند کرتا ہے۔ یہ اُن فرشتوں کی موجودگی کی علامت پائی جاتی ہے جو کبے کے محافظ ہیں اور حاجی بہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے پردوں کی ہوا اسے غلاف بل رہا ہے۔

میں کہتا ہوں نئے غلاف پر جامیوں کا جھوم ایک ایسا دلکش و موثر نظارہ ہوتا ہے جس کی تصویر نقطوں میں کھینچنا غیر ممکن ہے۔ اس موقع پر بلبلوں کے پھولوں پر بند لانے اور شمع پر پروانوں کے صدر سے ہونے کی تشبیہ ایک ناقص تشبیہ ہے۔ عرب ایرانی اور ہندوستانی جن کی زبانوں کی عمارت شاعر کی بنیاد پر قائم ہے اور جن کے محاورات میں ہزاروں شاعرانہ استعارے اور تشبیہیں بھری پڑی ہیں کعبے کو ایسے موقع پر ”دلہن“ سے مثال دینے لگتے ہیں۔ مثلاً ابن جبیر نے جن کے زمانے میں غلاف کعبہ کا رنگ سبز تھا نیا غلاف ڈالنے کے بعد کعبے کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے:-

”ان پردوں میں کعبہ شریف کا جمال ایسا نظر آتا ہے گویا دلہن کو دیباے سبز کا غلاف پہنا دیا۔“

## (ج) کعبے کی خوشنمائی کی نسبت ایک فرنگی کا خیال

اہل یورپ چونکہ ان جذبات و اشارات سے بے خبر اور ان استعارات سے نا بلد ہوتے ہیں وہ ایسے الفاظ سن کر اپنی عقل کے تیرنگے لگانے لگتے ہیں۔ جیسا کہ کپتان برٹن صاحب اپنے سفرنامہ حجاز کی جلد دوم میں یہ ضمنی ذکر غلاف کعبہ فرماتے ہیں:-

”کعبے کو دلہن یا کنواری سے تشبیہ دینے کی رسم کی اصلیت قدیم زمانے کے رواج سے پائی جاتی ہے۔ گرجے کو بھی کنواری یا دلہن سے نسبت دیتے ہیں۔ اسی طرح کعبے بلور عورت کے خطاب کرتے ہیں۔ مثلاً جب اس کا غلاف اتر جاتا ہے تو اس کو عریانہ (نگی) کہتے ہیں اور جب اس پر سفید کپڑا لپیٹ دیتے ہیں تو تحریم یعنی احرام باندھ ہی ہوئی کہتے ہیں۔ عربی کے مشہور شاعر عبد الرحیم برعی نے بھی کعبے کے دلہن ہونے کا خیال اس مصرعے میں ظاہر کیا ہے:-

و عروس مکتہ بالکرامات مجتلی

یعنی مکے کی دلہن (کعبہ) کرامات کے ساتھ جلوہ دکھا رہی ہے۔ شاعر کا یہ خیال غالباً کعبے کے برقعے اڑا اور خواجہ سراؤں کی نگہبانی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔“

یہ ممکن ہے کہ گرجے کو دلہن یا کنواری سے تشبیہ دینا رسوم قدیم سے ہو اور حضرت مریم کی نسبت سے اس کو کنواری بھی کہتے ہوں مگر لفظ کعبہ میں (لا) یا (حت) علامت تائید نفی موجود ہے اور عربی میں لفظ مونث استعمال ہوتا ہے۔ پس از روئے قواعد اس کے لئے تمام صفات محرمہ و عریانہ وغیرہ تائید

برتے جاتے ہیں برٹن صاحب کا یہ کہنا کہ کعبے کے برقعے ازار اور خواجہ سراؤں کو دیکھ کر حضرت  
عبدالرحیم کو کعبے کے دلہن کہنے کا خیال پیدا ہوا ہے محض ایک قیاس ہے۔ ورنہ لفظ کعبہ جب عربی میں موت  
ہے تو اس کے لئے لوازمات تائید استعمال کرنا یا اس کو دلہن کہنا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ بالفرض  
اگر کعبہ کو مذکر تسلیم کر لیں جیسا کہ اردو میں بولتے ہیں یا تذکیر و تائید کا کوئی امتیاز ہی نہیں جیسا کہ  
دبان فارسی میں اسمائے غیر ذی روح کی تذکیر و تائید نہیں ہوتی تو بھی کعبے کو اس کی زیبائش و  
خوبصورتی کے لحاظ سے دلہن کہنا مقام تعجب نہیں ہے۔ چنانچہ فارسی وارد میں بلا لحاظ اسکے کہ کوئی خوشنما  
چیز نہ کر یا موت آس کو بطور استعارہ و مجاز دلہن یا عروس کہہ دیتے ہیں اور کعبے کی خوشنما و دلبرانی تو  
اس درجے سلمہ ہے کہ فارسی میں ”عروس“ ایک محاورہ ہے جس کے معنی کعبے کے ہیں۔ اکثر کتب  
میں یہ محاورہ موجود ہے۔ اسی طرح بعض اور محاورے بھی لفظ عروس سے مرکب پائے جاتے ہیں۔ مثلاً  
”عروس بیابان“ سے مراد شتران راہ کعبہ ہے۔ ”عروس چرخ“ آفتاب کو کہتے ہیں۔ حضرت حافظ نے  
”عروسان گلستان“ کو اس طرح نظم کیا ہے:-

نوع و سگان گلستان بہر زیور بستند  
دلبر است کہ با حسن خدا داد آمد

حافظی نے تحفہ العرائین میں خاص کعبے کو عروس و حور وغیرہ الفاظ سے خطاب کیا ہے۔ وہ فرماتا ہے:-

مانی بہ عروس جملہ بستہ لم در جملہ جبار سوشستہ  
حوری بہ شال عبقری پوشش و شاہی پشیل دواج بردوش

بعض اوقات بلا لحاظ خوبصورتی بھی فارسی میں بطور استعارہ کسی چیز کو عروس کہہ بیٹھتے ہیں مثلاً:-

عجوزہ ایست عروس زمین ولے ہند ار  
کہ این خدرہ در عقد کس منی آید

اسی طرح خواجہ حافظ نے مہر کو عروس مہر فرمایا ہے:-

اے عروس مہر از دہر شکایت منما  
جملہ حسن بیارائے کہ داماد آمد

اردو لغات کی کتابوں میں بھی عروس کے مجازی معنی خوبصورت۔ عزیز اور پیاری چیز کے ہیں۔ اس

درویش نے اپنے ایک ترجیع بنہ میں جو مکہ مغظمہ کی تقریف میں ہے حاجیوں کے جذبات اور کعبہ کی زینت کی تصویر ان لفظوں میں کھینچی ہے۔

کس ہٹا ہٹ کا کعبہ نے جوڑا ہے نیا پہنا : مشتاقوں کو دوہر ہے اب اس سے جدار تنہا  
کیا نور کی دہن ہے کیا نور کا ہے گہنا : جو نور برستا ہے اس نور کا کیا کہنا  
بالفرض اگر قمر نے کل روعے زمین دکھا  
مکہ ہی نہ جب دکھا تو کچھ بھی نہیں دکھا

اسی طرح ایک اور نظم میں جس کا عنوان "مشتاق کعبہ" ہے اس فقیر نے غسل کعبہ کی کیفیت ان الفاظ میں ظاہر کی ہے۔

کیون آرہی ہیں ایٹین مشکاب و گلاب کی اب  
کعبہ کو کیا مطون دہن بنا رہے ہیں

غرض کہ یہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات ہیں اور یہ کوئی عشق و صیغہ محبت ہے اس میں غیروں کی رسائی مشکل ہے۔

## سترہویں فصل

### کعبے کا اندرونی غلاف

اگرچہ ہمارا اصل موضوع کعبے کا بیرونی غلاف ہے جو زمانہ حضرت اسماعیل سے یا کم از کم زمانہ جاہلیت سے لگا کر اس وقت تک کعبہ پر ڈالا جاتا رہا ہے اور جو کچھ ہم نے اب تک لکھا وہ سب اسی غلاف کی نسبت لکھا ہے لیکن ہم اگر اس غلاف کا یا ان پردوں کا ذکر نہ کریں جو زمانہ مابعد میں کعبے کے اندر دیواروں پر لٹکائے جانے لگے تو ہماری تالیف نامکمل رہ جائیگی۔

چوتھی صدی ہجری کے وسط میں ناصر خسرو کے بیان سے اس غلاف کا صرف اس قدر وجود پایا جاتا ہے کہ  
کعبہ کے باہر شرقی و جنوبی گوشے میں جو سنگ اسود نصرتی اس کے عقب والے گوشے میں کعبہ کے اندر زر  
اطلس کا ایک پردہ لٹکا رہا تھا۔

۸۳۲ھ میں ابن جب نے حج کیا تھا انہوں نے اندرونی غلاف کعبہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔  
ابن بطوطہ حج سے مشرف ہوا تھا۔ اس وقت بھی کعبہ کے اندر دیواروں پر کوئی پردے وغیرہ نہیں تھے  
فتح الدین خاسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ملک ناصر حسن چرخی سلطان مصر نے ۸۳۲ھ  
میں کعبہ کا اندرونی غلاف روانہ کیا تھا اور وہ تخمیناً ۸۳۲ھ تک جو خاسی کا زمانہ ہے کعبہ کے اندر  
دیواروں پر لٹکا ہوا تھا۔ اس کے بعد خاسی کے زمانہ ہی میں ملک الاشرف ابو نصر سیف الدین برسبانی سلطان  
مصر نے ۸۴۲ھ میں سرخ رنگ کا اندرونی غلاف کعبہ کے لئے روانہ کیا تھا۔ عموماً اولیٰ یا سلطان اندرون  
کعبہ کے لئے سرخ رنگ کا غلاف ہی بھیجا کرتے تھے۔

۹۲۳ھ میں جب آل عثمان کا تسلط مصر و حجاز پر ہوا تو کعبہ کے اندرونی غلاف کا تعلق  
علاقہ ترکی سے ہو گیا اور بیرونی غلاف کا تعلق حسب سابق علاقہ مصر سے باقی رہا۔ اس کے لئے خاص  
طور پر دیہات وقف کروئے گئے اور اس کے مصارف کا کفیل خزانہ مملکت مصر قرار دیا گیا۔ چنانچہ  
بیرونی غلاف ہمارے زمانہ تک مصر ہی سے آتا رہا جس کی صراحت اس سے پیشتر بالمفصل کی جا چکی ہے  
لیکن اندرونی غلاف سال کے سال نہیں بھیجا جاتا تھا بلکہ جب کبھی کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا تو  
اس وقت تسلط علیہ یا اس کے کسی علاقہ میں نیا غلاف تیار کر کے روانہ کیا جاتا تھا چونکہ اس غلاف  
کا کوئی خاص وقت بھی معین نہ تھا اس لئے برسوں تک اس کی نوبت نہیں آتی تھی لیکن ہمیشہ یہ محل  
شامی کے ساتھ آیا کرتا تھا اور اس وقت پرانے غلاف کو علیحدہ کر کے نیا ڈال دیا جاتا تھا۔ اس غلاف  
کا رنگ سدا سے سرخ ہی چلا آتا ہے۔ موجودہ اندرونی غلاف سلطان محمد خاں فاس کے زمانہ کا ہے  
جس پر سفید حروف میں آیات وغیرہ بنی ہیں۔ اس کا عوض ایک گز اور لمبائی بارہا تیرہ گز ہے چہت سے  
نیچے تک دیواروں پر مختلف ترانہ لٹکا کر باہم سی دئے گئے ہیں اس طرح سالم دیواریں پوری طرح

لے ملک ناصر حسن ۸۳۲ھ سے ۸۴۲ھ تک سلطان مصر و حجاز رہا۔

۸۵۰ھ اس کا عہد حکومت ۸۵۲ھ سے ۸۵۴ھ تک ہے۔

اس غلاف سے ڈھکی ہوئی میں۔ اس کے کتبوں کی صراحت یہ ہے کہ

سب سے اوپر خوشنام بیضوی دائروں میں ”یا سنان“ اور چھوٹے چھوٹے دائروں میں  
”یا سلطان“ اور ”یا سبحان“ کرکڑھا ہوا ہے۔

اس کے بعد ایک سطر میں جوگزبیر کے عرس میں منتر ہوتی ہے اور نیے کی شکل میں آیہ قدوسی  
تقلب و جھک فی السماء فلنولينك ثرؤها۔ قول و جھک فی السماء فلنولينك ثرؤها۔  
مسلسل تین مرتبہ کرکڑھی ہوئی ہے۔

پھر دوسری سطر میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورے عرس میں تین مرتبہ  
کرکڑھا ہوا ہے۔

تیسری سطر میں سبحان و مجد کا اور سبحان اللہ العظیم تین جگہ کرکڑھا ہے۔  
نیچے کی جانب ایک گوشے میں کلمہ طیبہ علی خط تے بنا ہوا ہے۔

۱۰۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تبدیلی قبلہ کے بارے میں ہم تمہاری تمنا کو تسلیم کر رہے ہیں۔ اب ہم تمہارے لئے ایسا قبلہ  
مقرر کریں گے جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ نو۔ اب اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر دو۔



# باب دوم

## محل کی ایجاد

## پہلی فصل

### محل کی ایجاد

اگرچہ محل کے نام سے کسی نہ کسی طور پر تمام دنیا کے مسلمان واقف ہیں تاہم اس کی تصویر ہی قسرت اس جگہ سب محل نہ ہوگی۔ محل کے معنی بوجہ اٹھانے والی چیز کے ہیں۔ مراد اس سے وہ کجاوہ یا کہڑی لا جو اونٹ کی پیٹھ پر باندھ دیا جاتا ہے اور اس کے اوپر غلاف یا پردہ ڈالنے سے پردے کی سواری بن جاتی ہے اور اس میں خصوصاً عورتیں بیٹھتی ہیں۔

خدیو عباس علی پاشا کے سفر نامہ رحلتہ الجبازیہ کے مولف محمد تبونی لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ خانہ کعبہ کے لئے کچھ تختے اور ہدیے ایک محل میں روانہ کئے تھے اور اس لحاظ سے وہ قافلہ حجاج کے ساتھ روانگی محل کی رسم حضورؐ سرور عالم کے زمانے سے بتاتے ہیں۔

ہندوستان کے مشہور شیعہ مولوی مقبول احمد صاحب نے جو سنی شیعوں کے درمیان نفرت بڑھانے میں بڑا نام پیدا کر چکے ہیں اپنے ترجمہ قرآن میں محل کو نہایت ہی مکروہ پیرایہ میں ام المومنین حضرتہ

عائشہ رضی اللہ عنہا کے محل کی یادگار بتایا ہے۔ (قرآن مجید ترمیم مولوی مقبول احمد صاحب مطبوعہ مقبول پریس دہلی حاشیہ سورہ انزاب صفحہ ۶۷۵)

مولوی صاحب موصوف کے خیال کی تائید کسی تاریخ سے نہیں ہوتی اور نہ خود انہوں نے کسی کتاب کا حالہ دیا ہے بلکہ قول ترمیم، لکھکر درشتانی کی ہے۔

جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب کنز الدون میں لکھا ہے کہ مکہ روانہ کرنے کے لئے سب سے پہلے جس شخص نے محل ایجاد کیا وہ حجاج بن یوسف ہے۔

برکہاٹ اپنی کتاب بدوی و دہلی میں لکھتا ہے کہ محل کی رسم بدویوں کے علم جنگ سے نقلی ہے جسے وہ لوگ مرکب یا عطف کہتے ہیں۔ بدویوں کا علم جنگ لکڑی کا ایک بہت بڑا ڈھلیخ ہوتا ہے

سلاہ مولوی مقبول احمد صاحب نے محل کی جگہ لفظ دولاہ استعمال کیا ہے۔ مگر نہیں مولوی صاحب موصوف کی مراد اس سے وہ محل ہے جس میں حضرت عائشہ جنگ محل میں سوار تھیں یا اور کچھ۔ جنگ محل سلاہ میں ہوتی تھی حضرت عثمان کے قتل پر بعض صحابہ کو یہ معاملہ ہو گیا تھا کہ حضرت علیؑ کے ایسا سے وہ قتل کئے گئے ہیں۔ مگر نبوت جنگ کی پوچھی۔ کچھ لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ ہو گئے اور کچھ حضرت عائشہ کی سرکردگی میں دوسری طرف بہت سے قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے مقابلے پر تلوار اٹھا کر آئے۔ مثلاً حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابوبکر حضرت علیؑ کی طرف گئے اور حضرت علیؑ کے چھوٹی زاد بھائی زبیر حضرت عائشہ کی جانب بفرہ پر لڑائی ہوئی۔ حضرت عائشہ آیا۔ اونٹ پر محل میں سوار تھیں حضرت علیؑ کے ساتھی یہہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اس اونٹ کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ لڑائی ختم ہو۔ اس محل پر اتنے تیر بارے گئے تھے کہ خار پخت کی شکل بن گیا تھا اور محل کے اونٹ کی حفاظت میں ستر آدمیوں کے ہاتھ کٹے تھے۔ تیر بارہ حضرت محمد بن ابوبکر نے اس اونٹ کے پاؤں کاٹ ڈالے اور محل زمین پر آ رہا۔ اس وقت لڑائی ختم ہو گئی۔ حضرت علیؑ نے حسین کو حضرت عائشہ کی خدمت میں روانہ کیا اور حفاظت کے ساتھ ان کو مدینہ بھیج دیا۔ اس عجیب و غریب اونٹ کی وجہ سے جس پہنچاروں کا دانت تھا اس جنگ کا نام جنگ محل یعنی اونٹ کی لڑائی شہور ہے۔

سلاہ محل بن یوسف خلیفہ عبدالملک بن مروان کا کمانڈر تھا۔ عالم اسلام میں اس کا علم ضرب اشعل ہے یہ سلاہ میں پیدا ہوا ۱۵۱ھ میں مرا۔

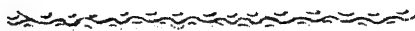
جسے اونٹ پر رکھ دیتے ہیں۔ اس کی تائید ایک اور انگریز کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ چپٹی ریل جمنٹ کے  
پکتان لیج میں جنہوں نے سن ۱۹۱۸ء میں عراق عرب کا سفر کیا تھا قبیلہ رولہ و قبیلہ شمر کا ذکر کرتے ہوئے  
اپنے ایک لکچر میں جو انہوں نے رائل جیوگرافیکل سوسائٹی لندن میں دیا تھا کہتے ہیں:-

سب سے آگے سوار تھے۔ ان کے عقب میں سائڈنی سوار۔ ان کے پیچھے منتخب سواروں کا ایک  
رسالہ تھا جس کے پیچ میں قبیلہ رولہ کا ایک محل نظر آ رہا تھا۔ اس میں ان کے شیخ کی ناکھداڑ کی  
بیٹھی ہوئی میداں جنگ میں زندیہ اشعار پڑ جوش لہجے میں گا کر لڑنے والوں کے حوصلے بڑھا رہی  
تھی۔ بدویوں کی لڑائی میں اکثر اس قسم کا محل ساتھ رہا کرتا تھا مگر آجکل سوائے قبیلہ رولہ کے  
اور کسی قبیلہ میں اس کا رواج نہیں ہے۔

مقریزی اپنی تاریخ مصر الخطط والانا میں لکھتا ہے:-

ان سلاطین و خلفائے جنہوں نے حج کیا ملک الظاہر کن الدین میرس سلطان مصر پہلا شخص  
ہے جس نے سب سے اول سن ۶۷۵ھ میں حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ محل روانہ کیا تھا۔ اس کے بعد تمام بادشاہوں  
نے جنہوں نے اپنا کاروان کے صحابہ پر بھی ضروری سمجھا کہ اپنی شاہانہ عظمت و جلال ظاہر کرنے کے لئے  
اس کے ساتھ محل بھی روانہ کیا کریں۔

بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ ملک الصالح نجم الدین سلطان مصر کی ملکہ فاطمہ شجرۃ الدر نے جب  
حج کیا تھا تو وہ ایک نہایت خوشنما و آراستہ محل میں بیٹھ کر گئی تھی اس کے بعد کئی سال تک اس کے  
نام کا خالی محل مصر سے قافلہ کے ساتھ بھیجا جاتا رہا۔ سلطان صالح نجم الدین کا زمانہ سلطنت ۷۳۲ھ  
سے ۷۴۹ھ تک ہے۔ سلطان صالح اور اس کے فرزند کی وفات کے بعد ۷۴۵ھ میں چند مہینے ملکہ  
شجرۃ الدر کی بھی فرمانروائی مصر و حجاز رہی تھی۔ اس طرح محل کی ایجاد ساتویں صدی ہجری کے  
وسط میں ہوئی۔ بھرحال خواہ کن الدین محل مصر کا موجد ہو یا ملکہ شجرۃ الدر لیکن یہ ثابت ہے کہ  
سلاطین مصر نے ہی اسے ایجاد کیا۔



# دوسری فصل

## (الف) محل مصری کا تعلق غلاف کعبہ سے

ہماری تالیف "غلاف کعبہ" کا ایک جزو محل مصری ہے۔ مصر سے غلاف کعبہ کی روانگی کے بعد "نقشہ محل" غلاف کعبہ کا ہم معنی نظر آتا ہے۔ دونوں چیزیں ایک ہی سمجھی جاتی ہیں اور غلاف کعبہ بڑھ کر محل کو اہمیت دی جاتی ہے۔ چونکہ محل مصری کے ساتھ غلاف کعبہ بھی آیا کرتا تھا اس لئے مجازاً محل مصری سے غلاف کعبہ بھی مراد لی جاتی تھی اور اسی وجہ سے اس کو محل شریف بھی کہا کرتے تھے۔ اسلام کے عہد اول سے لگا کر خلافت عباسیہ کی برپائی تک محل سے غلاف کعبہ کو کوئی واسطہ نہ تھا اور غلاف کی روانگی مصر یا بغداد سے حاجیوں کے ساتھ مل میں آیا کرتی تھی جن کے ہمراہ محل نہیں ہوتا تھا۔ سائوین صدی ہجری کے وسط میں غلاف کعبہ کے ساتھ محل مصری کا وجود بھی پایا جاتا ہے۔ بیان تک کہ تیرہویں صدی ہجری سے جو دہویں صدی ہجری کے وسط تک محل غلاف کعبہ کا جزو لا ینفک بن جاتا ہے اور بالآخر غلاف کعبہ کی روانگی بذریعہ محل کے ناچار سمجھی جانے لگتی ہے۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غلاف کعبہ مصر سے محل کے اندر رکھ کر روانہ کیا جاتا تھا اور محل و غلاف کو یا دونوں ایک ہی چیز سمجھتے۔ مگر حقیقت ایسی نہ تھی۔ محل بالکل ایک علیحدہ چیز تھی۔ نہ اس میں غلاف کعبہ رکھا جاتا تھا اور نہ اس میں اتنی گنجائش ہوتی تھی کہ غلاف کعبہ کے متعدد تہانوں کے بڑے بڑے گٹھے اس میں سلاتے۔ غرض کہ غلاف علیحدہ کئی حصہ و قوں میں بھر کر دوسرے اونٹوں پر بٹھا جاتا تھا اور محل ایک علیحدہ اونٹ پر کسا جاتا تھا جس میں بجز ایک چھوٹے سے قرآن شریف یعنی محافل کے جو اس کی چہت میں لٹکا دیتے تھے اور کوئی چیز نہیں رکھی جاتی تھی۔

## (ب) محل مصری کی وضع قطع

محل بھی عام محلوں کی طرح لکڑی کا چھوٹا مخروطی شکل کا ڈالیا جاتا تھا جس کی چوٹی تیار نہ ہوتی تھی یہ نہ معلوم ہوسکا کہ یہ کس لکڑی کا بنایا جاتا تھا مگر اس کو روز بروز بہاری بنانے میں اہل مصر کو بڑی دلچسپی رہی ہے یہاں تک کہ بقول صاحب رحلۃ النجاشیہ جو دہویں صدی ہجری کے اوائل میں اس کا وزن چودہ قنطار ہو گیا۔ لغت کی کتابوں میں ایک قنطار ڈیڑھ من کا لکھا ہے جس کے حساب سے اکیس من ہوئے مگر بعض بعض جگہ کا من ہمارے ایک سیر کی برابر بھی ہے۔ اگر ایسا ہے تو صرف اکیس سیر ہی اس محل کا وزن ہو گا مگر یہ صحیح نہیں ہے اس قدر کم وزن ایک اونٹ کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ مولف موصوف آگے چل کر کہتے ہیں کہ یہ چوبی میکل اس قدر کو زنی ہوتی تھی کہ اس کے بعد اونٹ پر اور کچھ بوجہ نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمارے ہاں کے اکیس من اور اکیس سیر دونوں کے درمیان کوئی بہاری وزن ہوتا ہو گا۔

محل مصری پر ڈالنے کے دو غلاف رکھ کر تے تھے ایک معمولی سبز یا ناس کا جو دوران سفر میں اور مکہ و مدینہ وغیرہ کے قیام میں اڑا دیا جاتا تھا۔ دوسرا عمدہ سیاہ اٹلس کا جس پر اعلیٰ درجے کے سنہری تاروں سے خوشنما نقش و نگار اور کتبہ کڑے رہتے تھے بعض بعض کتبوں کی زمین سبز و سرخ اٹلس کی بھی ہوا کرتی تھی۔ محل کے نقش و نگار وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے تھے جب کبھی سال دو سال بعد نیا غلاف بنایا جاتا تھا اس وقت نئی تراش و تراش کر دی جاتی تھی۔ بعض اوقات کئی کئی سال تک کتبوں کی عبارت وہی رہی ہے مگر حفظ بدل گیا ہے۔

مولوی عبدالسلام صاحب ندوی تاریخ حرمین میں لکھتے ہیں کہ یہ غلاف میں برس کے بعد بدلا جاتا تھا۔ مگر یہ درست نہیں ہے۔ میرے پاس ۱۳۱۵ھ سے ۱۳۱۸ھ تک کے محلوں کی کئی تصویریں ہیں۔ ان کے نقش و نگار جدا جدا ہیں بعض پر بہت اعلیٰ درجے کے پھول بیل بنائے گئے ہیں بعض پر چلتا ڈکام کر دیا ہے۔ اور اگرچہ کہتے وہی ہیں مگر طرز تحریر بدل گیا ہے۔ بعض غلافوں کے کتبوں کا حفظ خوشنویسی کا عمدہ نمونہ ہے بعض میں خط کے لحاظ سے کوئی خوبی نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ پانچ چھ

برس کے عرصہ ہی میں غلاف محل کئی مرتبہ بدلا گیا تھا۔

میرے پاس کے مختلف سین کے غلاف کی تصویروں میں بالائی حصے پر بسم اللہ کے بعد آیت الکرسی ایک طرف سے شروع ہو کر چوتھی جانب ختم ہوئی ہے بعض غلاف میں اس پٹی کے دو حصے ہو کر بیچ میں کہیں ”اللہ ربی“ اور کہیں ”محمد رسول اللہ“ تحریر ہے۔ ایک طرف پٹی کے اوپر کلمہ کڑا ہوا ہے۔ ایک جانب سلطنت عثمانیہ کا مونوگرام جو دہاں کے روپیے پیسے پر ہوا کرتا تھا کڑا ہوا ہے۔

محل کے ساتھ دو علم بھی رہا کرتے تھے۔ ان پر بھی کچھ آیتیں وغیرہ تحریر ہیں بعض سیاحوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محل کے غلاف پر بیت اللہ کا نقشہ بھی کڑا ہوا جاتا تھا مولوی محمد حسین صاحب مدرس مدرسہ لطیفیہ ویلور جنہوں نے سلاسلہ میں حج کیا تھا اپنے سفر نامے میں لکھتے ہیں۔

”مصری فوج کا علم سرخ اور عثمانی ہلال اس پر مرسوم ہے۔ برٹش حمایت کی علامت ایک طرف

صلیبی شکل بھی ہے مسلمان اس صلیبی شکل کو کمال افسوس سے دیکھتے ہیں۔“

محل کے کناروں پر ریشمی جہاز لٹائی جاتی تھی اور چاندی کے ٹوپن دار پھندے لٹکاتے تھے محل کے چاروں کونوں پر چار اور بیچ میں ایک کلس رہتا تھا۔ محل کی بعض تصویروں میں کلس پر ہلال اور تار بھی نظر آتا ہے بعض میں صرف کلس ہے ہلال نہیں ہے۔ ان کلسوں کو بعض سیاحوں نے چاندی کا لکھا ہے بعض نے سونے کا بعض نے پتیل پر چاندی کا طبع سمجھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلس بھی وقتاً فوقتاً بدلتے رہے ہیں مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے اس غلاف کی لاگت پندرہ سو گنی تحریر کی ہے۔ جس کے کوئی اکیس ہزار روپیے سکے انگریزی ہوئے۔ مگر یہ غلط ہے مملکت مصر کے مختلف سین کے موازنہ جات میں نے دیکھے ان سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ ایک محل کا غلاف خواد کتنا ہی زرین کیونکہ نہ ہوا لیا بہاری نہیں ہو سکتا کہ اس کی لاگت اکیس ہزار روپیے ہو۔ خیال ہو سکتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے غلاف کعبہ کی لاگت کو شاید غلاف محل کی لاگت تصور کر لیا ہو مگر ایسا بھی نہیں ہے غلاف کعبہ کی لاگت تو ساڑھے باسٹھ ہزار روپیے ہوتی تھی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ملازمین و مہراہان محل کی تنخواہوں اور انوس کی رقم جو اس کے قریب قریب ہوتی تھی اس کو مولوی صاحب نے صرف غلاف محل کی قیمت تصور فرمایا۔

سفر حجاز سے واپسی کے بعد محل کا زرین غلاف مصر کے صیغہ مال میں رکھ دیا جاتا تھا اور

اس کا سبب غلاف ہر سال سید محمد یونس السعدی کی قبر پر چڑھا دیتے تھے۔ صاحب رحلت الحجازیہ کا خیال ہے کہ شاید اگلے زمانہ میں محل کی کوئی خدمت ان بزرگ کے سپرد ہوگی۔ اس وجہ سے یہ غلاف ان کی قبر پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ برٹن صاحب لکھتے ہیں کہ غلاف کعبہ مصر میں ایک خاص خاندان کے افراد بنتے ہیں جن کو بنی سعدی اور ان کے گھرانے کو بیت السعدی کہتے ہیں پس کیا عجب ہے کہ حضرت یونس اسی خاندان کے مورث اعلیٰ ہوں۔

## تیسری فصل

محل مصری کے ملازمین و مصارف

### (۱) ملازمین

جس زمانے میں خشکی کے رستے سے محل مصری حجاز جایا کرتا تھا اس وقت مصر کے تمام حاجی محل کے ساتھ ہی روانہ ہوا کرتے تھے اور محل کے ہر ہی ملازمین و فوج ملکر ایک بڑا لشکر ہو جاتا تھا۔ محل کے ملازمین میں بعض لوگ اس زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے بھی نوکر رکھے جاتے تھے۔ چارے زمانے میں قاہرہ سے سوڑ تک ریل جاری ہو گئی ہے۔ سوڑ سے بحری رستے میں بھی بہت سی سہولتیں ہو گئی ہیں۔ اس لئے تمام مصری حاجیوں کا ایک ہی قافلہ نہیں رہا تھا۔ محل الگ الگ روانہ ہونے لگا تھا جس کے ساتھ صرف اس کے ملازمین اور اس کی محافظ فوج رہتی تھی باقی عام حاجی اپنی اپنی آسانی کے لحاظ سے آگے پیچے پہنچ جاتے تھے۔

### (الف) امیر الحاج

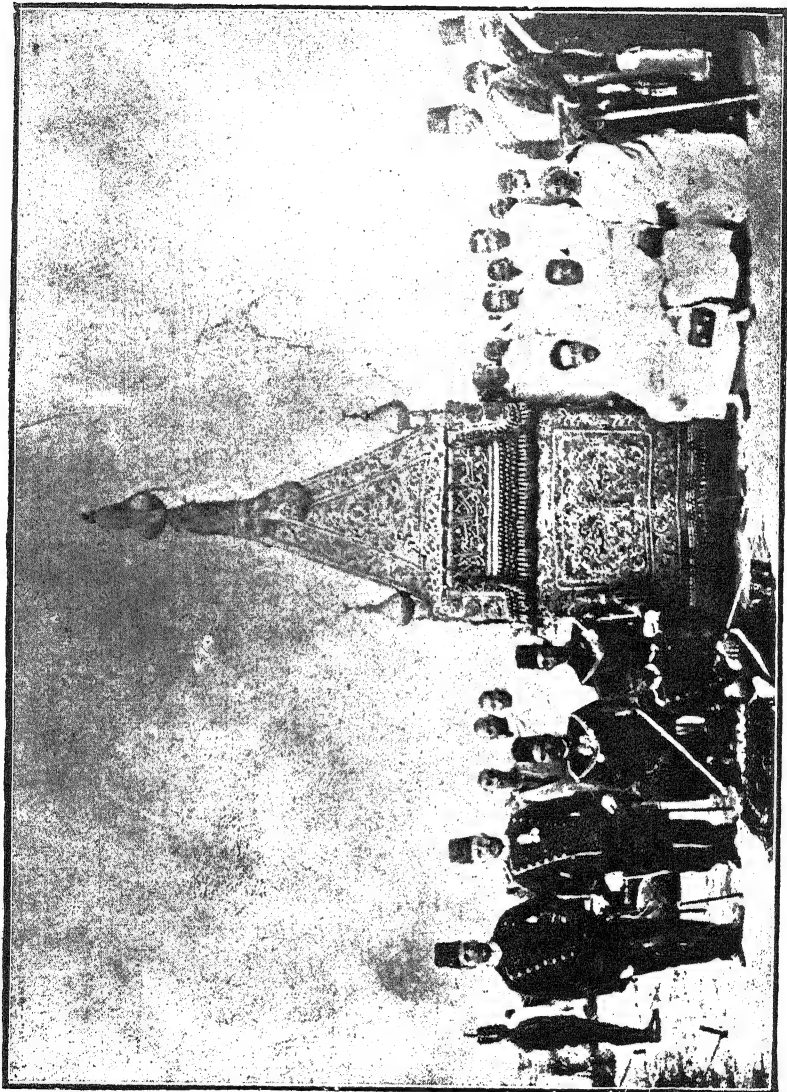
محل کا سب سے بڑا عہدہ دار امیر الحاج ہوتا تھا جس کا درجہ سلطنت کے بڑے چھوٹا

میں شمار ہوتا تھا۔ اس خدمت کے لئے فوجی لوگوں میں سے جنرل کامرہہ رکھنے والا اور رسول کے لوگوں میں میر میران کا درجہ رکھنے والا انتخاب کیا جاتا تھا اور عموماً وہی لوگ منتخب ہوتے تھے جن کو پاشا کا خطاب مل چکا ہوتا تھا۔ معاملات حجاز میں امیر الحجاج کی رائے کو بڑا دخل ہوا کرتا تھا۔ اور اگلے زمانے میں تو دالیان حجاز کا عزل و نصب اسی کی رائے سے عمل میں آتا تھا۔ اس خدمت کی انجام دہی کے بعد اکثر امیر الحجاج کو گورنری پر ترقی دی جاتی تھی۔

### (ب) امین الصرہ

محل کا دوسرا بڑا افسر امین الصرہ یعنی خزانہ دار ہوا کرتا تھا جس کی تحویل میں سفر محل کے اخراجات کی رسوم امراء و شرفاء و ساکنین حرمین کی تنخواہیں عریوں کے معمول اور خیرات مبرات کی رقم رہا کرتی تھی۔ پہلے کوئی دوسرے درجے کا عہدہ دار ہوا کرتا تھا۔ مثلاً ۱۲۱۰ھ میں جہدی بے احمد امین الصرہ تھے۔ سرے پاس ان کی تصویر ہے جس میں تین تھے ان کی عہدہ داری کی دلیل ہے۔ گزشتہ چند سال سے یہ خدمت محکمہ فینانس کا کوئی اہلکار انجام دیتا تھا جنرل ابراہیم رفعت پاشا نے ۱۲۱۸ھ میں پینٹ کمانڈر فوج محل اور ۱۲۲۰ھ و ۱۲۲۵ھ میں بحیثیت امیر الحجاج قافلہ مصری حج کیا تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب مرآۃ الحرمین میں اپنے ہر سفر کے امین الصرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس خدمت پر بھی کوئی بڑا عہدہ دار ہی مامور ہوا کرتا تھا اور اس کا انتخاب طبقہ دوم کے عہدہ داروں میں سے ہوتا تھا جن کا درجہ پاشا سے کم ہوتا تھا۔ صرہ کے معنی ہتھیلی کے ہیں۔ مراد اس خزانہ ہے چونکہ اس خزانے میں حجاز کے مبارک سفر کی رقمیں رہا کرتی تھیں اس وجہ سے ”صرہ“ کو ”صرہ تریفہ“ بھی کہا کرتے تھے۔ اس خزانے کی تحویل قاضی شرعی، امیر الحجاج اور سپہ سالار فوج محل کے سامنے عمل میں آتی تھی اور امیر الحجاج و امین الصرہ و صرف کے دستخطوں سے رسید مرتب ہو کر وزیر مال کو دی جاتی تھی۔ ۱۲۱۸ھ میں اس خزانے کی مقدار (۱۸۸۹۳) گنی یعنی تخمیناً (۲۶۴۵۰۲) روپیہ تھی۔ اور ۱۲۲۱ھ میں کوئی دوا لاکھ میں ہزار روپیے۔ یہ خزانہ بھی محل کے جلوس کے ساتھ ایک خوبصورت صندوق میں لٹکا کرتا تھا۔





مذہب مصری اور اسکے عہدہ دار

## (ج) سپہ سالار فوج محل

محل کی محافظ فوج کے کمانڈر کو قہندان کہا کرتے تھے۔ اس کا تعلق اگرچہ سمری فوج یا قلعہ سے ہوا کرتا تھا اور وہ فوج کا مستقل کرنل یا جنرل ہوتا تھا تاہم سفر حجاز میں وہ بھی محل کا عہدہ دار سمجھا جاتا تھا۔ دو زبان سفر محل میں وہ قہندان کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اس کی ماتحتی میں تینہیا چار سو فوج چلتی تھی جس میں پانچ چھ ہفٹنٹ و سیکنڈ ہفٹنٹ کچھ نیچے درجے کے افسر باقی سوار پیدل توپخانہ باجے والے وغیرہ رہتے تھے۔ امیر الحجاز اور یہ کمانڈر تقریباً مساوی مرتبہ کے عہدہ دار ہوا کرتے تھے مگر اس سفر میں امیر الحجاز کو فوقیت ہوتی تھی اور کمانڈر بھی اسی کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔

## (د) محل کے عام ملازمین

افسران مذکورہ بالا کے علاوہ محل کے ہمراہ ڈاکٹر۔ لیڈی ڈاکٹر۔ کمپونڈر۔ کاتب۔ امام۔ خطیب۔ واعظ۔ مبلغ۔ محلی۔ شترباں۔ فراش۔ سقہ۔ اور مشعلی وغیرہ رہتے تھے۔ زمانہ قدیم میں اہل سنت کے چاروں مذہب کے چار امام بھی رہا کرتے تھے۔ ہمارے زمانے میں صرف حنفی مذہب کا امام ساتھ ہوتا تھا۔

## (ه) محل کی تخفیف شدہ خدمات

پیشتر تھارچی بھی محل کے ملازموں میں تھے۔ اب نہیں رہے۔ ان کے علاوہ بعض اور خدین بھی تھیں جو اس زمانہ میں تخفیف ہو گئی ہیں مثلاً عربوں کو مہٹائی اور لباس تقسیم کرنے کے لئے ایک اہلکار رہا کرتا تھا جسے امین الکساوی و اعلویات کہتے تھے۔ غذائے میسرانے کی صورت میں حاجیوں کو یاٹنے کے لئے محل کے ساتھ لیسکٹوں کا بڑا ذخیرہ بھی رہا کرتا تھا۔ اس خدمت کا انجام دینے والا مامور الذخیرہ کہلاتا تھا۔ ایک شخص محل کے پیچھے پیچھے محل کے اونٹ کی چال دیکھتا ہوا چلتا تھا اسے



امیر مکہ کی تنخواہ وغیرہ دوسری مدات بھی لکھی ہیں۔ اس طرح کل اخراجات ملکر اس رقم تک پہنچ جاتے ہو گئے جو مقرریٰ نے تحریر کی ہے اور جس کی مقدار زمانہ حال کے اخراجات کی رقم سے ڈیوڑھی دگنی تک ہو جاتی ہے۔

چودھویں صدی ہجری کے موازنہ جات مملکت مصر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محل کے اخراجات کے ضمن میں غلاف کعبہ کی تیاری کے مصارف، ملازمین محل کی تنخواہیں، فوج محافظ محل کا الونس، حجاز کے قلعہ نشین عربوں کے معمول، اشرف و امرا و اہل بیان حرمین کی ماہوار سفر حجاز کا خرچ اور مکہ و مدینہ کے لنگر خانوں کی زمین شامل ہوتی تھیں۔ مثلاً ۱۳۰۰ء کے موازنہ کے اعتبار سے ان اخراجات کا گوشوارہ جب ذیل ہے:-

نشان سلسلہ	صراحت مدات	تعداد رقم گنی
(۱)	غلاف کعبہ	" (۴۶۰۰)
(۲)	تنخواہ مہراہ بیان محل	" (۱۲۵۸)
(۳)	الونس فوج محافظ محل	" (۱۲۷۶)
(۴)	لباس برائے عرب قلعہ نشین	" (۹۹۴)
(۵)	تنخواہ اہل اب حجاز	" (۲۳۹۶)
(۶)	تنخواہ اشرف و امرا حرمین	" (۱۴۹۳)
(۷)	تنخواہ اہل بی حرمین	" (۳۲۶۶)
(۸)	تنخواہ قاضی مکہ	" (۴۵۵)
(۹)	مصارف غلہ خیرات حرمین	" (۲۲۵۰۰)
(۱۰)	مصارف کرایہ ریل	" (۷۰۰)
(۱۱)	کرایہ جہاز	" (۳۰۰)
(۱۲)	کرایہ شتر	" (۲۶۸۰)
(۱۳)	تار برقی مرمت خیام	" (۲۲۰)
(۱۴)	متفرق	" (۲۶۵)

میزان محل (۲۲۰۰۳) (۵۵۹۳) " گنی یعنی چھٹا

ساتھ ہی جیہ لاکھ روپیہ کلہ اور حلتہ الحجاز یہ میں ان مصارف کی مقدار سات لاکھ روپیہ لکھی ہے۔  
 ان اعداد سے ظاہر ہے کہ سلطنت مصر غلاف کعبہ و محل کی روانگی میں چھ سات لاکھ روپیہ سالانہ  
 خرچ کیا کرتی تھی۔ یہ لحاظ رہے کہ مصری گنی کا نرخ بھی گھٹنا بڑھتا رہتا ہے۔ اس زمانہ میں مصری  
 گنی کا نرخ (۱۴۴۰ھ) کا دار ہے بم نے (۱۵۰۵ھ) کے حساب سے تخمینہ لگایا ہے۔ گنی کے ساتھ  
 ایک مسی سکے ملیم اور بھی مصر میں رائج ہے جو ہمارے آدھ آنہ کی برابر ہے۔ محل کی فوج کا بٹہ کمانڈر  
 کے ذریعے تقسیم ہوا کرتا تھا اور فوج کی تنخواہ کا خرچ موازنہ فوج میں پڑتا تھا وہ اس میں شامل  
 ہے۔ باقی تمام اخراجات امیر الخراج کے حکم سے ہوتے تھے اور ان کا حساب کتاب امین الصرہ  
 متعلق تھا جس کی ماتحتی میں کاتب و صراف رہا کرتے تھے۔ مذکورہ بالامدات میں سے صرف  
 غلاف کعبہ اور محل کے اخراجات ہمارے مضموع میں داخل ہیں۔ بمصارف غلاف کی تفصیل ہم باب  
 اول میں درج کر چکے ہیں۔ یہاں محل کے ملازمین کی تنخواہ وغیرہ کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

نشان سلسلہ	تفصیلات	گنی	ملیم
(۱)	الونس امیر الحاج بابتہ تین ماہ	(۴۰۰)	.
(۲)	" امین الصرہ	(۲۰۰)	.
(۳)	لباس خطیب مسجد نبوی	(۵)	(۶۵۰)
(۴)	الونس کاتب سامان	(۸)	(۱۴۰)
(۵)	لباس "	(۹)	(۱۸۰)
(۶)	الونس ڈاکٹر	(۲۲)	(۵۰۰)
(۷)	لباس کاتب صرہ	(۲۲)	(۵۰۰)
(۸)	الونس طبیب	(۹)	.
(۹)	" کپوٹڈر	(۸)	.
(۱۰)	" علم بردار محل	(۶)	.
(۱۱)	" حامل علم صغیر	(۲)	(۲۵۰)
(۱۲)	مبلغ عرفات کی سالانہ تنخواہ	(۱۸)	.

(۱۳)	ملازمین مبلغ کی سالانہ تنخواہ	(۹)	.
(۱۴)	ابی القسط کی سالانہ تنخواہ	(۱۵)	.
(۱۵)	شیخ الحبل کی سالانہ تنخواہ	(۱۵)	.
(۱۶)	مشعلیمون کی تنخواہ	(۸)	(۲۵۰)
(۱۷)	سقون کی تنخواہ	(۱۰)	(۵۰۰)
(۱۸)	فرشونجی تنخواہ (۸ نفر)	(۱۸)	.
(۱۹)	بھتہ "	(۸)	.
(۲۰)	تنخواہ محامی سالانہ	(۱۸)	.
(۲۱)	اونٹ کی مکمل پکڑنے والے کا حق	(۱۵)	
(۲۲)	انعام توپچی	(۲)	
(۲۳)	دو شانہ برائے توپچی	(۲)	(۶۳۰)
(۲۴)	الونس سائیس	(۳)	(۱۰۰)
(۲۵)	جلوس کسوتہ کے دن شیخ سنباطی کا حق دعا گوئی	(۴)	
(۲۶)	محل کے اونٹ کی مکمل پکڑنیوالے کی تنخواہ	(۴)	
(۲۷)	" " بہتہ اور شال	(۱)	(۳۶۰)
(۲۸)	" " الونس	(۲)	(۲۵۰)
(۲۹)	قافلے کے پیچھے چلنے والے کا الونس	(۲)	.
(۳۰)	واغظ و امام کا الونس	(۳)	
(۳۱)	امیرالحاج کے مشعلیمون کی تنخواہ	(۹)	(۸۱۵)
(۳۲)	" " سقونجی تنخواہ	(۱۳)	(۹۵۰)
(۳۳)	" " خدمت گاران	(۳)	(۳۷۵)
(۳۴)	" " فرشتان	(۲)	(۶۲۵)

(۱۲۵۸) گنئی (۱۶۱۰) طیم تھینا (۱۸۶۱۲) روپیے۔

مینان کل

## (۳) محل کے اونٹ کا فدیہ

جس اونٹ پر محل رکھا جاتا تھا اُسے شتر مرغ کے پروں سے اچھی طرح سجاتے تھے اسکی جھول بہت بیش قیمت ہوتی تھی جو اس کی گردن اور گھری پر بھی آجاتی تھی اس میں پھنسلے اور جہارین بہر طرقت لٹکتی رہتی تھیں۔ اس کی بکریل بھی ریشمی ہوا کرتی تھی اس کے گھٹنوں پر بھی اس کے خوبصورت مضامے باندھے جاتے تھے۔ اس اونٹ کی مدد کے لئے تین اونٹ اور بھی رہا کرتے تھے جو اس کے ٹھکنے یا بیاہر ہوجانے کی صورت میں کام دیتے تھے جس اونٹ پر محل رکھا جاتا تھا اس سے پھر عمر بھر کوئی اور کام نہیں لیتے تھے۔

محل کے ٹھکنے میں کل میں اونٹ تھے اور قصبہ بولاق باب شیخ سعید کے متصل ان کا شتر خانہ تھا۔ حج کو روانہ ہونے سے قبل سلطنت مصر کی جانب سے ان اونٹوں پر سے ایک اونٹ قربان کیا جاتا تھا جس کی کیفیت یہ تھی کہ جلوس محل نکلنے سے پہلے اس اونٹ پر شیخ اکمل کو بٹھا کر شہر چھوڑ گشت کراتے تھے اور باب شیخ سعید کے پاس پہونچکر اس اونٹ کو ذبح کر دیتے تھے۔ اس کا گوشت چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ایک حصہ محلی کا۔ ایک شتر بان کا۔ ایک شیخ محل کا اور ایک حصہ شیخ بوس کی درگاہ کے مجادروں کا ہوتا تھا۔ یہ گوشت دوسرے کے لئے اور اس کی چربی ہوا سیر کے لئے مفید خیال کی جاتی تھی جس وقت ذبح کرنے کے لئے اونٹ کو زمین پر لٹاتے تھے تو ذبح کرنے سے پہلے ہی چھری چاقوؤں سے لوگ اس کی کھابونی کر ڈالتے تھے اور جو جس کے ماتھے آتا تھا جھپٹ لے جاتا تھا۔ اکثر اوقات اس چھینا جھپٹی میں خون خرابے ہو جاتا کرتے تھے۔ اس لئے خدیو عباس علی پاشا نے اس رسم کو موقوف کر دیا تھا لیکن اونٹ کی قیمت مذکورہ بالا استحقاق کو

دیدیں جایا کرتی تھی۔

# چوتھی فصل

## روانگی محل کا جلوس قاہرہ میں

سلطان ایوبیہ مصر کے زمانے سے محل کے جلوس کا دستور ہمارے زمانے تک چلا آ رہا تھا اور سفر حجاز سے قبل دو مرتبہ محل کا جلوس نکالا جاتا تھا۔ اگلے زمانے میں جب خشکی کے رستے سے مصری حاجی روانہ ہوتے تھے تو پہلا جلوس شوال کے پہلے ہفتے میں اور دوسرا جلوس شوال کے آخر ہفتے میں نکلا کرتا تھا۔ پہلا جلوس اصل میں خلاف کعبہ کا جلوس ہوتا تھا اور محل اس کے ساتھ جلوس کی رونق بڑھانے کے لئے کر دیا جاتا تھا۔ دوسرا جلوس خاص محل کا جلوس کہلاتا تھا۔

### (الف) جلوس محل کی ایجاد

جلوس کی ابتدا سنہ ۷۹۳ھ سے سنہ ۸۳۸ھ تک تین مرتبہ بادشاہ مصر رہا۔ سنہ ۸۳۸ھ میں ملک الظاہر ابو سعید سیف الدین علی حقیقی نے محل کا گشت موقوف کر دیا۔ اہل مصر کو خبر معلوم ہو۔ اس برس تک جلوس بند رہا پھر جب سنہ ۸۵۸ھ میں ملک الاشرف ابوالضر آبیال نے دوبارہ جاری کیا۔ اس کے بعد سلطان قاہد بے نے جس کی حکومت سنہ ۸۸۳ھ سے سنہ ۹۰۱ھ تک رہی پھر موقوف کر دیا۔ مگر اس کے اڑکے ملک الناصر محمد نے سنہ ۹۰۱ھ میں اسے پھر جاری کر دیا چونکہ جلوس محل کے ساتھ بہت سی مضحکہ خیز حرکتیں بھی ہوا کرتی تھیں مثلاً لمبے چوڑے آدمی سحر میں کرتے ہوئے اور درویش اپنی کراوات کا اظہار کرنے کے لئے سانپوں کو کچا چباتے ہوئے نکلا کرتے تھے اس وجہ سے مذکورہ بالا سلاطین



جن میں سلطان قایدے بہت ہی ترشع تھا محل کے جلوس کو ایک خلافت شرع کا تمجید موقوف  
کر دیا تھا۔ اس کے بعد سے ملوک سلاطین اور سلاطین عثمانیہ کے زمانے سے چند سال قبل تک  
ہیشمیرہ جلوس نکلتا رہا۔

## (ب) محل کے ایک قدیم جلوس کا منظر

اس جگہ ہم ولیم لین صاحب کی کتاب موزارن ایجپٹینینز (موجودہ مصری) سے  
۱۷۹۸ء کے جلوس محل کا سامان دکھاتے ہیں۔ یہ زمانہ سلطان محمود خاں ثانی کا تھا جو ۱۷۹۸ء  
سے ۱۸۵۵ء تک سلطان مصر رہا۔

شوال کے آخری ہفتے میں اگرچہ کوئی خاص تاریخ مقرر نہیں ہے لیکن موما ۱۲ تا ۱۳  
کو بڑے بڑے عہدہ دار اور مایوں کے قافلے کے ساتھ جانے والی فوج قلعہ قاہرہ سے  
شہر میں ہو کر محل کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے گزرتی ہے۔ اس جلوس کا نام محل کا جلوس ہے  
مختلف لوگ جو اس جلوس کے ساتھ رہتے ہیں ان میں سے اکثر مصری قافلے کے ہمراہ کے جانے  
کے لئے قلعہ کے نیچے میدان میں جمع ہو جاتے ہیں اور وہاں مقدورہ نسل بندی اور ترتیب کے  
ساتھ قافلے میں اپنی اپنی جگہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اب اس جلوس کی کیفیت ملاحظہ ہو جن جن  
سرکوں پر ہو کر یہ جلوس نکلا وہ تاشائون سے بھر گئی تھیں۔ دکانیں سب بند تھیں۔ ہر گز  
آدمی و کانون کے چہرے نہ دیکھے جاتے اور بہت سے نیچے کھڑے تھے۔ اس خاص سر  
پر جہاں سے محل باب النصر کو جانے والا تھا ایک دکان پر ایسی جگہ مائل کر لی۔ نو بجے صبح کے  
جلوس نکلا شروع ہوا سب سے پہلے ایک توپ نکلی راستے میں اسے داغ کر قافلے کے کوچ و  
مقام کی اطلاع دیتے ہیں اس کے بعد ترکی بیقاہ فوج کے پانسو جوان نکلتے ان کی وردی  
بہت خراب تھی اور قیلا سے معلوم ہو رہے تھے آدھ گھنٹے بعد چند ساندی سوار آئے۔  
ہر اونٹ پر نقارے کی جوڑی بندی تھی اور سوار اسے بجا رہے تھے بعض اونٹوں  
پر اونچی اونچی گدیاں بھی بندی تھیں مگر ان پر کوئی بیٹھتا تھا۔ یہ اونٹ مندی سے  
رنگے ہوئے تھے اور بعض کے زینوں پر کچھور کی ہری ہری شامیں جھنڈیوں کی طرح



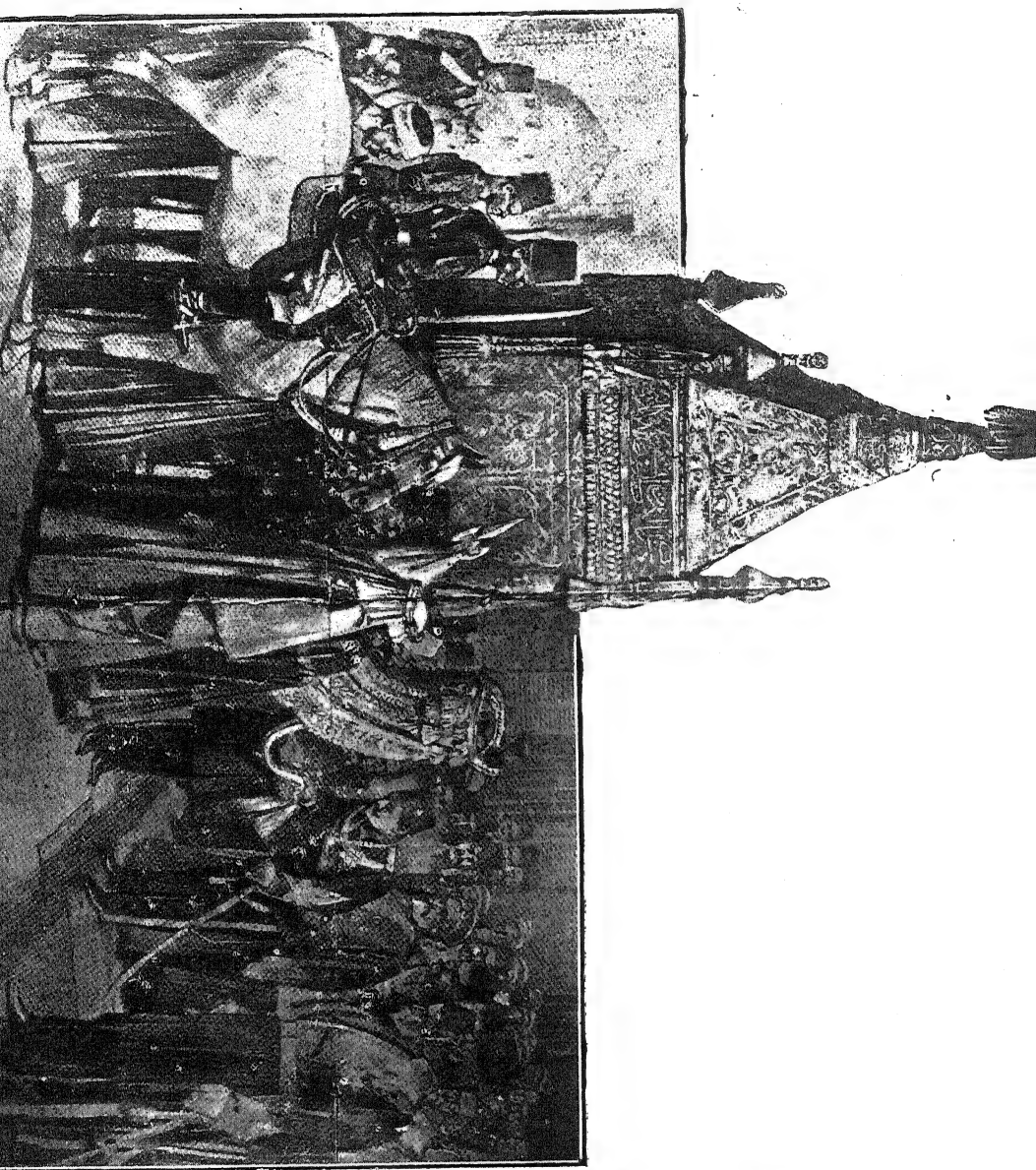
سوار آئے پھر مختلف طریقے کے درویشوں کے کئی گروہ ہاتھوں میں تہ بندے لئے کھلے۔ قادریر طریق کے درویش اپنے ہاتھوں میں بال بھی لئے ہوئے تھے اور ان کے پاس لمبی لمبی کچور کی شاخیں گویا پتلی پکڑنے کی چھڑیاں تھیں۔ ہر گروہ کے آگے آگے نقارے اور دوسری قسم کے باجے بجتے دیا تے تھے۔ ان کے بعد مختلف پیشہ ور لوگ آئے۔ ہر طبقے کا شیخ ان کے ساتھ تھا۔ چھ کچھ اونٹ اور نکلے پھر محل آیا۔ اب چاروں طرف سے تماشائی محل کی طرف جھپٹے۔ آدمی پر آدمی ٹوٹا پڑتا تھا۔ ہر شخص دھکا پیلی کر کے یہ یہ بٹھاتا تھا کہ محل کو اپنے ہاتھوں سے پہنچا کر جو کچھ ملے بہت ہی خوبون نے جو جلیلی دار کھڑکیوں میں بیٹھیں تھیں محل سے چھو ہانہ کے لئے اپنی شاخیں برتنے اور دوپٹے کھڑکیوں میں سے لٹکا دئے تھے۔ محل کے پیچھے وہ نصف برہنہ شیخ جس کا ذکر ملبوس غلاف نے ضمن میں کیا جا چکا ہے ایک لائٹ پر بیٹھا سر ہلارہا تھا۔

## (ج) زمانہ حال کا جلوس محل

زمانہ قدیم میں جلوس محل کی تاریخ سوال کے آخر میں مقرر کی جاتی تھی لیکن ہمارے زمانے میں چونکہ قاہرہ سے سوئٹزنگ ریل بن گئی ہے اس وجہ سے عموماً وسط ذیقعدہ میں یہ جلوس نکلتے لگتا تھا۔ اس جلوس میں بھی وہی مراسم ادا کئے جاتے تھے جو غلاف کعبہ کے جلوس میں ادا ہوتے تھے۔ جبر کی تفصیل پیشہ نگار لکھی جا چکی ہے۔ اس جلسہ کی سبب محل کو کاغذات تیاراری غلاف کعبہ (مصنع المسوۃ) واقع محلہ خرنفش سے میدان صلاح الدین میں لے جاتے تھے مگر سابقہ رتے سے نہیں بلکہ سوق السلاح پر کر جاتے تھے۔ یہاں میں جلسہ ہوتا تھا۔ مہتمم کا رٹانہ محل کے اونٹ کی نکیل امیر الحجاج کے سپرد کرتے تھے اور یہاں سے یہ مجمع مع اہالیان پولیس و فوج و مشائخین عباسیہ اٹیشن تک جاتا تھا۔ یہاں قافلہ محل کے لئے خیمہ نصب کئے جاتے تھے اس میں قافلہ اتر کر قیام کرتا تھا محل وسط صحن میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ لوگ یہاں اس کی زیارت کرتے تھے۔

## (د) ۱۳۵۱ھ میں جلوس محل کا نظارہ

اس خیال سے کہ جلوس کے بعض مہری عہدہ داروں کے مراتب و نام ناظرین کو معلوم



مکہمل کی رواندگی کا جلوس قاہرہ میں

ہو سکیں ۱۳۱۵ء کے جلوس محل کی کیفیت ہم اُس زمانے کے بعض اخبارات و رسائل سے ترجمہ کر کے بیان لکھتے ہیں۔

۲۲ شوال ۱۳۱۵ء روز و شبہ کو محل کی روانگی ہوئی چند روز پہلے سرکاری طور پر اس کا اعلان کر دیا گیا تھا اور ضروری انتظامات کے لئے احکام جاری کر دئے گئے تھے۔ تمام سرکاری دفاتر مدارس میں تعطیل تھی، معززین، عہدہ دار اور علماء و روسا وغیرہ کی ماضی کے لئے ٹکٹ بھیج دیئے گئے تھے۔ صبح سے شہر کے تمام لوگ میدان محمد علی کے اطراف جہاں سے محل روانہ ہوتا ہے جمع ہونے لگے۔ دعوتی اشخاص یونیفارم پہنے اور تھے گائے آنے لگے۔ دس بجے سے پہلے تقدس تاب قاضی اکبر اور نیر ہائیٹس احمد نثار پاشا کی سفیر آئے۔ دس بجے کے بعد نیر ہائیٹس خدیو عباس علی پاشا نفل ڈیس میں پورے جلوس کے ساتھ چوکر ٹیٹھس، رونقی افروز ہوئے۔ انکے ساتھ گلی میں وزیر تعمیرات عامہ وزیر مال اور وزیر خارجہ بھی تھے۔ آپ کی رونق افروزی پر توپیں سر ہوئیں اور مینڈ نے خدیو کی گریٹ بجانا شروع کیا۔ گارڈ آف آئرن نے سلامی اتاری۔

پھر مال میں تشریف لائے۔ آپ کی سیدھی طرف قاضی اکبر اور دوسرے علماء و مشائخ نئی نشست تھی۔ اور بائیں جانب احمد مختار پاشا اور دوسرے وزراء تھے کچھ دیر بعد محل کا جلوس نکلا۔ توپیں سر ہوئے لیکن اور مینڈ بچے لگلا۔ اونٹ جس پر محل تھا محمد علی پاشا کے محل کے گرد تین مرتبہ گشت کرنے کے بعد ٹھہر گیا گشت کرنے کی غرض یہ تھی کہ حاضرین اسے اچھی طرح دیکھ لیں۔ مذکورہ محل کے اونٹ کے پاس گئے اور اس کی چہار کو پوسہ دیا۔ پھر علماء کے کبار و وزراء نے اس کو پوسہ دیا۔ پھر خدیو نے اس کو باقر پاشا کے چوالے کیا۔ جو اس سال امیر الحج مقرر ہوئے تھے جب اونٹ آگے بڑھا تو مددگار ناظم کو توالی نے روپیے بچھا کر لئے جو فقرائے لوٹ لئے۔ اس کے بعد مقام امیر المہم کا خلاف اور دوسری چیزیں آگے بڑھیں۔ پھر عبداللہ فاہن بک جن کے ذمہ غلات کعبہ کی تیاری کا کام ہے۔ حرم کی زرین تھیلی جس میں خانہ کعبہ کی کنجی رکھی جاتی ہے لیکر آئے۔ خدیو نے اس کو پوسہ دیا۔ ایک بزرگ عالم نے فضائل حج کا خطبہ پڑھا اور سلامتی دولت کی دعا مانگی۔ ان تبرکات کی روانگی کے بعد ایک رسالہ کا مینڈ۔ ایک رسالہ۔ ایک توپ خانہ اور چند پلٹون کا جلوس آگے بڑھا۔ خانہ پر خدیو برہما سم مذکورہ واپس ہوئے۔ اور اس کے بعد دوسرے لوگ بھی رخصت ہو گئے۔

# پانچویں فصل

## محفل کا سفر

### (الف) قاہرہ سے سوئٹز نکلت

چونکہ قاہرہ سے خلافت کعبہ اور محفل مصری کی روانگی ایک ساتھ ہوا کرتی تھی اس لئے باب آٹھ کی نوین فصل میں جو ہم نے خلافت کعبہ کے سفر کی کیفیت تحریر کی ہے وہ سفر محفل سے بھی متعلق ہو سکتی ہے البتہ بعض باتیں جو وہاں قلم انداز کر دی گئی تھیں مجھایاں لکھی جاتی ہیں۔

زمانہ قدیم میں محفل قاہرہ سے جلکیرا براہ خشکی سوئٹز پہنچا کرتا تھا چودہویں صدی ہجری کے اوائل تک اونٹوں پر ہی یہ رستہ طے ہوتا رہا۔ اس کے بعد جب سے قاہرہ و سوئٹز کے درمیان ریل تیار ہو گئی تو محفل ریل میں آنے لگا چونکہ محفل و ہمسایان محفل و خلافت کعبہ کے متعدد مصنف و قافلہ کار سامان و اسباب کافی مقدار میں ہوا کرتا تھا اس وجہ سے ایک اسپیشل ٹرین ان کے لئے مقرر کی جاتی تھی۔ ۱۳۱۵ھ میں جس اسپیشل ٹرین کے ذریعہ سے محفل نے یہ سفر طے کیا تھا اس میں (۵۳) ڈبے لگائے گئے تھے جن میں سے (۸) بند گاڑیاں (۳) کھلی ہوئی اور (۵) سایہ دار سامان کے لئے تھیں۔ (۹) گاڑیوں میں اونٹ، گھوڑے وغیرہ تھے۔ باقی درجہ اول کے (۲) درجہ دوم کے (۲) اور درجہ سوم کے (۸) ڈبے تھے۔ عہدہ داران محفل اور فوج محافظ محفل سب کی تعداد چار سو پانسو تھی۔

روانگی سے قبل رات کو سامان ریل پر چڑھا دیا گیا تھا اور ہر شخص کی جگہ مقرر کی گئی تھی۔ عہدہ سیرایشین واقع قاہرہ سے گاڑی روانہ ہو کر چھ سات گھنٹے میں سوئٹز پہنچتی تھی۔ راستے میں سات، آٹھ، نین، پڑتے تھے جن کے نام خلافت کعبہ کے سفر کے ضمن میں بیان کئے جا چکے

ہیں۔ سر اسٹیشن پر وہاں کے رہنے والے۔ مشائخ طریقت طلبہ۔ لڑکے۔ لڑکیاں۔ عورت۔ مرد و محل کی زیارت کے انتظار میں پہلے سے کھڑے رہ کر تے تھے۔ محل کے سونے پہونچنے پر قلعہ سونے سے (۲۱) توپوں کی سلامتی کی جھوڑی جاتی تھیں۔ باجا خدیو کی سلامتی کا راگ گاتا تھا۔ حاضرین خوشی کا غفرہ لگاتے تھے۔ فوج مقیم سونے کے عہدہ دار امیر مارچ اور امین صرہ کو مبارک باد دیتے تھے۔ محل منعقد ہوتی تھی۔ محل بڑے جلوں کے ساتھ شہر میں گشت کرتا تھا۔ جلسہ برخواست ہونے پر (۲۱) ضرب توپ کی سلامتی دی جاتی تھی اس کے بعد محل جہاز پر جدے کی جانب روانہ ہو جاتا تھا۔

### (ب) جدے میں محل کا ورود۔

سونے سے چار پانچ دن میں جہاز جدے پہونچ جاتا تھا۔ یہاں بھی محل کی تعلیم میں (۲۱) توپوں کی سلامتی اتاری جاتی تھی۔ بینڈ باجا تین مرتبہ سلطان ٹرکی کی سلامتی کا گیت گاتا تھا اور دعا کی جاتی۔ پھر خدیو کی سلامتی کا گیت بجایا جاتا تھا اور دعا کی جاتی تھی۔ چار دن جدے میں قیام رہتا تھا شہر میں محل کا جلوس نکالا جاتا تھا جس کے ساتھ تمام سلطانی فوج مقیم جدہ نکلا کرتی تھی۔ محل کی آمد پر جدے میں بڑی دھوم سے جشن منایا جاتا تھا۔ دعائے دولت پر جلسہ ختم ہوتا تھا۔ اور رخصت کیے وقت جدے کے قلعہ سے سلامتی کی (۲۱) توپیں بھرتی تھیں۔

### (ج) محل مصری کے میں۔

کے میں محل و علاقہ کعبہ عموماً آخر ذیقعدہ یا یکم ذیحجہ تک داخل ہو جاتا تھا سلطان عبدالحمید ظاہر کے تعمیر کردہ مسافر خانے کے پاس مہلوت محل کے ہمراہیوں کا استقبال کیا کرتے تھے۔ مقام مقربہ کے پاس شریف دوالی مکہ کے نائب اُن سے ملاقات کرتے تھے۔ محل کے ورود کے وقت کے میں بڑی خوش منانی جاتی تھی اور اس کے پہونچنے میں رونی اور گھما گھی بہت بڑھ جاتی تھی۔ تمام باشندگان مکہ اور حاجی اس کے دیکھنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ سلطانی فوج مقیم مکہ نہایت ادب کے ساتھ اس کی سلامتی (تاکر) اپنے ہمراہ اس کو شہر کے اندر لے جاتی تھی۔ امیر الحاج کی تعلیم میں (۲۱) توپوں کی سلامتی جاتی تھی۔

لے سالہ میں اس فوج کی تعداد چار سو باقاعدہ اور دوسو بیقاعدہ تھی۔

مصری وتر کی سوار اور پیدل فوج اس کے جلو میں چلتی تھی اور جینڈوالے و کلس آواز میں سلطانی ترانہ بجاتے ہوئے محل کو میت اللہ تک پہنچاتے تھے یہاں سے فوج بارکوں کی پٹی جاتی تھی اور محل کا زرین غلاف اتار کر اس کا معمولی غلاف اڑھا دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد محل کو حرم میں رکھ دیتے تھے۔ ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر نے اپنے سفر نامہ رفیق الحجاج میں اس بلوں کا سامان ان الفاظ میں دکھایا ہے۔

محل مصری کی سیج و بیج بڑی ہوتی تھی سب سے اول نائی وردی میں۔ یہی نویں افسر تھے جن کے ساتھ ہر منہ تلوار و ان کے جوان تھے۔ بعد انچ کا توپ خانہ۔ اس کے بعد ایک مہینہ نصیب پل ہوا تھا۔ اس کے دونوں جانب ایک بٹالین کے نو جوان سپاہی مارٹن ہنری سے تلخ نائی وردی میں برابر قدم اٹھا رہے تھے۔ مصری فوج کی وردی مضبوط چھت اور صاف تھی۔ ان کے ہتھیار پر تلہ کرج بوٹ سب درست تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یورپین افواج سے ہیں صرف ترکی ٹوپی کا فرق تھا۔ بعد ازاں ایک اونٹ پر سطل اور زرین کپڑے سے مستور تل نکلا۔ جس کے پیچھے ایک اونٹ پر ایک مصری بزرگ سلطانی خدیو جینڈا سنبھالے تھا۔ محل کے آگے باجانب رہا تھا۔ اس وقت کا منظر و کیفیت دل خوش کن اور رقت نغز تھی۔ شہر میں محل کے داخل ہوتے ہی ہر طرف سے اللہ اکبر، سبحان اللہ اور دعا یہ کلمات کی زور سے پکار ہوئی۔ شریف کے مکان کے سامنے فوج نے محل کی سلامی اتاری۔ بار بار ہینڈار ہا مخلوق حور۔ مرد۔ بچے۔ بڑے دونوں طرف موجود تھے۔ سینکڑوں پردہ نشین عورتیں ہر قہقوش کھڑی تھیں۔ عجیب رونق سے محل گذر رہا تھا۔ باب المہین کے سامنے محل بڑی کدھر سے اتارا گیا اور اس کا زرین لباس اتار کر خالی محل حرم شریف میں رکھ دیا گیا۔

محل کی ہر اسی فوج محمد بدرول کے پاس میدان شیخ محمود میں ڈیرے ڈالتی تھی اس کے بعد ایک جگہ میں علما و اعیان مکہ کی شہادت لیکر غلاف کعبہ کلید بردار کعبہ کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ آٹھویں نوں ذی الحجہ کی شام تک ان کے مکان میں رکھا رہتا تھا۔ پھر کعبے پر ڈال دیا جاتا تھا جس کی تفصیل پیشتر کی جا چکی ہے۔

مصر سے روانگی کے بعد سے محل و غلاف مکہ پہنچنے تک دونوں لازم و ملزوم رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد محل کے مصر واپس ہونے تک غلاف کعبہ کا محل سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا تھا۔ جب تک



اہل مصر کے میں مقیم رہتے تھے محل کو باب النبی اور باب السلام کے درمیان حرم کے دالان میں رکھ دیا کرتے تھے۔ عوام یہاں اس کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جس وقت سرکاری طور پر اس کا جلوس نکلتا تھا یا جب اس کو منے و عرفات لے جاتے تھے اس وقت یہاں سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

## (۵) منیٰ اور عرفات میں محل۔

آٹھویں ذیحجہ کو جب حاجی کے سے عرفات کی طرف روانہ ہوتے تھے تو محل بھی تزک و اعتشام کے ساتھ روانہ ہوتا تھا اور ۹ ذیحجہ کو عرفات میں اور ۱۰ اور ۱۱ اور ۱۲ ذیحجہ کو منیٰ میں اپنی مقررہ جگہ پر منع۔ اپنی ہر اہی فوج کے خیمے ڈالتا تھا۔ میدان عرفات میں محل مصری کی جگہ وادی کے وسط میں تھی۔ نوین ذیحجہ کو قبل مغرب خطبہ عرفات ختم ہونے کے بعد ایک بہاگر بیعتی ہے اور ہر شخص قدم اٹھائے مزدلفہ کا رخ کرتا ہے۔ اس وقت محل مصری و محل شامی بھی اپنی فوجی ترتیب کے ساتھ روانہ ہو کرتے تھے۔ اور مزدلفہ میں رات گزار کر دسویں کی صبح کو منیٰ پہنچ جاتے تھے۔ اگلے روز بلانے میں ان محلوں کی جائے قیام اور ان کے آگے پیچھے رہنے پر بعض اوقات بڑے خون خرابے ہو جاتے تھے جن کا اثر قوی ہوتا تھا وہ اپنے محل کو آگے رکھ کر روانہ ہوتے تھے۔ آگے والا محل میری سمجھا جاتا تھا اور پیچھے والا پھسڈی۔ برکھارٹ جو سال ۱۸۱۲ء میں شریک حج ہوا تھا کہتا ہے۔

”محل محمد علی پاشا یہاں موجود ہے۔ اس لئے محل شامی دے دلی جی بنے ہوئے ہیں اور محل مصری

کے مقابلے پر نہیں آ رہے ہیں۔“

منیٰ مزدلفہ و عرفات میں دونوں محل ایک دوسرے کو ہر نماز کے وقت اکیس اکیس توپوں کی سلامی دیا کرتے تھے۔ اس طرح پانچون وقت کی نماز میں (۲۱۰) توپیں ہلتی تھیں۔ اس کے علاوہ مسبب شریف مکہ کی سواری نکلتی تھی یا کوئی افسر فوجی آتا تھا تو اس کے مرتبے کے لحاظ سے محل کی ہر اہی فوج علیحدہ توپیں چلاتی تھی۔ ایک صاحب کا جو اس زمانہ میں شریک حج ہوئے تھے بیان ہے کہ۔

صبح سے شام تک توپیں ہلتی ہی رہتی ہیں۔

منیٰ مزدلفہ مکہ مکملہ سے رات کو س دسویں نوین ذیحجہ کو رات یہاں گزارتے ہیں۔ صبح یہاں سے روانہ ہو کر منیٰ پہنچ جاتے ہیں۔

## (۴) مکے میں روانگی محل کا جلسہ

مکہ منظر سے مدینہ منورہ روانہ ہونے سے قبل سرکاری طور پر مکے میں ایک جلسہ ہوا کرتا تھا۔ محل کی فوج اور اس کے ہر اہی عہدہ دار ایک جلوس کی شکل میں اپنے قیام گاہ میدان شیعہ محمود سے مسجد الحرام کی طرف جاتے تھے۔ بیت اللہ کے قریب پہنچ کر باب علی کے سامنے محل کا معمولی خلاف اتار کر اس پر زین خلاف ڈال دیا جاتا تھا۔ یہاں امیر محل شامی بھی موجود رہتا تھا۔ اولاً وہ اپنے محل کے اونٹ کی ٹیل والی مکہ کو دیتا۔ والی مکہ محل کے ساتھ پانچ مرتبہ گشت لگا کر اونٹ کی ٹیل امیر شامی کے حوالے کر دیتا اس کے بعد سلطان کی سلاستی کی دعا مانگی جاتی۔ بینڈ قومی ترانہ گاتا اور حاضرین تین مرتبہ نعرہ لے مسرت بلند کرتے۔ اس کے بعد امیر محل مصری اپنے اونٹ کی جہار والی مکہ کو دیتا تھا وہ نسل سابق پانچ چکر لگا کر امیر محل مصری کو اونٹ کی ٹیل واپس کر دیتا تھا۔ بابا سلاستی کا گیت گاتا اور ایک بزرگ جسے شیخ سناٹلی کہتے تھے خدیو مصر و شریف مکہ کے لئے دعا یہ خطبہ پڑھتا اور محفل برخواست ہو کر دونوں محل اپنے قیام گاہوں کو واپس ہو جاتے تھے۔

## (۵) مکے سے مدینہ

عموماً آخر ذی الحجہ تک محل مصری مکے سے مدینہ منورہ روانہ ہو جاتا تھا۔ مکے سے مدینہ کو مسیبل چار رستے جاتے ہیں۔ موٹریں مکے سے سیدہی مدینہ نہیں جاتیں بلکہ مکے سے جدے آکر چند گھنٹے میں رابع پہنچ جاتی ہیں اور یہاں سے بعض منزلوں کو چھوڑتی موٹی طریق سلطانی یا کسی اور رستے سے مدینہ داخل ہوتی ہیں۔

(۲) طریق سلطانی

(۱) طریق غابر

(۴) طریق شرقی

(۳) طریق فرعی

طریق غابر ایک سنگ درہ میں ہو کر ایک بلند چٹان پر سے گذرتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ پاس کا رستہ ہے مگر عموماً قافلے اس رستے سے نہیں جاتے۔ اوپر سے جانا بڑے مضبوط آدمیوں کا کام ہے۔

لہ غابر ہلاک ہونے والا۔ آنے والے والا۔

چٹاں پر سے ایک ایک اونٹ گزرتا ہے۔ اس کے نیچے اس غنم کا خار ہے کہ اگر کوئی گر پڑے تو تحت الشترے کو پہنچ جائے۔ عموماً اہل مدینہ تنگی وقت میں شترکت حج کے لئے ادھر ہی سے جاتے ہیں۔ چار پانچ دن میں یہ رستہ طے ہو جاتا ہے۔ ادھر سے محل مصری کبھی مدینہ نہیں گیا۔ راہ میں مہولی ترلین بھی ہیں۔

اب رہے باقی تین رستے۔ ان میں طریق سلطانی بہت اچھا سمجھا جاتا ہے۔ زمانہ سابق میں دوسرے رستوں کے مقابلے میں اس طرف لوٹ مار بھی بہت کم ہوا کرتی تھی۔ سرکاری عہدہ دار اور فوج عموماً اسی رستے سے جاتی آتی تھی۔ سلطان ٹرکی نے اس رستے کو درست کرایا تھا اس وجہ سے اس کو طریق سلطانی یا درب سلطانی کہتے ہیں۔ محل مصری کبھی اس رستے سے اور کبھی کسی دوسری راہ سے مدینہ جاتا تھا طریق سلطانی کی ترلینیں حرب ذیل ہیں:-

(۱) وادی فاطمہ خربوزے۔ تربوز۔ نیبو۔ غلہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔ یہاں پانی بہ کثرت ہے۔ ایک چشمہ گنگنے پانی کا بھی یہاں پہاڑ سے نکلتا ہے۔ وادی فاطمہ کی مہندی بھی مشہور ہے بعض لوگ اس وادی کو سیدہ فاطمہ زہرا یا حضرت علیؑ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے نام سے منسوب سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ یہ کوئی اور فاطمہ تھیں جن کے نام سے یہ مقام موسوم ہے۔

یہاں پانی عہدہ ہے۔ ایک گہرائیوں ہے جیسے بیر عسفاں کہتے ہیں۔ رستے میں (۲) عسفاں گھاٹیاں بھی بہت ہیں جہاں ایک ایک اونٹ گزرتا ہے۔ اس منزل پر ضروری سامان مل جاتا ہے۔

کئی گاؤں کے مجموعے کا نام غلیص ہے۔ یہاں کے سب سے بڑے بازار کو ”سوق“ (۳) غلیص کہتے ہیں۔ یہ منزل ایک کپلے میدان میں واقع ہے۔ اس کے آس پاس کچھ باغ ہیں یہاں ترکاریاں اور سامان خور و نوش سب ملتا ہے۔

(۴) رابغ ہوتا ہے۔ رابغ میں ایک قلعہ بھی ہے جس میں تھوڑی سی فوج رہتی ہے۔ یہاں کا چائے خانہ بہت بڑا ہے جس میں بہ کثرت چار پانچیاں بڑی ہوئی ہیں گوشت۔ چھلی۔ ترکاریاں۔

بعض بیوسے اور شہر بہت وغیرہ چیزیں ملتی ہیں۔ رابع میں دن کو گرمی اور رات کو سردی پڑتی ہے  
 جون کے مہینے میں مدینہ جاتے وقت یہاں رات کو مجھے بڑا موٹا مکمل اوڑھنا پڑا تھا۔ اُس وقت مجھے  
 اپنا وہ شعر یاد آ رہا تھا۔

پاروں طرف ہے جنگل چھایا ہوا ہے بادل  
 اوڑھ پڑا ہے کل کے کا آکٹ مسافر

(۵) مستورہ گلی اور بعض دوسری ضروریات یہاں مل جاتی ہیں جس وقت ہماری موٹر یہاں پہنچی  
 تھی ایک عرب لڑکا میٹرو فرسٹ کے لئے لایا تھا گرمی کے دنوں میں یہ بڑی نعمت تھی۔ ایک ایک آنے  
 میں ایک ایک نیبو خرید کر چارے ساتھیوں نے شربت بنایا۔ مجھے کھانسی تھی۔ میں خرید نہ سکا  
 مگر اس بچے کو میں نے ایک چونی دی۔ وہ چار نیبو اٹھا کر مجھے دینے لگا۔ میں نے نیبو واپس کر دیے  
 اور اس سے کہا یہ بخش ہے۔ وہ خوش ہو کر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کو خوش رکھے۔

(۶) میرا شیخ اس منزل میں ایک بڑا کنواں ہے۔ تھوڑی جھوپڑیاں بدویوں کی ہیں۔ خور و  
 نوش کی بعض چیزیں مل جاتی ہیں۔ یہاں فاختہ بہ کثرت ہیں۔ مدینہ جاتے وقت  
 ہم نے ان کی کئی لکڑیاں یہاں دیکھی تھیں۔

(۷) میرا حسانی یہ بھی بڑی منزل ہے۔ سامان خور و نوش مل جاتا ہے۔ ہم نے مدینہ سے واپسی  
 اول اس نے آواز لگائی قرآن مجید! قرآن مجید! پھر کہنے لگا رطب الجدید! رطب الجدید! اس کے  
 بعد ہم کو متوجہ کر کے منہ شکے کہنے لگا کھجور الجدید! کھجور الجدید! یہ کھجوریں بڑے مزے کی تھیں۔ میں  
 ضرورت زائد کہا یا گیا جس کی وجہ سے مجھے صفر ہو گیا۔ یہاں چارے ساتھیوں نے مین کے ایک  
 کتھر میں کچھڑی پکائی تھی۔ پکانا آتا نہ تھا مین کا برتن۔ چانول انا پ شناپ۔ آٹھ زیادہ لگ  
 گئی اور بالشت بالشت پھر نیچے کا حصہ مل گیا اس ریگستان میں وہ بھی غنیمت تھی۔ زمانہ حج میں ہینہ  
 مجھے اس کی یاد آ جایا کرتی ہے۔ اور میں کہا کرتا ہوں۔

سہ میری نظم "کے کا اک سا" ہے اس کا اک شہر ہے۔

مزرہ کچھڑی بیرحصانی بہ موسم حج یا دومی آید

(۸) الھمرا ترکاریاں۔ نیو۔ نازنگی۔ کھیرسے تر بوز وغیرہ یہاں کی پیداوار ہیں۔ ہندی بھی اچھی ہوتی ہے۔

(۹) جدیدہ۔ اسے وادی خیف بھی کہتے ہیں۔ یہاں کا پانی شیریں ہے مصر کے مشہور عاشق رسولؐ نے وقت گونہ حضرت عبدالرحیم برعی کا یہاں فرار ہے۔ ان کے نصیحتہ قہید سے غیب میں بہت مشہور ہیں۔

(۱۰) بیرعباس۔ یہاں ایک بڑا کنواں ہے۔ پانی بہ کثرت ہے۔ ایک ٹوٹا چھوٹا قلعہ بھی ہے۔ ضروریات مل جاتی ہیں۔

(۱۱) بیردرویش۔ معمولی منزل ہے۔ پانی اچھا ہے۔ چائے خانہ ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں مل جاتی ہیں۔ گرمی کے موسم میں تر بوز بھی آجاتے ہیں کسی زمانے میں یہاں چور ڈاکوؤں کا بڑا خوف رہتا تھا۔ اب اکیلا مسافر چار تا لاکر سو سکتا ہے۔

(۱۲) آبار علی۔ اس منزل کو بیر علی بھی کہتے ہیں۔ بیر کی جمع آبار ہے۔ یہاں کئی کنوے میٹھے پانی کے ہیں۔ ترکاریاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔ مدینہ یہاں سے تین منزل رہ جاتا ہے اور روضہ منورہ کا سبز گنبد نظر آنے لگتا ہے۔ شیئہ نگاہ جال محمدی یہاں اونٹوں پر سے اتر پڑتے ہیں۔ یہی وہ منزل ہے جس کی نسبت اس فقیر نے کہا ہے۔

اب یہ وقت آیا کہ اونٹوں پر ہوا رہنا حرام  
عاجیو اترو کہ روضہ بلوہ گر ہوئے لگا

(۱۳) مدینہ منورہ

## طریق فرعی

فرع کے معنی شاخ کے ہیں چونکہ رابع سے یہہ راستہ شروع ہوتا ہے۔ اس وجہ سے

اسے یہ فقرہ اور نگ زیب عالمگیر کے ایک رقعے کا ہے جو اُس نے اپنے لڑکے کو لکھا ہے جس میں وہ فرماتا ہے۔

فرزند سعادت توام۔ مزرہ کچھڑی بریانی شہنازستان یاد مجھ آید

طریق فرعی اس کا نام ہو گیا۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شتر بان اپنی سہولت کے خیال سے اور اپنے یا اپنے رشتہ داروں کے گاؤں میں ہو کر چلنے کی غرض سے بعض وقت مختلف منزلوں سے کتر کر کوئی نیا رستہ بھی اختیار کر لیتے ہیں اور وہ ایک منزل چلنے کے بعد پھر بڑی سڑک پر آ جاتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں نئی نئی منزلیں رستے میں پڑ جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سیاحوں کے سفر ناموں میں ان رستوں کی بعض منزلوں کے نام مختلف ہیں لیکن عام منزلیں جو اس رستے میں پڑتی ہیں ان کے نام ذیل میں درج ہیں۔

(۱) رابع سے وادی مرشان۔ تنگ گھاٹی ہے۔ ایک ایک اونٹ گزرتا ہے۔

(۲) بیر رضوان۔ پانی میٹھا لگتا ہے۔ چائے خانہ ہے۔

(۳) ابو ضباع یا ام ضباع ایضاً

(۴) الریاض۔ یا وادی ریاں۔ عوبوں کی آبادی اچھی ہے۔ درخت بھی بکثرت ہیں۔

یہاں ایک بڑا تالاب ہے جو بارش کے پانی سے بھر جاتا ہے۔ اسے خم غدیر

(۵) غدیر کہتے ہیں۔ یہ وہ منزل ہے جہاں حجتہ الوداع میں ۱۸ ذی الحجہ کو آنحضرت نے کلمے سے آتے وقت ایک خیلے میں من کنت موالا کا فعلی موالا فرمایا تھا یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔

(۶) بیر الماشی۔ معمولی منزل ہے پانی شیرین ہے۔

(۷) ابار علی۔ اسے بیر علی بھی کہتے ہیں۔ اس کی صراحت طریق سلطانی میں کی جا چکی ہے۔

(۸) مدینہ منورہ

## طریق شرقی

طریق شرقی بھی بڑا رستہ ہے۔ حاجیوں کے قافلے اس طرف سے بھی زیادہ آتے جاتے ہیں

اونٹوں پر تیرہ چودہ دن میں مکے سے مدینے پہنچ جاتے ہیں۔ اس راہ کی منزلیں یہ ہیں۔  
 (۱) مکے سے بیر البرود پانی پیٹھا ہے۔ اونٹوں پر مکے سے چھ گھنٹے میں پہنچتے ہیں ساان  
 خور و نوش مل جاتا ہے۔

(۲) وادی لمیون باز رہے۔ کہانے پینے کی چیزیں ترکاریاں۔ مینو۔ میٹھے مینو نازکیاں۔ خبروز  
 تربوز وغیرہ ملتے ہیں۔ یہاں پانی کا ایک چشمہ ہے جو پہاڑوں سے نکل کر  
 طہیتوں کو سیراب کرتا ہے۔

(۳) خریب یہ کڑی منزل اٹھارہ انیس گھنٹے چلکر یہاں پہنچتے ہیں۔ چائے  
 خانہ ہے۔

(۴) الحفائر حفہ (گڑھا) کی جمع حفائر ہے۔ پانی شیریں ہے۔ اور سطح زمین  
 سے قریب ہے۔

(۵) برکتہ سمرہ گرمیوں میں پانی نہیں ملتا۔ اور دنوں میں برسات کا پانی برکت  
 میں مل جاتا ہے۔

(۶) برکتہ السخیر شیریں پانی بکثرت ہے۔

(۷) الحبیط معمولی منزل ہے۔ چائے خانہ ہے۔

(۸) سفینہ نخلستان ہے۔ میٹھے پانی کے کنوے ہیں۔

(۹) السویر جمیہ یہاں بہت سے کنوے ہیں جن کے ذریعہ سے زراعت ہوتی  
 ہے جنسی سیدیاں آباد ہیں۔

(۱۰) الحجر پانی زمین سے بہت قریب ہے۔ پندرہ منٹ میں نکل سکتا ہے۔

(۱۱) غرابہ معمولی منزل ہے۔ زمین سے گزدو گز پر پانی موجود ہے۔

(۱۲) غدیر اس کی کیفیت طریق فرعی میں لکھی جا چکی ہے۔

(۱۳) سیدنا حجرہ مصری عموماً یہاں ایک رات ٹھہر کر صبح مدینے داخل ہوتا تھا۔  
مدینے سے ڈھائی میل پر مزار سیدنا حجرہ بمقام جبل احد واقع ہے۔ محل

(۱۴) مدینہ منورہ منزل مقصود

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں محل مصری عموماً مذکورہ بالا تین رستوں میں سے کوئی ایک رستہ اختیار کرتا تھا لیکن بعض اوقات مکے سے سیدنا مدینے جانے کی بجائے وہ جدے چلا آتا تھا یہاں سے بحری رستے سے جہاز میں بندرگاہ مینوع دودن میں پہنچ جاتا تھا اور مینوع سے براہ خشکی مدینے داخل ہوتا تھا۔ چنانچہ ۱۳۲ھ و ۱۳۳ھ میں محل مصری نے مکے سے جدے آکر مینوع تک جہاز میں سفر کیا تھا پھر جب ذیل مندرجین قطع کر کے مدینے پہنچا تھا۔

(۱) مینوع سے البسیت۔ بیت کے منی رات گزارنے کا مقام۔ رین بسیرا۔

(۲) بسیر سعید۔ یہاں دو کنوے ہیں۔ ضروری چیزیں مل جاتی ہیں۔

(۳) الحمرا۔ یہ منزل سرسبز و شاداب ہے۔ ایک چشمہ بہتا ہے۔ زراعت ہوتی ہے۔ سامان خور و نوش گوشت ترکاری وغیرہ سب ملتا ہے۔

(۴) بسیر عباس۔ طریق سلطانی میں اس کی مختصر کیفیت لکھی جا چکی ہے۔

(۵) بسیر درویش ایضاً ایضاً ایضاً

(۶) مدینہ

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عربوں کے گاؤں جلد بلد بستے اور اُجڑتے رہتے ہیں۔ یا تھوڑے سے الٹا پھیر سے راہ طے کرنے میں کبھی کوئی گاؤں رستے میں پڑتے ہیں اور کبھی کوئی کبھی مختلف رستے اختیار کرنے سے بھی یہ صورت پیش آجاتی ہے مثلاً یہاں دو سیاحوں کے سفر ناموں سے ہم مینوع سے مدینہ تک کی منزل لیں لکھتے ہیں۔



بزمانہ برکھارٹ ۱۸۱۴ء	کیفیت	بزمانہ برٹن ۱۸۵۳ء	کیفیت
(۱) مینوع سے برکہ	برکہ حوض تالاب	(۱) مینوع سے مسائل	
(۲) غاز علی	غاز- لڑنیوالا	(۲) بر سعید	سابق میں کیفیت لکھی جا چکی ہے
(۳) بدر	نوٹ ملا خطہ ہو	(۳) الحمرا	"
(۴) شعب الحمال	شعب کی معنی وادی	(۴) بر عباس	"
(۵) اقریش	معمولی منزل	(۵) سولہ	قیم منزل ہے۔
(۶) وادی عقیق		(۶) مدینہ	
(۷) مدینہ			

سہ بدر نامی کسی شخص کا بنایا ہوا یہاں کنواں تھا جسکی وجہ سے اس گاؤں کو بدر کہنے لگے۔ یہ مشہور مقام ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ سترہ میں یہاں مسلمانوں کو زبردست فتح حاصل ہوئی تھی اس جنگ میں (۱۳) صحابہ شہید ہوئے تھے اور ستر گھوڑے لگے تھے جن میں ابو بکر بھی تھا ستر ہی قید ہوئے تھے فقہ بدر کے جنوب میں شہید اصحاب کی قبریں ہیں۔ بدر میں ایک مسجد ہے جسے مسجد غار کہتے ہیں جسکی نسبت روایت ہے کہ جب آنحضرت بیان تہمید تھے تو وہ ہوپ سے پچانے کے لئے بادل لے آپ پر سایہ کیا تھا۔ بدر میں کچھ باغ ہیں۔ گاریاں تر بوڑھ و فیول جاتے ہیں۔ یہاں گدہ بہت ہیں جو مسافروں کے سروں پر منڈلاتے رہتے ہیں۔

سہ مدینہ سے ڈیڑھ کوس کے کی مرکز پر وادی عقیق ایک پُر فضا مقام ہے۔ آنحضرت بعض اوقات ہوا خوری کے لئے وہاں فرستائے جاتے تھے اور وہاں کا پانی شوق سے نوش فرمایا کرتے تھے بعض عرب شاعروں نے بھی اس کی تعریف میں اشعار کہے ہیں اس فقیر کی ایک نزل میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ عرض کیا ہے۔

ہے کہان اطن حقیق اور وہ بیولوں کی ہوا چلے وان بینگین بڑبڑائیں کہاںں جہولونگی ہوا  
کوئی جہول کا اُس کے روضے سے بھی لا با د سحر چو جس سے دنیا میں بند ہی سارے رسولوں کی ہوا  
کس زمین کی خاک خطر انسان سے گزرتے حاجیو چو مجھ کو تم سے آتی ہے حجت کے پھولوں کی ہوا  
قدرت اقدس میں پہونچا یا نہ کیون میرا پیام چو کہتے ہیں ہوتی ہے قاعد بچلے جھولوں کی ہوا  
ہے جہازی خاک سے بتیر میری بھی سرشت  
دل کو کھینچے کیوں نہ تیرب سے بگولوں کی ہوا

## (۲) مدینہ منورہ میں محل مصری

قدیم سے یہ طریقہ رائج تھا کہ محل مصری مزار حضرت امیر حمزہ واقع جبل احد پر جو مدینے سے ڈیڑھ کوس ہے پہنچ کر رات بھر وہاں قیام کرتا تھا اور دوسرے دن صبح مدینہ منورہ میں داخل ہوتا تھا۔ بعض امیر الحجاج کبھی کبھی اس کے خلاف بھی عمل کرتے تھے اور مزار حضرت امیر حمزہ پر سلام پڑھتے ہوئے سیدہ مدینہ پہنچ جاتے تھے۔ اہل مدینہ اور روضہ منورہ کے خدام و اغوات محل کے آنے کی خبر سن کر مدینے سے باہر ایک کوس کے فاصلے پر اس کے استقبال کے لئے جایا کرتے تھے۔ محفل باب سیدہ سے جسے باب عنبر یہ بھی کہتے ہیں شہر میں داخل ہو کر تاحھا۔ ہمراہیاں و ملازمین محل اولاً خود تیار حضور سرور کائنات سے مشرف ہوتے تھے۔ اس کے دو تین روز بعد محل کا جلوس شہر میں نکلا مگر محل کو مسجد نبوی میں پہنچایا جاتا تھا۔ تعظیم محل میں اکیس توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔ محل کو زین علف اڑھا کر آگے آگے امیر محل اور امین الصرہ مصری و سلطانی فوج اور بنیڈ باجے کے ساتھ باب عنبر یہ سے چل کر گشت کرتے ہوئے مناخہ کی جانب سے حرم تک جاتے تھے اور باب مصری کے قریب پہنچ کر اہل جلوس تعظیماً اپنی سواریوں سے اتر پڑتے تھے۔ باب السلام پر جو حرم نبوی کے جنوب و غرب کی طرف پہنچ کر الحرم اور والی مدینہ ان کا استقبال کرتے تھے۔ محل کے اونٹ کی جہاڑ والی مدینہ کے ہاتھ میں دی جاتی تھی اور اونٹ کو سیڑھیوں پر چڑھا کر باب السلام کے سامنے والے چوترے پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ یہاں محل کو اونٹ پرست کھول کر ہاتھوں ہاتھ مسجد نبوی میں پہنچاتے تھے اور منبر نبوی کے غریب جانب جناب سیدہ فاطمہ زہرا کے مزار سے متصل رکھ دیتے تھے۔ اس کے بعد محل کی فوج کا سپہ سالار امیر الحجاج امین الصرہ اور دوسرے عہدہ دار محل کے گرد بیٹھ جاتے اور یہ سب لوگ روضہ منورہ کے خادموں کا سا لباس پہن کر یعنی سفید عمامے اور سفید کپکے باندھے۔ سفید جھانسی پہنے حضور سرور عالم کے خادموں کی شکل بنا کر سبز جالی میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ محل کے زین علف کے مختلف حصے جو بند ہوں اور کھولوں سے جڑے رہتے تھے ان کو علیحدہ کر کے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔ اس کے بعد

سہ ماہہ دروازہ سلطان عبدالعزیز خاں کے زمانے کا بنا ہوا ہے۔ حجاز ریلوے کا بیان ایشین بھی تھا۔ بکھل ہوٹوں

کا اڈا ہے۔

آگے آگے امیر الحج اور سپہ سالار محل کا علم اٹھائے امیر العہدہ اور دوسرے عہدہ دار غلاف محل کا ایک ایک ٹکڑا ہاتھوں میں پکڑے بغرض حصول سعادت و برکت شمالی جانب سے صلوٰۃ و سلام پڑھتے جالی مبارک کے اندر داخل ہوتے تھے۔ باہر آنے کے بعد غلاف محل کے اجزاء کو تہہ کر دیا جاتا تھا اور محل اسکی جگہ رکھا رہتا تھا۔ اہل مدینہ و حجاج وہاں اس کی زیارت کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ محل کی مدینے سے روانگی کا دن آجاتا تھا اور پھر ایک جلوس کے ساتھ محل رخصت ہو جاتا تھا۔

### (ح) مدینے سے محل کی واپسی

مدینے سے قاہرہ کو روانگی سے قبل محل مصری مسجد نبوی سے مصری حاجیوں کی قیام گاہ پر جو رباط محمد علی اور اس کے گرد و نواح کے مقام پر ہوتی تھی پھونچا دیا جاتا تھا۔ اور اس کا زرین غلاف اُس پر ڈال دیا جاتا تھا۔ یہاں رات بھر اُس کی زیارت کے لئے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ مولود خوانی و قرأت خوانی ہوتی رہتی تھی۔ اور چائے و شربت کا دور چلتا رہتا تھا۔ اس کے بعد صبح کو محل روانہ ہو جاتا تھا۔ اور رخصت محل کی اکیس نوپین سر کی جاتی تھیں

### (ط) مدینے سے قاہرہ محل کی منزلیں۔

مدینے سے واپسی میں بھی رستے کے امن اور سہولت کے اعتبار سے منزلین طے کی جاتی تھیں۔ اور جدتہر قتل و غارت کا اندیشہ ہوتا دوسرے کٹر اکڑ پر امن رستہ اختیار کیا جاتا تھا۔ مثلاً ۱۸۳۱ء میں محل مصری کی حسب ذیل رستے سے واپسی ہوئی تھی:-

مدینے سے پانچ میل ہے۔ اس کو بیرہ و مد بھی کہتے ہیں سنگین پختہ بنا ہوا ہے (۱۱)۔ میر عثمان اس کا قطر دم گز گہرائی (۱۲) گز ہے۔ پانی نہایت میٹھا ہے۔ مدینے والوں کو

مدینہ منورہ میں رباط محمد علی پاشا بڑی عظیم الشان عمارت ہے۔ اسے کلیہ محمد علی بھی کہتے ہیں۔ اس میں علاوہ مصری حاجیوں کے غریب و مساکین بھی رہتے ہیں۔ یہاں رونا و غریبوں کو کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ مدینے کے محتاجوں کے لئے یہ بڑا سہارا ہے۔ ڈیڑھ لاکھ سالانہ سے زائد اس کے مصارف ہیں۔ محمد علی نواد اس کے ہتم ہیں۔ مدینے جاتے وقت موٹریں میران کا ساتھ ہوا تھا۔ مدینے میں بھی یہ میرے ساتھ محبت سے پیش آتے تھے۔

پانی کی سخت تکلیف تھی۔ آنحضرت کے ایسا بہ حضرت عثمان نے ایک یہودی سے اس کنوے کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

(۱۲) المیعنی۔ یہاں درخت بکثرت ہیں۔ دو کنوے ہیں۔

(۳) الملاجع۔ یہاں درخت بکثرت ہیں۔ میٹھے پانی کے پانچ کنوے ہیں جب بارش نہیں آتی تو ان کا پانی کھاری ہو جاتا ہے بعض کنوے کی گہرائی دو گز ہے۔

(۴) قصر عیالہ۔ اس کو شجرہ بھی کہتے ہیں۔ زمین قابل زراعت وہ ہے جنہاں کچھ درخت بکثرت ہیں۔ جلالی لکڑی اور ضروری چیزیں مل جاتی ہیں۔

(۵) آبار الحلو۔ صحرائی منزل ہے۔ میٹھے پانی کے کنوے ہیں مگر عدم استعمال کی وجہ سے پانی بدھوا ہے۔

(۶) الحفائر۔ حفزہ کے معنی گڑبے کے ہیں۔ حفزہ کی جمع حفر ہے۔ یہاں بارہ کنوے ہیں جن کے نیچے پھرتے ہیں۔ تین چار گز گہرائی ہے۔ بعض کا پانی کھاری ہے لکڑی بکثرت ہے۔

(۷) انفقیر۔ یہاں دوم کے درخت بہت ہیں ان میں ایک قسم کا پل لگتا ہے جسے حاجی کہاتے ہیں۔ چار کنوے ہیں جن کا پانی کسی قدر کھاری ہے۔

(۸) العقلہ۔ یہاں ایک قسم کے کانٹے بہت ہیں جو صبح میں چھانے کے بعد بڑی تکلیف سے پانی کھاری اور ناقابل استعمال ہے۔

(۹) النانوع یا المطر۔ یہاں بدوی بہت آباد ہیں جو بھیڑ بکری پالتے ہیں۔ دوو وہی یہاں ملتا ہے۔

(۱۰) الحفرہ۔ پانی لکڑی ملتی ہے میں کنوے ہیں۔ بازار بڑا ہے۔ خور و نوش کا سامان بھی مل جاتا ہے۔

(۱۱) الوجہہ۔ یہاں کھجور کے درخت بکثرت ہیں۔ بازار ہے۔ مایحتاج ملتے ہیں۔ پانی اچھا ہے۔ خوج کے سو پچاس سپاہی بھی رہتے ہیں۔ بحر احمر کے مشرقی کنارے پر

آباد ہے۔ ڈیڑھ سو مکان ایک منزلہ و دو منزلہ ہیں۔

(۱۴) مصر کا علاقہ ہے۔ کوئی پانچ سو آدمی کی آبادی ہے جن میں کچھ عیسائی بھی ہیں۔ یہاں حضرت  
طور موسیٰ و شعیب کے زمانے کی بعض زیارت گاہیں بھی ہیں۔ تین مسجدیں ہیں۔ آٹھ  
کنوے ہیں جن میں مینہ کا پانی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ یہاں گزر گز بھر کی چھلی دو دو آٹے کو آتی ہے  
غلہ مہنگا ہے۔ ایک مکتب بھی ہے۔ محل کی آمد پر یہاں ایک جلسہ ہوا کرتا تھا جس میں عیسائی پادری  
بھی مع اپنے طالب علموں کے شریک ہوا کرتے تھے اور اظہار مسرت کے لئے پادری لوگ بھی تقریریں  
کیا کرتے تھے۔ حاجیوں کے واسطے طور پر قرطینہ بھی بڑا بہاری ہے۔  
(۱۵) سوئر محل کی واپسی میں یہاں بھی جلسہ ہوا کرتا تھا۔ یہاں سے محل ریل میں قاہرہ روانہ  
سوئر ہو جاتا تھا۔

### (۱۴) قاہرہ

سوائے مدینے سے محل مصری حسب ذیل رتے سے قاہرہ واپس ہوا تھا۔

نشان سلسلہ	منزل	کیفیت
(۱)	مدینہ سے ذی الحلیفہ	
(۲)	پیر علی	
(۳)	بیر رویش	
(۴)	بیر عباس	
(۵)	الحرا	
(۶)	بیر سعید	
(۷)	المسیحی	
(۸)	بینج البحر	
(۹)	طور	
(۱۰)	سوئر	

برازہ شکی او نمول پر

برازہ بحر جہاز میں

# چھٹی فصل

## محل کی واپسی قاہرہ میں جلوس

چونکہ محلِ مصری کے ساتھ مصر کے حاجی بھی جایا کرتے تھے اس لئے محل کی واپسی پر قاہرہ میں بڑی خوشی منائی جاتی تھی۔ قاہرہ پہونچکر محلِ شہر کے باہر مقامِ صوہ میں ٹھہر جانا تھا اور محل کے ملازموں اور حاجیوں کے رشتہ دار اپنے اپنے عزیزوں کو لینے کے لئے حوہ تک جایا کرتے تھے بعض لوگ بچوں کے ہار، شربت، میوے، مٹائیاں اور باج بھی اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے اور حج سے صحیح سلامت واپس آنے والوں کو پھول پہنا کر اور کھانے پینے سے ان کی تواضع کر کے باجے بجاتے اپنے گھراتے تھے۔ جو لوگ سفرِ حجاز میں مر جاتے تھے ان کے رشتہ دار قافلہ والوں اُن کے مرنے کی خبر سن کر روتے پیٹتے گھروں کو واپس ہوتے تھے۔ اس موقع پر سرکاری طور پر بھی ایک عام خوشی کا اظہار کیا جاتا تھا۔ خدیو اسماعیلؑ پاشا کے آفر زانے میں جب محلِ خشکی کے رستے سے جاتا تھا تو اس کی واپسی پر بھی زیادہ مسرت کرتے تھے بعض لوگ اپنے عزیز و اقارب کے استقبال کے لئے ایک ایک دود و منزل تک کھل جاتے تھے بعض لوگ حاجیوں کو سیراب کرنے کے لئے جو طرح طرح کے خراب پانی پینے چلے آتے تھے بڑے بڑے حوضوں میں شربت بھرتیہ تھے جسے تین تین دن تک حاجی اور دوسرے آدمی پیتے رہتے تھے۔

۱۲۵۰ء کے جلوس واپسی محل کا سامان ولیم لسن صاحب نے اپنی کتاب ان ایجٹ ٹینٹس میں

## اس طرح دکھایا ہے۔

سورج نکلنے کے آدھ گھنٹے بعد محل کا جلوس باب النفر سے شہر میں داخل ہوا۔ محل کے آگے آگے پیدل فوج باقاعدہ کا ایک دستہ تھا۔ اس کے پیچھے محل آیا۔ پہرہ عجیب قوی ہیکل سیاہ فام شخص جس کو شیخ المہمل (اونٹ والا شیخ) کہتے ہیں نکلا۔ یہ صرف ایک بیجا مہ پنہ ہونے اونٹ پر سوار تھا۔ اور ہر وقت اپنا سر ہلاتا رہتا تھا۔ گذشتہ کئی سال سے یہ شخص محل کے ساتھ کے جاتا آتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ رستے بھر سر ہلاتا ہی چلتا ہے۔ سرکار سے اس کو دواؤں اور اخراجات سفر ملتے ہیں چند سال قبل ایک بڑھی عورت بھی محل کے ساتھ جایا کرتی تھی۔ اس کو ام القلعات یعنی ملیوں کی مان کہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہمیشہ باجیچہ بلیاں بھی اونٹ پر بیٹھی رہتی تھیں۔ شیخ المہمل کے پیچھے ترکی سواروں کا ایک رسالہ اور پھر کوئی بیس اونٹ جن پر مرغ و سبز خوشنما کپڑوں کے زین تھے نکلے۔ ہر اونٹ کے زین کو جھنڈیوں اور شتر مرغ کے پروں سے سجایا گیا تھا۔ اونٹوں کے گلے میں کوڑیوں کے مار بھی پٹے تھے۔ اس کے بعد کچھ بدوی نکلے۔ ابھی رات تک جو قلعہ کے سامنے بڑا میدان ہے محل کے پہنچنے میں کوئی پانچ گھنٹہ تھا اس وقت بڑی کوشش اور گھس مٹھ کے بعد محل کے پاس میں پہنچ گیا اور اس کو تین مرتبہ جھو جھو کر میں نے اپنا ہاتھ چوا۔ پھر محل کی جہالہ کپڑوں کے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ محل کا محاطہ جو پچھلے پچھلے چل رہا تھا اس نے اول تو مجھے میری طرح گھورا۔ پھر دوڑ پڑتے ہوئے چلنے کے لئے مجھ سے کہا۔ واللہ علم میرے اچھے کپڑوں کو دیکھ کر یا مصلوٰۃ پڑھنے کی وجہ سے اس نے وہاں سے مجھے ہٹایا نہیں۔ اور میں محل کی جہالہ کپڑے ہوسے چلتا رہا۔ ورنہ وہ دوسرے شخصوں کو صرف ایک مرتبہ محل چھو لینے دیتا تھا۔ غرض کہ میں رملہ تک اسی طرح چلتا رہا جب میں نے اپنے ایک مسلمان دوست سے اس کا ذکر کیا تو اس کو بڑا تعجب ہوا اور وہ مجھ سے کہنے لگا کہ آج تک میں نے نہیں سنا کہ کسی شخص کو ایسا موقع نصیب ہوا ہو تم یہ خدا کا فضل اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی مہربانی ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھے نصیحت کی کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرو ورنہ لوگ تم سے حسد کرنے لگیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ محل کی اس قدر تعلیم کیوں کی جاتی ہے۔ بہت سے لوگ اس کو بڑے جوش کے ساتھ پھرتے تھے۔ ایک سپاہی جب محل کے قریب گیا تو اس نے محل کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہے اے میرے

مالک! اتونے مجھ جج سے محمد مر کہا، "میں مرکزوں پر سے محل گزرتا تھا وہ تاننا میوں سے کھینچا کھینچ بھری ہوئی تھیں۔ تمام وکانین بندھیں اور ان کے چہرے پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے کھانے کا ایک کھٹے میں محل ریلہ پہنچا۔ اس میدان کو طے کرنے کے بعد جب محل تو میدان میں داخل ہوا تو قلعہ سے بارہ توپوں کی سلامی دی گئی پھر قلعہ کے شمالی دروازے کی طرف سے جسے باب الوزیر کہتے ہیں محل واپس ہوا۔

ایک عجیب رسم جو اس موقع پر اور جلوس خلافت کعبہ و جلوس روانگی محل کے موقع پر دیکھنے میں آئی وہ یہ تھی کہ بہت سے لڑکے خول بنانا کر شہر میں پھرتے ہیں سب کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ایک چوڑی ہوتی ہے جسے لوک سے لیکر ادھی دو تک دو تین شاخوں میں پیر دیتے ہیں اس کو مقرب (چاکر) کہتے ہیں۔ جب کوئی میردی یا عسائی ان کو ملتا ہے تو وہ اس کو پکار کر کہتے ہیں "ہات العادہ" یعنی حسب عادت نذرانہ۔ جو شخص اس نذرانے کے دینے سے جسکی مقدار چار پانچ پیسے یا زیادہ سے زیادہ دس پیسے ہوتے ہیں انکار کرتا ہے تو لڑکے اس کو قہجی سے شپاشپ بھولانا شروع کرتے ہیں محل شہر میں گشت کرتا ہوا مسجد حسین کو جاتا ہے وہاں اس میں سے وہ قرآن جو جاتے وقت محل کی پچھت میں لٹکا دیتے ہیں اور واپسی میں اس کے اندر رکھ دیتے ہیں لٹکا مسجد میں رکھ دیا جاتا ہے۔ ادنیٰ لطیف کے بہت سے عورت مرد اس کی زیارت کے لئے وہاں جاتے ہیں اور اس کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں بھی محل کی واپسی پر قاہرہ میں اس کا جلوس نکلا کرتا تھا جس کے ساتھ محل کی چہرا ہی فوج حاجی قاہرہ کی فوج و پولیس اہل شہر و تاشانی صلیبیہ۔ ناصریہ زیمینہ وغیرہ مختلف محلوں میں گشت لگاتے ہوئے محل کو دفتر مالیہ میں پہنچا کر واپس ہو جاتے تھے۔

۱۔ تبرکات کی اس قسم کی تغلیف جاہل کیا کرتے ہیں جو قابل اعتبار نہیں ہے بیت المقدس میں حضرت عیسیٰ کے آثار و تبرکات کے ساتھ عیسائیوں کی خوش اعتقادی اس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے صلیب عیسیٰ تو دینی و دنیوی تمام مایوتوں کو پورا کرنے والی خیال کی جاتی ہے کہ مسیح کے موقع پر وہ من کیہ تھلاک عیسائیوں کے گرجوں میں حضرت مریم کا زینگی خانہ بنایا جاتا ہے۔ زیارت کے قابل چیز ہے۔

۲۔ ہندوستان کے اکثر شہروں میں بھی ہولی کے موقع پر ہندو لڑکے اور محرم میں مسلمانوں کے شریر بچے غیر مذہب واسلے راہ گیروں کے ساتھ اسی قسم کی شرارت کرتے ہیں۔



# ساتویں فصل

## محل کی تعلیم

محل مصری کی جس قسم کی تعلیم کی جاتی تھی اُس کے اعتبار سے ہم اس تعلیم کو تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں :-

الف سیاسی تعلیم  
ب صفاتی تعلیم  
ج ذاتی تعلیم

ہر زمانہ میں شاہی فرامین، شاہی عطیات اور شاہی علم کی تعلیم بطور خاص کی جاتی رہی ہے شاہی فرمان کو سر پر رکھا جاتا تھا۔ آنکھوں سے لگایا جاتا تھا اور فرمان کے ہر ہر فقرے پر آداب بجالایا جاتا تھا جس بہادر کو بادشاہ ملواری عنایت کرتا اول وہ اس کو اپنے گھلے میں لٹکاتا اس کے بعد کمرے باتدعنا تھا جس امیر کو زین واسپ عنایت ہوتے وہ پہلے زین کو اپنے سر پر رکھتا۔ پھر کمر پر رکھتا اس کے بعد گھوڑے پر کھتا تھا۔ اسی طرح شاہی علم و پرچم کی تعلیم سلامی اتار کر یا اسکے سامنے گردن جھکا کر کی جاتی ہے۔

چونکہ محل اور فوج محافظہ محل کا علم دونوں ملکر قافلہ حجاج کے تبرک علم کا کام دیتے تھے اور محل مصری سلطنت مصر کے لشکر کا زبردست کشتان تصور کیا جاتا تھا اس لئے جس جس شہر و قریہ محل گزرتا جہاز ریل۔ اسٹیشن جنہڑیوں سے سجائے جاتے۔ شہر آراستہ ہوتا جیسے کئے جاتے۔ آمد و رفت کے وقت توپوں کی سلامی دی جاتی۔ یہ تعلیم دراصل اس سلطنت کی تعلیم جو آکرتی تھی جہاں سے محل آتا تھا اور اس لحاظ سے ہم محل کی اس تعلیم کو ”سیاسی تعلیم“ کہتے ہیں۔ سلاطین مصر نے محل کو اپنی

سلطنت کا شہر یا ایسا زبردست نشان قرار دیدیا تھا کہ علاقہ مصر کے جن شہروں سے ہو کر محل گزرتا تھا وہاں کے حکام کو محل کے اونٹ کے موزون کو بوسہ دینا واجب تھا۔ یہاں تک کہ امراء مکہ بھی استقبال کے وقت اس کو چومتے تھے۔ مدت دراز تک یہ طریقہ جاری رہا۔ آخر ۸۴۸ء میں سلطان چغتائی نے اسے موقوف کیا۔

حاجیوں اور زائرین کو ایشیائے تک پہنچانے جانا۔ وقت رخصت ہار پھول پہنا نا۔ دست بوسی کرنا ایک تعظیم ہے جو اس خیال سے کی جاتی ہے کہ یہ لوگ ایک مذہبی سفر پر جا رہے ہیں۔ اور خدا و رسول کے دربار میں ان کو حاضری کا شرف حاصل ہونے والا ہے۔ ممکن ہے کہ مصری حاجیوں کے ساتھ محل مصری کی عظمت کا خیال بھی لوگوں کے دل میں پیدا ہو گیا ہو۔ حج و زیارت کے بعد واپس ہونے پر حاجیوں کی تعظیم اس خیال پر مبنی ہوتی ہے کہ یہ لوگ مقامات مقدسہ کے مشاہدہ سے مستفید ہو کر اور دہان کی مبارک آب و ہوا سے متاثر ہو کر واپس ہوئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ مقامات مقدسہ کی پیداوار و صنعت کے علاوہ دوسری جگہ کی پیداوار و مصنوعات بھی وہاں پہنچ کر تبرک بن جاتی ہے۔ غلاف کعبہ اگرچہ مصر کی ساخت ہوتا تھا مگر اس شہر کا صدق ہو جاتا تھا۔

باعزیزے نشست روزے چند

لاجرم ہنجو ادگر امی شد

حاجیوں کے کفن انگلستان کی ساخت کے ہوتے ہیں مگر آب زمزم میں بھیگ کر یا حضرت امام حسین علیہ السلام کی ضریح مبارک سے مس ہو جانے کے بعد تبرک ہو جاتے ہیں۔ یہی کیفیت تیسویں ہے جو اگرچہ مختلف ملکوں کی بنی ہوئی ہوتی ہیں مگر مکہ معظمہ و کربلائے معلیٰ ہونے کے بعد تبرک بن جاتی ہیں۔ سفر حجاز کے بعد محل مصری کا تبرک خیال کیا جانا حیرت ناک نہ تھا۔ کیے میں وہ بیت اللہ کے ایک دالان میں رکھا جاتا تھا۔ مدینہ منورہ میں اس کو مسجد نبوی میں جگہ دی جاتی تھی۔ محل کے غلاف کے مختلف اجزاء و روضہ شریف کے اندر جالی مبارک سے مس ہوتے تھے اس لحاظ سے جو کچھ محل کی واپسی کے وقت تعظیم کی جاتی وہ اس کے وصف اصنافی کی وجہ کی جاتی تھی اور اس کو صفائی تعظیم کہہ سکتے ہیں۔

حیرت کے قابل محل کی وہ تعظیم تھی جو سفر حجاز سے قبل قیام حجاز میں اور واپسی پر ہوتی

تھی اور جس کی وجہ سے یہ محل شریف کہلانے لگا تھا۔ قاهرہ میں جلوس روانگی کے وقت خدیو مصر محل کے اونٹ کی مہار کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ عوام محل کے گرد سات بار گھومتے تھے۔ اہل مصر محل سے ملنے کے لئے اپنے کپڑے دوپٹے اور شالیں کو بٹھوں پر سے لٹکاتے تھے۔ اسٹیشن عباسیہ پر محل بغیر نزیارت رکھ دیا جاتا تھا۔ قاهرہ سے سوئز تک عورتیں اپنے شیرخوار بچوں کو محل سے ملنے کے لئے لاتی تھیں محل کے ملازمین بھی کچھ نذر لیکر بچوں کو گود میں اٹھاتے اور محل سے اُن کا ہاتھ لگا دیتے تھے مختلف طبقے کے لوگ محل کو چھوکر اپنا ہاتھ منہ پر پھیرا کرتے تھے مکہ معظمہ میں جب محل باب السلام کے نزدیک والان میں رکھ دیا جاتا تھا تو مختلف ملکوں کے خوش عقیدہ مسلمان اُس پر نذر نیاز چڑھاتے تھے عرضیاں لٹکاتے تھے اور نتیں مرادیں ماننے لگتے تھے مصر واپس ہونے پر بعض جاہل مصری محل کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے۔

”اے میرے آقا تو مجھے اپنے ساتھ حج کے لئے نہیں لے گیا۔“

محل کی اس تعظیم کو ہم تعظیم ذاتی کہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کی ابتدا شاید اس طرح ہوئی ہو کہ اولاً محل کے خلاف کو جس پر آیت الکرسی وغیرہ آیات قرآنی یا نقشہ بیت اللہ کا ہار مہتا تھا لوگ چھوکر ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیتے ہونگے۔ رفتہ رفتہ محل کا ہر جز تبرک ہو گیا اور لوگ اسے چھو کر منہ پر ہاتھ پھیرنے لگے اور بتدریج جب اس کی تعظیم انتہائی درجہ پر پہنچ گئی تو عوام الناس اس کو اپنا حاجت روا تصور کرنے لگے۔ اس قسم کی ازلام والنصاب پرستی کی مثالیں ہمارے ہندوستان میں بہت ہیں اس موقع پر ان کا ذکر کرنا مسلمانوں کو ناگوار گزرے گا اس لئے ہم چپ ہی ہو جاتے ہیں۔

## فصل اٹھویں محل کے عادات

اگرچہ حجاز کی بد امنی راستوں کی بد انتظامی اور بحری سفر کی دشواریوں سے زمانہ قدیم

میں محل کا منزل مقصود و مسائل مراد تک پہنچنا مشکل تھا تاہم تاریخوں میں حوادث محل کی چند ہی مثالیں پائی جاتی ہیں جن کا مختصر ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

### (۱) محل مصری کی غرقابی۔

مصر سے خلافت کعبہ توجو تھی پانچویں صدی میں بھی بحری راستے سے جایا کرتا تھا لیکن محل مصری پہلے پہل ۹۵۱ء میں براہ سوز جد سے ہو کر مکہ منقطع پہنچا تھا۔ ۹۶۱ء میں طوفان و موج کی وجہ سے نصف محل غرق دریا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ۹۶۷ء اور ۹۶۸ء کے دونوں محل بھی دریا میں ڈوبے۔

### (۲) محل مصری کا نذر آتش ہونا۔

محرم ۱۲۱۸ء میں حاکم بنجد امیر سعود ابن عبدالعزیز نے مکہ منقطع پر قبضہ کر کے سلطان سلیم فرمانروائے ترکی کو یہ لکھا تھا کہ آپ دمشق و قاہرہ کے والیوں کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ باجون کے ساتھ محل نہ بیجا کریں۔ ۱۲۱۹ء یونہی گزر گیا اور محل لالنے والوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ ۱۲۲۰ء میں حج کے موقع پر امیر سعود نے سختی کے ساتھ باجے کی روک تھام کی۔ محل شامی کا امیر بجائے اس کے کہ باجا مقوف کر دیتا حج سے ہی دست بردار ہو گیا اور بغیر حج کئے اپنا محل لیکر واپس چلا گیا۔ مگر مصری محل نجدیوں کے ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے اس فتویٰ پر اس کو جلا دیا کہ۔

”ہر بدعت گراہی ہے اور ہر گراہی کی مزا آگ ہے۔“

### (۳) شریف مکہ حسین کی بیجا فرمائش محل کی واپسی

اگرچہ ہمیشہ محل مصری کے ساتھ ایک طبیب۔ لیڈی ڈاکٹر اور کمپونڈر وغیرہ رہا کرتے تھے مگر ۱۳۱۱ء میں اتفاقاً محل مصری کے ساتھ چار طبیب بغرض ادائی فیض حج روانہ ہوئے تھے اور محل جد سے تک پہنچ چکا تھا شریف نے طبیبوں کی موجودگی اپنے سیاسی مصلح کے خلاف تصور کر کے حکومت مصر سے ان کو واپس طلب کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے اپنے حاجیوں کو غیر محفوظ

حالت میں چھوڑ دینا اور طبیبوں کو حج سے محروم کر دینا مناسب خیال نہ کیا۔ شریف اپنی بات پر اڑا رہا آخر محل مصری سعد غلاف کعبہ اور ہمارہیوں کے جد سے واپس ہو گیا اس کے بعد شریف کی حکومت بھی حجاز پر نہ رہی۔ اس واقعہ کی تفصیل سابق میں علیحدہ بیان کی جا چکی ہے۔

### (۴) اہل نجد اور ہمدانیان محل مصری کا تصادم

محل مصری کا آخری حادثہ یہ ہے کہ ۱۲۷۳ھ میں بزادہ سلطان ابن سعود محل مصری صاحب دستور باجے گاجوں کے ساتھ حرم میں داخل ہوا اور عرفات جاتے وقت کسی پر جوش نجدی نے اسے کھیل تماشا تصور کر کے اس کے اونٹ کے پاؤں میں گولی باردی۔ محل سلامی ہو گیا اور مصری فوج نے اس کا جواب مشین گن سے دیا۔ کوئی پچیس نجدی مارے گئے مگر سلطان کے غیر معمولی محل اور مہمان نوازی نے اس فساد کو بڑھنے نہ دیا۔ یہ آخری محل تھا جو مصر سے حجاز گیا تھا۔ اس کے بعد سلطان ابن سعود کی یہ شرط کہ اس کے ساتھ باجانہ اسے حکومت مصر نے قبول نہ کی اور یکایک یکم ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ کو اطلاع دیدی گئی کہ آئندہ غلاف کعبہ محل روانہ نہیں کیا جائیگا چنانچہ اس وقت سے محل کا آنا موقوف ہے۔

## نوین فضل

### مختلف ممالک کے محل

### عراقی محل

عہد عباسی میں تو عراق سے کسی محل کی آمد کا پتہ نہیں لگتا۔ البتہ سلطنت بغداد کی تباہی کے بعد غالباً اہل مصر کی دیکھا دیکھی بغداد والے بھی محل لانے لگے تھے جس زمانے میں عراق

میں تاتاری مسلمانوں کی حکومت تھی یہاں کا محل سب سے بڑا ہوتا تھا۔ سلطان عراق ابو سعید بہادر قاسم بن خدا بندہ جس کا عہد حکومت ۷۱۶ھ سے ۷۳۶ھ تک ہے عراق کے حاکموں پر بڑی جبر پائی گیا کرتا تھا اور محل کو حیرت سے منظر انواع و اقسام کے رز و جواہر دیا قوت سے اس کو مرصع بناتا تھا یہاں تک کہ اس کی قیمت دو لاکھ پچاس ہزار دینار سرخ (اشرفی) یعنی ایک لاکھ پچیس ہزار گنی یا ہمارے زمانے کے سولہ ستر لاکھ روپیے تک پہنچ گئی تھی (مرآۃ المؤمنین) اگر کہاٹ کہتا ہے کہ ۷۳۳ھ میں عراقی قافلہ ایک لڑکتی کے اوپر چل لایا تھا کیا عجب ہے کہ یہ محل سلطان ابو سعید قاسم بن خدا بندہ ہی کا ہو۔

۷۳۳ھ میں عراقی قافلے اور عربوں میں پانی پر جھگڑا ہوا تھا اور عراقی قافلہ سب تنگی وقت شریک حج نہ ہو کر بغیر حج کے واپس ہو گیا تھا۔ ۷۳۳ھ سے ۷۳۶ھ تک اور پھر ۷۳۹ھ میں اہل عراق تاتاریوں کے فساد کی وجہ سے حج کے لئے نہیں آ سکے تھے۔ غرض کہ عراقی محل پابندی کے ساتھ نہیں آتا تھا اور آخر نوین صدی ہجری میں عراق سے محل کا آنا بالکل موقوف ہی ہو گیا۔

## (۲) محل مینی

تقی الدین فاسی کہتا ہے کہ خلافت بغداد کے خاتمے کے بعد سب سے پہلے ۶۵۹ھ میں ملک مظفر یوسف اول بن عمر بادشاہ مین نے جس کی سلطنت ۶۵۴ھ سے ۶۹۴ھ تک رہی) خلافت کعبہ بھیجا تھا اور اس کے بعد بھی کئی سال تک وہ ملک مصر کے خلاف کے ساتھ خلافت بھیجتا رہا کبھی ایسا بھی ہوا کہ اسی کا خلافت آیا مگر اس وقت تک مین سے کسی محل کی آمد کا پتہ نہیں ملتا۔ (شقاء الغرام)

بعض دوسرے مورخوں کے یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۶۹۴ھ میں مین سے پہلا محل آیا تھا۔ اہل مین زیادہ تر بحری رستے سے حج کو آیا کرتے تھے وہ یہ بھی کہ حجاز کے عرب ان پر بڑا تسلط کرتے تھے اور ہر اونٹ پر چاہے اس پر حاجی بیٹھا ہو یا مال تجارت لدا ہو ایک سو درم محصول

لیا کرتے تھے۔ یہ حالت مصطفیٰ پاشا ترکی والی مین کے زمانے تک رہی۔ آخر اس نے عرب لیٹروں کو  
منتشر کر دیا اسی وجہ سے اس کا نام نثار شہور ہو گیا تھا۔ ۹۶۹ء میں مین کے حاجیوں کا رستہ کھل گیا  
اس کے ساتھ امیر حج اور فوج آیا کرتی تھی۔ ۹۶۰ء تا ۹۶۳ء میں مصطفیٰ پاشا نے مینی محل کی تیاری  
کے لئے سلطان ترکی سے عرض کیا اور اس کی اجازت مل گئی اور اس وقت سے ۹۶۹ء تک محل  
آتا رہا۔ اس کے بعد قنسہ و مناد کی وجہ سے آنا موقوف ہو گیا مین کا آخری محل خاندان رشیدیہ کے  
دوسرے فرمانروا المودید باللہ محمد نے ۱۰۲۹ء میں بھجوا تھا۔ اس کی حکومت زیر سیادت سلطان کی  
۱۰۲۹ء سے ۱۰۵۷ء تک رہی۔

## (۳) نجدی محل

چونکہ محل کا مناسک حج سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے ولابی اس کو محض فضول اور  
ایک نمائشی چیز سمجھتے ہیں۔ بعض جو سیلے ولابی اس کو سوختنی بھی تصور کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں  
ان سے توقع نہیں ہو سکتی کہ ولابی مذہب کے نظور کے بعد کوئی محل نجد سے آیا جو۔ اس سے قبل بھی  
اہل نجد کے محل کا پتہ تاریخوں میں نہیں ملتا۔ اب رہا عورتوں کے بیٹھنے کا محل یا کجاوہ۔ ایسا محل  
تو بقول شخصے لیلیٰ مجنون کے زمانے سے نجد میں رائج ہے جس کا ذکر عربی شاعروں کی زبان سے نکل کر  
صحرائے نجد کو طے کر تا ہوا ایران جو کہ ہندوستان تک پہنچ گیا ہے۔ جیسا کہ کوئی صاحب  
فرماتے ہیں۔

بگوئے اُبہ رہے ہیں نجد کے بن میں ہے سناٹا

ننا قہ ہے۔ نہ مجنوں ہے۔ نہ لیلیٰ ہے نہ محل ہے

محمد تبونوی رملۃ الحجاز یہ میں محل نجدی کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ۔

اُبھی ہم کو محل امین الرشید۔ محل ابن سعود اور محل ابن دنیار نظر آتے ہیں۔ یہ سب اونٹ

لے اس بادشاہ نے زیدیر طریقہ اختیار کر لیا تھا اور اس کے خاندان کے افراد ابامصنعا کے لقب سے ڈکٹی کے زیر اثر رہے مین

یہ حکومت کرتے رہے۔ اب بھی وہاں اسی خاندان کا امام یعنی برسر حکومت ہے۔

ہیں جو ان کے خزانے یعنی مصارفِ حرمین کو ایک معمولی سبز بانا متعہ ہے جو اُسے محل میں رکھ کر حرمین تک لاتے ہیں۔

محکم ہے کہ سلطان ابن سعود نے قبل فتح حجاز مصارفِ حرمین کے لئے روپیہ کسی محل میں رکھ کر بھیجا ہو یا نجد کے دوسرے احرار و رشید ابن دینار نے بھی ایسا ہی کیا ہو مگر جن معنوں میں نفقہ محل ہماری اس کتاب میں استعمال ہوا ہے اُس کے لحاظ سے وہ محل کی تعریف میں نہیں آ سکتا وہ محض ایک کجاوہ ہو گا جس میں قافلہ نجد کے مصارفِ حرمین رکھ کر لائے جاتے ہوں گے نہ اس کو کوئی محل شریف کہتا ہو گا۔ نہ اس کے اونٹ کے پاؤں چومے جاتے ہونگے نہ اس کی کیلی آنکھوں سے لگائی جاتی ہو گی اور وہ اسی قسم کا خوشنما محل یا شغرف ہوتا ہو گا جس میں بیٹھ کر نجد کے بعض امیر و مشوقین مزاج اب بھی مکہ معظمہ آتے ہیں۔

## (۴) حلب کا محل

صاحب در الفوائد لکھتے ہیں کہ بعض بعض سال اہل حلب بھی محل لائے ہیں اس مختصر اشارہ سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ اہل حلب کا محل کب آتا تھا اور کب سے موقوف ہوا۔

## (۵) حیدرآباد کا فرضی محل

خدیو عباس علی پاشا کے سفر نامے رملۃ الحجازیہ میں یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ اس میں حیدرآباد دکن کے محل کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر تعجب مولوی عبدالسلام صاحب ندوی پر ہوا کہ انہوں نے سفر نامہ مذکور کا جو اقتباس ترجمہ کر کے تاریخِ حرمین کے نام سے اردو میں شائع کیا ہے اس میں بھی اس فرضی محل کا ذکر بجنسہ ترجمہ کر دیا ہے۔ اگرچہ مولوی صاحب موصوف نے اس ترجمہ میں کہیں شرم و حاشیہ کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی ہے مگر حیدرآباد کے محل کی نسبت تو کم سے کم اُن کو کسی سے دریافت کر لینا چاہئے تھا۔ رملۃ الحجازیہ یا تاریخِ حرمین میں اس فرضی محل کی



نسبت یہ لکھا ہے۔

اسی طرح حضور نظام حیدر آباد کا محل کے میں ان کے ملک کے حاجوں کے ساتھ آتا ہے اور زمین انہیں  
کو جو دیا وہ روانہ فرماتے ہیں لانا ہے :

ریاست حیدر آباد سے اللہ اس کو ہمیشہ قائم رکھے۔ کوئی محل روانہ نہیں ہوتا۔ البتہ یہاں سے ہر  
سال حاجیوں کا قافلہ جاتا ہے اور سو سو ڈیڑھ سو حاجیوں کے جہاز کے ٹکٹ۔ سرکار عطا فرماتی  
ہے۔ عموماً یہاں کے محکمہ امور مذہبی کے ناظم اور منظم حاجیوں کو جہاز پر سوار کرنے کے واسطے بھیجی  
تک جاتے ہیں۔ امیر ملحق اور طبیب قافلہ سرکار سے مقرر کئے جاتے ہیں جن کو صاف روغیرہ کے اخراجات  
اور دوا کے لئے کچھ رقم سرکار سے ملتی ہے۔ حرمین الشریفین میں علاقہ سرکار عالی کے کئی ساغر خانے اور  
دو مدرسے ہیں جن کے مصارف اور سبیل و ختم قرآن و طعام نیاز وغیرہ کے اخراجات ریاست ابد  
ادافر ماتی ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے سائیکلین یثرب و طحی کو بلا شرط خدمت ریاست سے تنخواہیں  
عطا ہوتی ہیں ان تمام انتظامات کے لئے حیدر آباد میں ایک دفتر ہے جس کے افسر علی ناظم  
مصارف حرمین الشریفین کہلاتے ہیں۔ مدارس و رباط کے مصارف اور باشندگان حرمین کی تنخواہیں  
وغیرہ کسی صرہ یا محل کے ساتھ روانہ نہیں ہوتیں۔ مختلف اوقات میں ان کی روٹنگی کا انتظام مختلف  
رہا ہے۔ عموماً مکہ معظمہ کے مشہور تاجروں کے توسط سے زمین ایصال ہوتی ہیں پیشتر حاجی عبدالستار  
صاحب و حاجی عبدالجبار صاحب و حاجی علی جان صاحب تاجران مکہ کی معرفت یہ رقم بھیجی  
جاتی تھیں۔ آجکل اس کا انتظام حاجی محمد بلال صاحب تاجر مکہ معظمہ کے سپرد ہے۔

## (۶) سوڈان کا محل

نجوم یک شقیہ تاریخ سوڈان میں صرۃ الحرمین کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ دارفور علاقہ

۱۔ آجکل محکمہ امور مذہبی کے ناظم حاجی نواب اختر یار جنگ بہادر مولوی الطیف احمد صاحب اختر فرزند امیر احمد نیالی حضرت  
امیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ۲۔ منظم محکمہ امور مذہبی اس وقت مولوی عبدالوہاب صاحب خدکیب ایڈیٹر رسالہ دواخلا حیدر آباد ہیں  
۳۔ صرۃ الحرمین سے مراد وہ قبلی ہے جس میں روپیہ رکھ کر حرمین الشریفین کے مصارف اور وہاں کے تحقین کی تنخواہوں کے لئے  
بھیج جاتے تھے۔ سلطنت ترکی کے زمانہ میں یہ رقم بہت کم تھی اور سینکڑوں آدمیوں کو تنخواہیں ملتی تھیں (بقیہ مآخذہ مفہوم دیا)

سوڈان کی ریاست تمام سلطنتوں سے آزاد تھی اور سوائے حرمین الشریفین کے کسی کوجز یہ نہیں دیتی تھی البتہ معارف حرمین کے لئے وہ کچھ رقم محل کے ساتھ بھیجا کرتی تھی۔

## (۷) محل شامی

والفوائد میں ہے کہ سب سے پہلا شامی محل ۹۱۹ء میں مکہ معظمہ آیا تھا خلافت الکلاک میں ہے کہ سب سے پہلا محل شامی بزمانہ سلطان سلیم ۹۲۳ء میں بھیجا گیا تھا۔ اس کے ساتھ صلح الدینا رومی امیر قائلہ تبرک آیا تھا۔ محل شامی کے ساتھ حرمین الشریفین کے سالانہ اخراجات اور خدام و باشندگان حرمین کی تنخواہیں ہو کر قی قین جن کو صرہ کہا کرتے تھے۔ موسم بیتان اور رونان زمیتون آیا کرتا تھا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ شریفہ کا غلات اور کعبہ کا اندرون غلات بھی کسی نئے سلطان کی تخت نشینی کے وقت اسی محل کے ساتھ بھیجا جاتا تھا۔ یہ محل قسطنطنیہ روانہ ہوتا تھا اور اگلے زمانے میں خشکی کی راہ سے اناطولیہ و شام سے گزرتا ہوا شمالی ایشیا کے حاجیوں کو اکھٹا کرنا دمشق پہنچتا تھا۔ زمانہ حال میں قسطنطنیہ سے جہاز میں روانہ ہو کر بیروت آ جاتا تھا۔ اس جہاز کو بھی جس میں محل ہوتا تھا خاص طور پر جہنڈیوں وغیرہ سے آراستہ کرتے تھے۔ علاقہ شکی کے بن جن شہروں اور بندرگاہوں سے یہ محل گزرتا تھا وہاں اس کی تعظیم میں کہیں تو پونکی

(بقیہ ماشیہ صفحہ ۱۵۳) یہ تنخواہیں نسل بدشکل چلتی ہیں اور حیدر آباد کے منصب کی طرح باپ سے بیٹے پر منتقل ہوتی چلی جاتی تھیں کسی شخص کا نام صرے میں شریک ہونا اس کی عورت کی دلیل بھی جاتی تھی اور بعض اوقات تیسرے ہوتے اس کی مقدار اس خاندان کے افراد کے نام پر دوپیرہ دوروپرہ می رہ جاتی تھی مگر وہ لوگ خوشی سے اس کو قبول کرتے تھے کسی تنخواہ یا ب کے لاوارث مر جانے پر دوسرے شخص کے نام بھی اس کی اجرائی ہو سکتی تھی۔ بعض لوگ افلاس وغیرہ کی وجہ سے اس تنخواہ کو رہن یا فروخت بھی کر سکتے تھے۔ اس کے لئے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں ایک خاص دفتر تھا؛ لہ صرہ کی کیفیت سوڈان کے محل کے زیر عنوان خائے پر تحریر کی گئی ہے۔

سلامی دی جاتی تھی۔ پولیس۔ فوج۔ عہدہ دار اور عام لوگ بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کا استقبال کرتے تھے اور شہر میں اس کا جلوس نکلتا تھا۔ بیروت سے محل دمشق پہنچا تھا اور دمشق سے بیالیس منزل لے کر کے ایک مہینے میں مکہ منظم پہنچا کر رہا تھا۔ حجاز ریلوے تیار ہو جانے کے بعد محل دمشق مدینے تک ریل میں آنے لگا تھا اور مدینے سے خشکی کے رستے سے مکہ پہنچا کر رہا تھا۔ اس محل کے ساتھ کھرویش چار پانچ ہزار آدمی اور دس ہزار اونٹ آتے تھے۔ فوج اور توپ خانہ بھی رہتا تھا۔ تجارتی مال بھی قافلے کے ساتھ بکثرت آیا کرتا تھا۔ ہر قسم کی دکانیں قافلے کے ساتھ چلا کرتی تھیں۔ یہاں قافلہ بٹھرتا تھا ایک بازار لگ جاتا تھا۔ بہت سے لوگ اس سفر میں حاجیوں کے خورد و نوش کا کام لے لیا کرتے تھے ان کو قحوم کہا کرتے تھے۔ اس محل کے ساتھ جو فوج رکھ کر تھی اس کی سربراہی سرکاری طور پر ہر شہر و قریہ میں ہو کرتی تھی۔ اس لئے جس قدر زمینیں اور قلعے پڑتے تھے وہاں سے رسد کا انتظام کر دیا جاتا تھا۔

چونکہ یہ محل اپنے ساتھ حرمین کے امرا و شرفاء اور عام لوگوں کی تنخواہیں لایا کرتا تھا اس لئے مکہ میں اس کا انتظار عید کے چاند کا سا کیا جاتا تھا۔ لوگ اس کی اطلاع دینے میں سبقت کرتے تھے۔ جو شخص گھوڑا دوڑا کر سب سے پہلے شریف مکہ کو اس کی آمد کی خبر پہنچاتا تھا وہ بڑا انعام پاتا تھا۔ یہ محل ہمارے زمانے تک آتا رہا۔ ۱۳۳۲ھ میں جب جنگ یورپ چھڑی تو ابتدائی چار سال تک تکمیل رسم کے لئے وقت بے وقت آیا لیکن ۱۳۳۴ھ میں جب شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور حجاز ترکوں کے قبضے سے نکل گیا تو اس کا آنا قطعاً موقوف ہو گیا۔